महाराजा पेशकार सर किसनप्रसाद बहादुर. जी. सी. आय्. ई.

चित्रशाळा, पुणें.

فہرست مضامین

نوٹ۔ استبصار بابت ۱۵ مئی سنہ ۱۹۱۰ء صفحہ ۲ سطر ۲۱ میں بجائے نکو ہیدہ کے پسندیدہ پڑھیے

انچہ دانی بشمار انچہ ندانی بشنو

استبصار

جلد ۱ مطبوعہ ۲۵ - جون سنہ ۱۹۱۰ ع نمبر ۵

تہنیت خطاب جی - سی - آئی - ای

بہ سرکار مہاراجہ یمین السلطنۃ بہادر مدار المہام سرکار عالی

بکوے عشق مرا دوش چون گذر افتاد — ہوائے ناز کسے داد عقل و ہوش بباد
رسید لشکر دیوانگی بہ استقبال — بہ گفت دست جنون جیب را مبارکباد
دو دید یک قضا نامۂ اجل در دست — قدر دریچۂ صد محنت و بلا بہ کشاد
شد از دلم اثر یاس ننگ و نام برون — شد از سرم فکر مبدء و خیال معاد
سرم ز لمعۂ فرزانگی معرا گشت — دلم ز پرتو دیوانگی گرفت سواد
گہے بہ قسمت مجنون لب آشنای فغان — گہے گرفتہ دل از نامرادے فرہاد

به آرزوی وصال و ز بیم رنج فراق | به کشور دل من طرفه انتشار افتاد
عجب کشاکش امید و بیم روی نمود | میان عشق و خرد جنگ زرگری سر داد
خرد بگفت که ای مرد راه عشق مگیر | گرفت عشق گریبان و گوشمالی داد
خرد بگفت که این راه صد خطر دارد | بگفت عشق که مرد از خطر نه آرد یاد
خرد بگفت که در عشق خوف ایمان است | بگفت عشق مشو حیله ساز چون زهاد
خرد بگفت که عشق است دشمن ناموس | بگفت عشق شو از قید ما و من آزاد
خرد بگفت که این عشق دشمن جان است | بگفت عشق که صد جان بیار باید داد
خرد بگفت که با وصف اینکه جان بدهی | محال اینکه ز وصل کسی رسی به مراد
همینکه این سخن پاس عقل کردم گوش | متاع صبر و شکیبائیم بشد برباد
که ناگهان تتق گرد شد نمود از دور | از آن میانه سواری رسید حور نژاد
به نزدم آمد و دستم گرفت و گفت بهر | بیا و بگذر از این آه و ناله و فریاد
اگر چه لائق تو نیستم مگر امروز | نخواستم که شوی نامراد چون فرهاد
نخواستم که با مید وصل عمر عزیز | دهی به کندن کوه الم چنین برباد
همی که غوطه به بحر سخن زنی و انگه | مثال ابر دُرافشان شوی ز فکرت یاد
مگر تو بیخبر استی که چیست آن جای | خطاب نور شهنشاه شد به حضرت شاد
چو نام نامی دستور خورد در گوشم | در مراد بروی من آرزو بگشاد
هنوز بودم یکچند سر به زانوی فکر | چه شعر تر که سرودشم ز مدح ماده بیاد

مطلع ثانی

زهی امیر فلک بارگاه حضرت شاد | تویی وزیر خدیو دکن کشن پرشاد
تویی که اوج رفیع ترا سپهر اساس | تویی که عزم بلند ترا فلک بنیاد

توئی کہ روے تو دیباچہٴ صحیفہٴ حسن
توئی کہ نام تو سرنامہٴ کتاب رشاد

توئی کہ دست سخایت ہمیشہ شد بہ کسے
توئی کہ عقدہٴ رایت زکس نیافت کشاد

توئی کہ شخص ترا راست شد قبای جلال
توئی کہ چرخ نہ بفرقت کلاہ فضل نہاد

توئی بہ برج شرافت یگانہ در شرف
توئی بہ برج امارت چو مہر نور سواد

توئی کہ از تو قوی گشت بازوی دولت
توئی کہ از تو مسلم طریق نصفت و داد

توئی کہ نغمہٴ شادی ز نام تو جوشد
توئی کہ از قدمت دہر شد طرب آباد

توئی کہ از تو نہال امید بار آور
توئی کہ از تو شگفتہ گل ریاض مراد

توئی کہ گلشن علم از تو یافت سرسبزی
توئی کہ ہست ز تو خانہ ہنر آباد

توئی کہ بودی صد چند قدردان حبیب
توئی کہ ضامن یکچند از تو خواہد داد

مراست حال آن داغ دل ز دست فلک
کز آن بجان حزین یک سقر شرر افتاد

مراست شیشہ بہ پہلو کہ ریزہ ریزہ بود
ز سنگ جور گردون سفلہٴ کیاد

مراز حسن کمال است آن متاع عزیز
کہ ہم ز پیرزنی قیمتش نہ شد امداد

نبودہ ام بہ ہنر کمتر از فلان و فلان
ولے نکرد بزیر و نہ شہریارم یاد

بہ بارگاہ تو ام بار چون نصیب شدی
کہ غیر سفلہ نہ پرورد چرخ سفلہ نہاد

بجبر رخت ببستم ز پاے تخت دکن
کہ شاید از غم ناقدریش شوم آزاد

کنون بصورت کالا فروش آمدہ ام
کہ تا متاع مرا قیمتے کنے امداد

بجز تو کیست دگر مشتری جنس ہنر
روا مدار کہ از درگہت روم ناشاد

تو شاد باشی و از شادیت جہان خرسند
مدام لطف و عنایات شاہ باد زیاد

نہال عمر تو سرسبز باد تا بہ ابد
جمال بخت تو چون صبح عید نو سواد

دعاگو ضامن ابن حبیب کنتوری

حکیم افلاطون[1]

یہ اُس حکیم کا تذکرہ ہی جسکے نام سے ہر بوڑھا بچہ عالم و جاہل واقف ہے لیکن اُن خلاف و ناممکن الوقوع حکایات سے ہمین کچھ بحث نہین جو غیر تاریخ دان اُسکی طرف منسوب کرتے ہین بلکہ وہ اُمور لکھنا منظور ہین جو صرف واقعات ہین حکیم افلاطون نے بچپن سے جوانی تک یعنی بیس[2] سال کی عمر تک علم ادب و شاعری کی تکمیل کی اسکے بعد دیگر علوم کی تحصیل مین مصروف ہوا - ایک روز اتفاقاً وہ سقراط کے اسکول مین چلا گیا - سقراط اسوقت شاگردون سے مذمت شاعری بدلائل معقول بیان کر رہا تھا اور کہتا تھا کہ بھلا ہو اس شاعری کا کہ انسان کو دیگر علوم کے سیکھنے سے باز رکھتی ہی - اس تقریر سے افلاطون کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ شاعری سے دل پھر گیا اور فوراً سقراط کی شاگردی قبول کی - پانچ سال تک برابر پڑھکر تمام علوم حکمت اُس سے حاصل کیے افلاطون کی ذہانت سے سقراط جس قدر اُس سے محبت کرتا تھا اُسیقدر افلاطون بھی اپنے اُستاد کا خیرخواہ تھا بعد وفات

---

[1] افلاطون کے معنی یونانی مین عام منفعت و سبا، علم کی ہین اسکو افلاطن - فلاطون - فلاطن بھی کہتے ہین حضرت عیسی علی نبینا و علیہ السلام سے چارسو تیس برس پہلے شہر ایتھنیہ دارالخلافت ملک یونان مین پیدا ہوا اور اسی برس کی عمر مین راہی ملک عدم ہوا اسکے باپ کا نام ارسطن تھا جو یونان کے نامور امیرون مین شمار کیا جاتا تھا اور اسکا نسب حکیم اقلیبوس اول سے ملتا ہی افلاطون کی مان نسل سولن سے تھی جو سلطنت یونان کا واضع قوانین تھا جسکا نام مجالس تعلیمیہ مین ابتک نہایت تعظیم سے لیا جاتا ہی -

[2] اسوقت تک حکیم افلاطون مصوری اور شاعری مین یکتا سمجھا جاتا تھا تعلیم کی بطور امیرزادون کے ہوتی تھی ورزش کا بھی ازحد شوق تھا -

سقراط افلاطون نے جاکر حکیم فیثاغورث سے تحصیل علوم کی سقراط کی شاگردی سے پہلے مسائل حکمت مین وہ حکیم ایرقلیطوس کا پیرو تھا جب سقراط کا شاگرد ہوا تو محسوسات مین حکیم ایرقلیطوس۔ معقولات مین حکیم فیثاغورث اور تدبیر مین سقراط کا پیرو ہو گیا پھر واپسی مصر کے بعد اثینہ مین دو اسکول قایم کرکے وہ عام لوگونکو تعلیم دیتا رہا بعد چند روز کے ایران چلا گیا اور آتش پرستون کے مذہب سے واقفیت حاصل کی اس قصد مین بھی تھا کہ ہندوستان جاکر ہندوون کے مذہب اور علوم سے واقفیت حاصل کرے مگر بہ سبب اسکے کہ اس زمانہ مین ممالک شرقیہ مین ہر طرف جنگ وجدال کی آگ روشن اور نہایت بے امنی تھی قصد ملتوی کیا۔ حکیم افلاطون کو علم ہندسہ سے اسقدر دلچسپی اور عشق تھا کہ انہنے اپنے اسکول کے دروازہ پر یہ کلمہ لکھدیا تھا کہ جو کوئی ہندسہ نہ جانتا ہو وہ ہمارے اسکول مین نہ آئے۔

یون تو افلاطون کے شاگرد بہت تھے مگر دو اُنمین سے بہت ہی لائق اور سربرآوردہ تھے ایک کسانوقراطیس جو اثینہ مین بمقام اقادیمیا لوگونکو پڑھایا کرتا تھا دوسرا بلوقین[1]۔

مسائل حکمت مین افلاطون کا بیان بھی پیچیدگی سے خالی نہوتا تھا لیکن اوسکے بعد ارسطاطالیس نے البتہ نہایت توضیح اور تشریح کے ساتھ لوگون کو علوم حکمت بتائے سمجھائے مذہب کے متعلق افلاطون کی بھی وہی راے تھی جو اوسکے

---

[1] یہ حکیم ارسطاطالیس کا دوسرا نام ہے لیکن کسانوقراطیس سے ذہانت اور خوش بیانی مین بہت بڑھا ہوا تھا بلکہ کہا گیا ہے کہ حکیم افلاطون کا نام اسی سے روشن ہوا۔

لائق[1] استاد حکیم سقراط کی تھی لیکن بغرض حفاظت وہ اپنی اعتقادات ظاہر نہین کرتا تھا کیونکہ اسی مذہب کی بدولت سقراط کے ساتھ جو سلوک ہوا تھا یہ دیکھ چکا تھا افلاطون قدامت عالم کا قائل تھا لیکن باختلاف بعض مورخین حدوث عالم کا اور بقول بعض تذبذب مین تھا کبھی عالم کا قدیم ہونا ذہن مین آتا کبھی اُسکے حادث ہونے کے دلائل خیال مین گذرتے تھے واقعی اگر غور کیا جاے تو مسئلہ ہی ہی نازک و پیچیدہ[1]—

افلاطون نے باختلاف اقوال اسی یا اکیاسی برس کی عمر مین انتقال کیا وہ معتدل القامت گندمی رنگ تھا اعضا نہایت درست اور متناسب رخسار و نپر بال کم تھے ٹھوڑی کی بائین جانب ایک تل — خوش بیان و خلوت پسند — خوف خدا سے اکثر رویا کرتا تھا اُسکی مُہر پر کندہ تھا کہ متحرک کا ساکن ہونا بہ نسبت متحرک ہونے ساکن کے بہت آسان ہی[2]—

افلاطون کی تصنیفات

حکیم افلاطون نے مختلف علوم مین متعدد کتابین اور ہر کتاب مین متعدد مقالی لکھے ہین جنکی تعداد چھوٹی بڑی ملاکر (۵۶ یا ۵۶) تک بیان کی گئی ہی وہ عموماً اپنی کتابون کے چار حصہ کرتا ہے جسمین ہر حصہ کی غرض خاص اور چارون ملاکر ایک غرض عام پیدا ہوتی ہی نام ہر حصہ کا الگ ہی

---

[1] گو آجکل ایک بڑے گروہ کا عالم قدیم ہونے پر اتفاق ہی لیکن ہمکو اس مقام پر فلسفانہ حجت پیش کرنا منظور نہین نہ مقصود اس کتاب سے انفصال ایسے امور کا ہی —

[2] عیون الانبا صفحہ ۵۳ تا ۵۴ جلد اول و روضتہ الصفا جلد اول صفحہ ۲۰۵ —

تفصیل حسب ذیل ہے۔

کتاب[1] السیاست المدنیہ۔ کتاب[2] احتجاج سقراط۔ کتاب[3] فی النفس۔
کتاب[4] طیماوس الروحانی جسمین عالم ثلثہ کی ترتیب کا بیان ہے۔ کتاب[5] طیماوس
الطبعی۔ چار مقالون مین اسمین عالم طبیعت کا بیان ہے۔ کتاب[6] الاقوال
الافلاطونیہ۔ کتاب[7] اوتقرن۔ کتاب[8] اقراطیلن۔ کتاب[9] قراطلس۔ کتاب[10]
ثاطیطس۔ کتاب[11] سوفسطس۔ کتاب[12] مولیطقوس۔ کتاب[13] قیبیادس الاول۔
کتاب[14] قیبیادس الثانی۔ کتاب[15] برنینیدس۔ کتاب[16] قلیس۔ کتاب[17] جبوبین
کتاب[18] ابرخس۔ کتاب[19] ارسطامی الفلسفہ۔ کتاب[20] ثاآجیس فی الفلسفہ
کتاب[21] اوثودیموس۔ کتاب[22] لاخس۔ اسمین شجاعت کا بیان ہے۔ کتاب[23]
سوسیس۔ کتاب[24] افروطاغورس۔ کتاب[25] غورجیاس۔ کتاب[26] مالون۔
کتاب[27] مسیمیان ابیا۔ کتاب[28] ابن۔ کتاب[29] افریطیاس۔ کتاب[30] مینس۔
کتاب[31] اقینوسس۔ کتاب[32] منکساس۔ کتاب[33] فلیطیقون۔ کتاب[34] الفسلفی۔

۱؎ فلاطون نے یہ دونون کتابین اپنے شاگرد طیماس کے لیے لکھی تھین جو اُسکے نام
سے موسوم ہوئین کتاب طیماوس الطبعی کے لکھنے سے غرض یہ نہین کہ علم طبعی کے کل مسائل
ایک جگہ جمع ہو جائین۔ حکیم جالینوس نے اپنی کتاب آرائے السقراط مین بیان کیا ہے
کہ افلاطون کی کتاب طیماوس کی لوگون نے بہت سی شرحین لکھی ہین مگر اصل مطلب
کی توضیح اور تشریح بہت کم ہے۔ واقعی ایسا ہی ہے بلکہ مین کہتا ہون اکثر مطالب
کسی نے سمجھے تک نہین جالینوس نے البتہ اپنی کتاب مین جسکے چار مقالے ہین کتاب
طیماوس کے اُس حصہ کی جسمین علم طب کے مسائل ہین نہایت عمدہ شرح لکھی ہے
عیون الانباء جلد اول صفحہ (۵۳)۔

کتاب النوامیس۔ اسمین بارہ کتابین ہین جسمین فلسفہ بیان کیا گیا ہے۔ کتاب فیما ینبغی۔ کتاب فی الاشیاء العالیہ۔ کتاب حرمندس۔ اسمین عفت کا بیان ہے۔ کتاب قدروس۔ کتاب المناسیات۔ کتاب التوحید۔ کتاب فی النفس والعقل والجوہر والعرض۔ کتاب الحس واللذت۔ اسکا ایک ہی مقالہ ہی۔ کتاب تادیب الاحداث۔ اسمین کم سن لڑکون کے لیئے وصیتین ہین۔ کتاب معانیۃ النفس۔ کتاب اصول الھندسہ۔ کتاب المنی۔ اس کتاب کو موفق الدین بغدادی نے مختصر کیا اور ترتیب دیا ہی۔

فلاطون کی نصیحتین[1]

کمال انسان کی شناخت یہ ہے کہ اپنی مذمت سنکر غضبناک نہو۔ نہ تعریف سنکر مغرور اور امور نیک مین تکلف کو راہ ندے۔

اللہ تعالی نے دو کان اور ایک زبان اسلیئے دی ہی کہ آدمی سنے زیادہ اور بات کم کرے۔

جو حکیم آدمیونسے کنارہ کش ہو اسکی صحبت اختیار کرو اور جو صحبت پسند ہو اس سے تم کنارہ کرو۔ جو شخص دوسرونکو ہدایات نیک کرے اور خود اسکا عامل نہو مثل اسکے ہے کہ روشنائی پاس رکھتا ہی دوسرونکو مستفید اور اپنے تئین محروم کرتا ہی۔ بادشاہ عادل ہو یا ظالم اراکین بھی اسی کے مثل ہو جاتے ہین۔ تمثیل اسکی یہ ہی کہ بادشاہ مثل دریاے عظیم کے ہے

---

[1] عیون الانباء جلد اول صفحہ (۸۰) و روضۃ الصفا جلد اول صفحہ ۲۰۵۔۲۰۶۔

جس سے چھوٹی چھوٹی نہرین اور چشمے جاری ہوتے ہین - اگر دریا میٹھا ہی تو چشمہ بھی میٹھا ہوگا - اور دریا کھاری ہی تو چشمہ بھی کھاری ہوگا - جسکی عقل کامل ہوگی اسکی حرص وشہوت ناقص ہوگی - جس شخص کو غصہ زیادہ ہو اُس سے لڑنا حماقت ہی کیونکہ اور بھی اسکا غصہ زیادہ ہوتا جائیگا - اگر کوئی کسی کو کچھ زیادہ دینا چاہے تو اسکے سوال کرنے کی نوبت نہ آنے دے - اگر کسیکے اخلاق و عادات دریافت کرنا ہو تو کسی امر مین اُس سے مشورہ کرے ظاہر ہو جائینگے -
آدمیون مین ضعیف النفس وہ ہے جو اپنا راز نہ چھپا سکے قوی النفس وہ ہی جو غصہ کو اپنے اوپر غالب نہونے دے - صابر وہ ہی جو فقر و احتیاج مین مستقل ہے اور قانع وہ ہے جو روزی کی مقدار معین پر شاکر ہے -
جو کوئی سلطنت یا ملک کے فائدہ رسانی کا ساعی ہو اُسے پادشاہ پر احسان نکرنا چاہیئے -
دشمن کی بات اسطرح بیان کر کہ تیرا جھوٹ نہ ثابت ہو -
کلام اسی کا سامع پر موثر ہوگا جسکی نیت بخیر ہو -
کمال عقل کی علامت یہ ہی کہ عالی ہمتی سے دشمن کو دوست سمجھے -
عدل و انصاف کی ایک ہی صورت ہی اور جور و ظلم کی مختلف - اسلیئے عدل مشکل سے حاصل ہو سکتا ہی اور ظلم آسانی سے مثلاً تیر اندازی مین نشانہ مارنا یا خطا کرنا دونون صورتین ہین چونکہ نشانہ مارنا تعلیم و محنت سے متعلق ہی اسلیے مشکل ہی اور خطا کرنا جو محتاج تعلیم نہین آسان ہے -
مخزن عقل یہ ہی کہ خواہشات نفسانی پر غالب رہے کیونکہ نفس عقل کا محتاج ہی اور خواہشات انسان کو زمانہ کا غلام بنا دیتے ہین - نصیحت بکارت نکرنا چاہیے کہ سننے والا بدظن ہو جائے - جو بحالت تونگری اپنا غضب سے

مسلوک نہین ہوتا وہ بجائت افلاس اُنکی نظرون مین ذلیل سمجھا جاتا ہے-

انتہائے ادب یہ ہی کہ سب سے زیادہ آدمی اپنی نفس سے حیا کرے

آدمی کو کسی کام کے تمام کرنے مین جلدی نکرنا چاہیے بلکہ ساتھ خوبی کے انجام دہی کی فکر کرے کیونکہ یہ کوئی نہین پوچھتا کہ یہ کام کتنی مدت مین ختم ہوا بلکہ پوچھا جاتا ہے اسمین کیا صنعت ہی-

شریف کے ساتھ احسان کرنے مین اُمید معاوضہ ہی بخلاف کمینہ کے-

شریر نیکونکی صحبت سے گریز اور ہمجنسونکی صحبت اختیار کرتے ہین جسطرح مکھیان غلاظت پر مائل اور صفائی سے کنارہ ہوتی ہین-

جب کوئی اپنے سے زیادہ علم والے سے ہم کلام ہو تو چاہیئے کہ مختصر الفاظ مین ادا سے مطلب کرے اور جب کم علم والے سے کلام کرے تو شرح وبسط کے ساتھ- آئینہ دیکھنے مین دو فائدے ہین اول یہ کہ اگر دیکھنے والا درحقیقت خوبصورت ہی تو فضول آرایش چہرہ سے باز رہے گا اور اگر بدصورت ہے تو آرایش کو بےفائدہ سمجھیگا-

شریر کی صحبت نیک طبیعت پر بھی اثر کر جاتی ہے گو صریحًا اوسکا اثر معلوم نہوتا ہو مگر درحقیقت اسکا اثر اندر ہی اندر ہوتا رہتا ہی لہذا ہمیشہ کراہت لازم ہی- اُمید ایک دھوکا دینے والی چیز ہے -

رعایا کی خواہشات بادشاہ کی خواہشات سے متفق ہوتی ہین-

مشورہ سے مستشار کی طبیعت والے کا اندازہ معلوم ہوجاتا ہی

فضائل کی ابتدا اکثر خراب و سخت ہوتی ہے لیکن انجام ہمیشہ بہتر و فرحت انگیز ہوتا ہے برخلاف رذائل کے کہ انکی ابتدا و انتہا دونون خراب ہوتی ہین- انکے زمانہ مین ذہین آدمیونکو غائب کرنا بھی اوجاسن تاتھ مین

آدمی زبان کو غائب کرتے ہین۔ افلاطون سے کسی نے پوچھا تو نے علم کیونکر اور کس وقت مین حاصل کیا کہا جس عرصہ مین تو مشغول شراب خواری رہتا تھا مین چراغ جلا کر پڑھا کرتا تھا۔ فلاطون نے کہا تین آدمیون کے حال پر مجھے بہت تاسف ہوتا ہے ایک وہ تونگر جو مفلس ہو جاے۔ دوسرے وہ معزز جو ذلت مین مبتلا ہو تیسرے وہ عالم جسکے حال پر جاہل تک افسوس کرے کسی نے پوچھا اپنے نفس پر کون شخص زیادہ ظلم کرتا ہی۔ کہا جو اپنی قدر نہ پہچانے اور اُس شخص کی تواضع کرے جو خود اسکی تعظیم و تکریم نکرتا ہو یا اُس شخص کی تعریف کرے جو اُسکے کمالات سے بیخبر ہو۔ کسی نے پوچھا آدمی بڑھاپے مین حریص کیون ہوجاتا ہی۔ کہا اس خیال سے کہ مرگ قریب ہی اور مال دوسرے لے لینگے۔ کسی نے پوچھا وہ کونسا ہنر ہی جو حکیمون کے لیے عیب ہو۔ کہا یہ وہ حالت ہے کہ جب بوے حکمت ہم کسی امر کو بیقرار ہو کر کہہ ڈالین اور وہ خلاف ناموس شریعت ہو۔ پھر پوچھا حکیمون کے لیے موجب خواری کیا ہی کہا جاہلون کی صحبت

فلاطون کی حالت نزع مین کسی نے پوچھا کہ دنیا مین تیری زندگی کیسی تھی کہا مین نے دنیا مین مضطربانہ قدم رکھا۔ جدائی مین زندگی کٹی بجبر یہان سے جاتا ہون اور جانتا ہون کہ کچھ نہین جانتا۔ کسی نے پوچھا تدبیر سلطنت کے لیے کون شخص مناسب و مستحق ہی کہا جو اپنے نفس کی تدبیر اچھی کرتا ہو۔ کسی نے پوچھا تمام عیوب سے کون شخص بری رہ سکتا ہے کہا جو عقل کو امین فہم کو وزیر نصیحت کو عنان صبر کو ہادی اعتصام کو مددگار خوف خدا کو ہمنشین اور موت کو اپنا انیس بنائے۔

(اقبال علی)

امیر و فقیر

پھرتے ہین برہنہ جسم کالے کالے کاندھے پہ جو صرف ایک کمل ڈالے
سمجھین گر قوم کے دوشالے والے ہشیار ذہ کسب ہنر ان مین بھی

تمام جرایم مین شقاوت ایک ایسا جرم ہی جسپر ہر شخص کو ملامت کرنے کا حق حاصل ہے۔ اسپر بھی ایک حالت ایسی ہی جسمین رہ کے لوگ اسکے مجرم ہوتے ہین۔ یہ حالت اسوقت پیدا ہوتی ہی جب انسان دنیاوی ثروت کو اُس سے زیادہ وقعت دیتا ہی جسکی وہ مستحق ہے۔ ایک محاورہ ہی کہ فلان "خوش حال ہے" یعنے امیر ہے، دولتمند ہے۔ اور فی الحقیقت اگر دولت کا مصرف عمدہ ہو اور صاحب دولت اس ذریعہ سے صفات حسنۂ ممکنہ کی تکمیل مین کوشان رہے تو دولت سے بڑھکر اور کونسی چیز خوش حالی کا موجب ہو سکتی ہے۔ اگر خوشحال آدمی سے مراد ایسے شخص سے ہو جو اپنی مقبوضہ دولت کے اعتبار سے منصف، رحمدل، اور فیاض ہے تو بلا شبہہ نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھے جانے کا مستحق ہی۔ لیکن جب دولت کا مصرف محض نمایش اور تن آسانی کے لیئے کیا جاے تو اسکو دولتمند ہونا ہرگز عزت و توقیر کا مستحق نہین بناتا اور نہ خوش حال کا لقب اسکے لیے موزون ہو سکتا ہی۔

کسی مخلوق میں جو بھوک اور پیاس کے شدید ہونے سے پہلے اسکی روک نہ کرنے سے انتہا ے تکلیف کو محسوس کر سکتا ہی، اس سے بڑھکے اور کیا شقاوت ہو سکتی ہے کہ ان مشترکہ حوایج انسانی کو اسطرح بھلا دے کہ غریب اور حاجتمند کیطرف کبھی اسکی نظر ہی نہ جائے۔ وہ شخص جو جہاز کو چٹان سے ٹکراتا ہوا دیکھکر خود جان بچا کے بھاگا اور اپنے ساتھیون کو

ننگ اجل کا شکار ہونے کے لیے چھوڑ گیا نہایت قابل نفرت خیال کیا گیا! پھر
کیا وجہ ہی کہ ہر ایسا شخص، جو خود تو اپنے حوائج کو بہ فراغت انجام دے اور
دوسروں کے فقر و فاقے کی بھی پروا نہ کرے، اس سے بدتر نہ سمجھا جاسے۔
جب کوئی شخص دولت و ناداری کے یہ کرشمے دیکھتا ہی کہ ایک آدمی نہایت
تزک و احتشام کے ساتھ شاندار سواریوں مین لدا ہوا راستہ سے گذرتا ہے
اور اُسکے ادنیٰ ادنیٰ خدمتگار برابر سے گذرنے والے پا پیادہ اور پھٹی حالت
کے راہ گیرون پر فخر و مباہات کے ساتھ حقارت آمیز نگاہین ڈالتے ہوئے
جاتے ہین، اور اسی راستہ مین اسی خلقت کا ایک اور ذی روح گرسنگی اور
برہنگی کے ہاتھوں سے عاجز اور مجبور ہو کے طرح طرح کے واسطے دلا دلا کر
اپنی حالت زار کی طرف اسکو متوجہ کرنا چاہے، تو بہ مشکل باور آئے گا
کہ یہ دونوں ایک ہی نوع کی مخلوق ہین۔ مگر ہے ایسا ہی کہ دولت کے
خیال نے ہمارے دلون کو اچک لیا ہی، اور ہمارے ذہنون مین
ناداری و دولتمندی۔ گنہگاری و بیگناہی کے ہم معنی ہین۔ اور یہی
خیال ہے جو دنیا مین ہمکو نہ کچھ کرنے دیتا ہے اور نہ آیندہ کچھ کرنے
دیگا۔
ایڈیٹر

رنج و مصیبت انسان کی فطرت مین رکھی ہوئی چیز نہین۔ رنج و
مصیبت انسان کی کمائی ہوئی چیز ہے۔ رنج و مصیبت قوائے خداداد
کے بیکار کرنے، قوائے خداداد کے نامناسب استعمال، قانون قدرت کے
خلاف عملدرآمدی، قانون قدرت کی غلط فہمی کا نتیجہ ہے۔
احسان اللہ

آوارۂ وطن

(گزشتہ اشاعت سے آگے)

ای دل بس یہ خیال کر دور — نظارہ اب اور ہی ہی منظور

چل سیر وہان کی تجکو دکھلائین — عبرت کے جہان سے کچھ سبق پائین

طوفان سے جہان مجادلہ ہی — بیٹھر سے جہان معاملہ ہے

پیدا کرتے نہین جو کہسار — کچھ جز فولادِ مردِ جرار

میدانو نمین کھیت ہی نہ کیاری — سبزے کی قبا سے کوہ عاری

محرومِ قدومِ موسمِ گل — وارستۂ دامِ زلفِ سنبل

ہان گانو نسے بروسکے ہی گریز — دامان مے مین باد تیغ بیز

ہے صرصر تند - تیغ سر تیز — طوفان بلا ہے فتنہ انگیز

جھلکی سی شہاب ہین دکھاتے — پر ابر فلک پہ گاہے گاہے

بااین فقدانِ عیش و راحت — یہ ملک ہے مایۂ شرافت

وہ قوم سوِس یہان ہی آباد — ناشاد یو نمین بھی جو ہی دلشاد

ہے سایۂ دامنِ قناعت — اصلی پیرایۂ مسرت

سب کلفت مرزبوم اسی سے — ہو جاتی ہی بدل خوشی سے

یان بھی ہی اثر اسی کا پیدا — چہرون سے ہی خوشدلی ہویدا

ہر چند ذلیل و پست گھر ہین — قصر ہمت رفیع تر ہین

گو نعمتون سے ہی خوان خالی — نیت سیر اور نظر ہی عالی

جو ہی وہ ہی اپنے حال مین مست — سچ ہی کہ گدا ہی کمال مین مست

گر قصر بلند کوئی بستہ ++ ہمسایہ میں اسکے آسمان سا
یا مائدۂ چین خوان الوان ہوتا کوئی امیر ذی شان
اسوقت یہ کلبۂ محقر اور طعمۂ خشک و طمع شکر
ہوتی سبب ندامت اسکو رکھتے پابند کلفت اسکو
لیکن یہ نشانہ محنت ناواقف رسم و راہ عشرت
قانع ہے اسی پہ جو ہے حاضر خوان فطرت سے جو ہوا ایصال
ہے حالت سرزمین ہی جیسی یہ رکھتا ہے خواہشیں بھی ویسی

دیکھو وہ ہنسی خوشی سویرے اُٹھا راحت کی نیند سو کے
ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا سحر کی ہے روح کو تازگی جو دیتی
گھر سے نکلا ہے منھ اندھیرے رُخ ہے دریا کی سمت پھیرے
یوں چلتا ہے کودتا اچھلتا جیسے ہے زمین کا دل دہلتا
لہری کو جو آ گئی ہے کچھ لہر ہے بہر شکار مائل سحر
بیٹھا اسی فکر میں ہے مدہوش پھانسے کوئی ماہی زرہ پوش
یا نسے جو اچاٹ کچھ ہوا دل پھر جوتنے بونے پر دھرا دل
نکلا لیکر کدار پھاورا جیسے ہو پہاڑ پارہ پارہ
کرکے جگر زمین کو صد چاک کی جنس ملی جوا نہ خاک
گاہے لی راہ دشت و صحرا وحشی کوئی صید کرکے لایا
دن کے لیے جب رہا نہ کچھ کام راحت کا پیام لائی پھر شام
پھر اسکا وہ کلبۂ محقر حق میں ہوا اسکے قصر قیصر
یہ گوشہ امن و صحبت خاص ہے شہر وفا جہان اخلاص

ہی صدر مین آپ جلوہ آرا ۔۔ اور سامنے گلشن تمنا
سب ہین گل بوستان اُمید ۔۔ تازہ جنسے ہی جان اُمید
اک اک پہ نظر گڑی ہوئی ہی ۔۔ چھاتی ہے پہاڑ دل قوی ہی
ہی پھولون پہ انگی مسکراتا ۔۔ پھولا نہین جامہ مین سماتا
اور اسکی شریک عیش و آرام ۔۔ محبوبۂ دلربا دل آرام
اک سمت ہی اہتمام مین محو ۔۔ خوش ہی کہ ہی اسکے کام مین محو
ہو وقت طعام ۔ چنتی ہی میز ۔۔ آنکھین ہین مئی وفا سے لبریز
کھانا نہین گو تکلفون کا ۔۔ ہر شے سے نمود ہے سلیقہ
قسمت سے کچھ آ گئے ہین مہمان ۔۔ رونق افزاے بزم یاران
ہی وا در قصۂ و حکایت ۔۔ دہ چند ہوا ہی لطف صحبت

(باقی آیندہ)

ضامن کنتوری

انسان تمام خوشیون اور تمام فائدون سے متمتع ہونے کا اسیوقت مستحق ہے جب وہ اپنے قانون وجود کی جسکو بہ عبارت متعارف خدا کا حکم کہتے ہین، پوری پوری تعمیل کرے۔

(احسان اللہ)

جبکہ اعمال قبیح فطرت کی رو سے قبیح ہین اور اعمال حسنہ فطرت کی رو سے حسن ہین، تو کبھی قبیح حسن اور حسن قبیح نہین ہو سکتے۔

(سرسید م)

ہماری دو رخی زندگی

واعظاں کین جلوہ بر محراب و منبر میکنند
چون بخلوت میروند آن کار دیگر میکنند

ہمارے سن رسیدہ و برگزیدہ ریفارمر اور ہماری قوم کے تعلیم یافتہ نوجوان پبلک اسٹیجوان پر کھڑے ہو کر کیا کچھ گل افشانیان نہین کرتے، مٹتی ہوئی اُمت مرحومہ کا وجود دنیا مین قایم رکھنے کی کیسی کیسی تدبیرین نہین بتاتے، اور کیا کیا اسباب اسکے تنزل اور روبہ فنا ہونے کے نہین بیان کرتے ہین مگر شاید اسپر بہت ہی کم لوگ غور و فکر کرنیوالے ملینگے کہ دراصل ہماری دورخی معاشرت ہماری ترقی کی سنگ راہ بنی ہوئی ہی۔ جسطرح دنیا مین کوئی انسان حقیقتاً کامیاب زندگی نہین بسر کر سکتا جب تک اسکی وضع و کردار اور رفتار و گفتار مین نیک چلنی اور نیک نیتی کے ساتھ یکسانیت نہو، اسیطرح کوئی جماعت من حیث الجماعۃ دنیا مین کامیابی کے ساتھ اپنا وجود قایم نہین رکھ سکتی جبتک اسمین نیک اور باوضع لوگون کا عنصر غالب نہو۔

اگر ہمسے کوئی یہ سوال کرے کہ نیک چلنی اور وضعداری کیا چیز ہی تو شاید ہمارا جواب ناکافی ہوگا۱۔ ہم کسی خاص طرز روش کو مشکل سے نیک چلنی اور وضعداری کے مفہوم مین داخل کرنے کا حق پاسکینگے۔ اسلیے کہ دنیا کے تمام کاروبار ایک حد تک اعتباری ہین چاہے دینی ہون یا دنیاوی۔ ایک رسم جو ایک ملک اور ایک گروہ مین مذموم خیال کی جاتی ہی دوسرے ملک اور دوسرے گروہ مین ممدوح ہے۔ کبھی یہ بتا مین مرز بوم و حوالیات کے اختلاف کے

---

۱ اشیاے گرد و پیش ۱۲

اثر سے ہوتا ہی اور کبھی مخالف عادات کے باعث سے لیکن نتیجہ دونوں حالتون مین ایک ہی ہی۔ بریں ہم نیکی اور بدی کو بالکل اعتباری سمجھ لینا بھی غلطی سے خالی نہین۔ یہ بات ہرگز سکوت کے ساتھ باور کر لینے کے قابل نہین کہ ایک فعل جسکو ایک کے مقابلے مین دنیا اچھا کہین خواہی نخواہی اچھا ہی ہوگا۔ عملدرآمد تو بیشک یہی ہی اور امن بھی اسی مین ہی کہ جو کچھ ہماری سوسائٹی کہتی ہی ہم بھی وہی کہین۔ لیکن یہ معیار کوئی صحیح معیار نہین ہی اور نہ یہ کوئی عقل کی بات ہی کہ ایک اچھا بھلا صحیح الدماغ آدمی کسی مزدوری یا مجبوری سے پاگل خانے مین داخل ہو تو خود بھی پاگلون کی سی حرکتین محض اس خیال سے کرنے لگے کہ اسکے افعال اس احاطے کے رہنے والون کے افعال سے مطابقت کھا سکین۔ اسلیے نیک چلن اور وضعدار اسی شخص کو کہنا چاہیئے جو ہر حالت مین اپنے حواسون پر قدرت رکھتا ہو۔

اس موقع پر یہ اعتراض عاید ہو سکتا ہی کہ حواسون پر قدرت رکھنا نیک چلنی اور وضعداری کی دلیل کیونکر ہو سکتا ہی جبکہ یہ امر راتدن مشاہدے مین آتا رہتا ہے کہ صدہا صحیح الدماغ کے آدمی جان بوجھکر افعال ذمیمہ کے مرتکب ہوتے ہین۔ جواب یہ ہی کہ مذموم فعل کا ارتکاب خود ہی اس بات کا ثبوت ہی کہ فاعل کا مزاج کم سے کم ارتکاب فعل کے وقت ضرور ہی جادۂ اعتدال سے ہٹا ہوا تھا۔ اسلیے کہ کسی فعل کا ممدوح و مذموم ہونا محض اسکے منافع و مضار کی کمی و بیشی پر منحصر ہی اور جو شخص اپنی ذات کو اور اس وجہ سے اپنی سوسائٹی کو یا اسکے برعکس سوسائٹی کو اور اس وجہ سے اپنی ذات کو نقصان پہونچانے کی کوشش کرتا ہے اسکی نسبت کبھی یہ نہین کہہ سکتے کہ وہ اپنے حواسون پر قادر ہے۔

علماے اخلاق نے ملکات میں، چاہے وہ ملکوتی ہون یا بہیمی، اعتدال قایم رہنے کو حسن خلق سے تعبیر کیا ہی۔ سخاوت بڑھکر اسراف ہوجاے یا گھٹکر خست، دونون طرح سے مذموم ہی۔ جرأت افراط سے تہور اور تفریط سے جبن ہوجائے، دونون حالتین بُری ہین۔ حالانکہ سخاوت اور جرأت قابل تعریف صفتین ہین بشرطیکہ حواسون پر قدرت رکھکے انکا استعمال کیا جانے اور حد اعتدال سے متجاوز نہونے پائین۔ ہم دیکھتے ہین کہ یہی اعتدال ہماری قوم کے افراد مین شاذونادر پایا جاتا ہی۔ ہمسے اچھے کام ضرور ظاہر ہوتے ہین مگر ہم اچھے کام کرتے نہین ہین۔ اسلیئے کہ ہم جو کچھ باہر دکھائی دیتے ہین اندر سے وہ نہین ہوتے۔ ہم بیرونی سوسائٹی مین اپنے تئین خوش اخلاق ظاہر کرنا چاہتے ہین مگر دراصل وہ سب بناوٹ ہوتی ہے اور ہمارے اخلاق۔ جیسا کہ خلق کی تعریف مین صرف وہی فعل داخل کیا گیا ہی جو عادتاً انسان سے سرزد ہوتا ہو۔ بالکل اسکے مغایر ہوتے ہین۔ جسوقت تک ہم گھر کے اندر رہتے ہین ایسا جامہ پہنے رہتے ہین جسکو باہر قدم رکھتے ہی اُتار دینا پڑتا ہے۔ یہ عیب ہی اور ایسا عیب ہی جو ہمیشہ ہماری ترقی کے راستے مین مزاحم رہیگا۔

جو لوگ ترقی کا وعظ کہتے ہین یا جو لوگ مہذب بنتے ہین بلکہ اظہار تہذیب کے دلدادہ ہین انکو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ سیلف میڈ جنٹلمین[1] بننے سے سوا اسکے کہ جتنی دیر گھر سے باہر رہین تھیٹریکل پیریڈ[2] کی ہوا مین بلند پروازیان کرلین

---

[1] وہ شریف آدمی جو بنا ہوا شریف یعنی جسکا لباس شریفانہ مگر کردار اسکے برعکس ہو۔ [2] مستعار عزت جیسے ایک کم حیثیت شخص کو ناٹک مین کسی بادشاہ یا معزز و ممتاز آدمی کا لباس پہنکر چند ساعت کے لیئے ہوجاتی ہی۔

حقیقی تہذیب تک ہرگز نہین پہونچ سکتے تا وقتیکہ اپنے اخلاق کو پیمانۂ اخلاق مین پورا پورا نہ اُتار دین اور اسکی کوشش نہ کرین کہ انکے افعال و کردار ظاہر و باطن خلوت و جلوت ہر حالت مین بلا خیال نمایش یکسان نیک چلنی اور وضعداری کا پہلو لیئے ہوے ہون۔ خلاصہ یہ کہ ہمکو، اگر ہم تہذیب و ترقی کے زینے پر قدم رکھنا چاہتے ہین۔ سب سے پہلے اپنی موجودہ دو رخی زندگی کو بدلنا ہوگا:۔

آپ کہینگے کہ وہ **دو رخی** زندگی کیا ہی جسکی وجہ سے نہ مایا ملتی ہی نہ رام، نہ ہم مہذب ہین نہ غیر مہذب، ایک حالت ہی جو الفاظ مین ظاہر نہین ہو سکتی اور جس سے خود ہمکو بھی کوئی آرام و آسایش حاصل نہین ہو سکتی ہماری بڑی جد و جہد یہ ہوتی ہے کہ بیرونی اثرات مثلاً تعلیم، دولت، اور پوزیشن (دنیوی ہو یا دینی) کے پردے مین اُس اندرونی کثافت کو چھپائین جس سے ہمارے بطون آلودہ ہین۔ مگر کیا یہ ممکن ہی؟ نہین۔ انسانی اخلاق کے آئینہ کو حقیقی جلا دینے والی وہی ایک شے ہے جسکو عام طور پر تربیت کہا جاتا ہی۔ تربیت دراصل وہ عملی تعلیم ہی جس سے انسان افعال کے حُسن و قبح کے احساس کے ساتھ عادتاً انکے کرنے پر قادر ہو جاتا ہی۔ لڑکا آنکھ کھولتے ہی تربیت حاصل کرنے لگتا ہی۔ اسوقت جو کچھ وہ سیکھتا اور معلوم کرتا ہی وہ انھین مثالون سے جو ہر وقت، زیادہ تر اسکے پیش نظر رہتی ہین اور قبل ازینکہ اسمین خود کوئی امتیازی قوت پیدا ہو، وہ اس ابتدائی نقشہ مین اسطرح بند ہو جاتا ہی کہ ایک قدم اُس سے باہر نہین نکال سکتا۔ اس سمجھنے کی غالباً کوئی حاجت نہین کہ تربیت کیا ہی۔ اور ہماری قوم مین اسکی کیا حالت ہی؟ ہم تو یہی کہکے چپ ہو رہتے کہ ع مہر سکوت شرم ہی لب پر لگی ہوئی

لیکن حافظ کی روح تاکید پر تاکید کر رہی ہے کہ ؎ (حنا من !) وظیفہ تو سا گفتن ست وبس + در بندآن مباش کہ نشنید یا شنید +

ہم بارہا اس سبجکٹ پر لکھ چکے ہین اور آج پھر کسی ہم نوا کی اس دردانگیز صدا نے کہ "بدقسمتی سے ہندوستانی جماعت مین مستورات کے حقوق نہایت ہی پستی مین گرے ہوے ہین، وہ چار دیواری کے اندر اس طور سے مقفل ہین کہ انکی حالت قیدیون سے بدتر ہے...... ایسے بڑے گروہ کو جو قوم کا بہترین نصف حصہ مسلم طور پر ہی بے حس وحرکت اور بیکار رکھنے سے صرف اسی گروہ کا نقصان نہین ہوتا، بلکہ ہماری سب کی چال چلن پر بہت گہرا اثر ڈالتا ہی" خامہ فرسائی کی جرأت دلائی ہے حالانکہ یہ وہی راگ ہی جسکو حیدرآباد کا مرحوم معلم نسوان پندرہ برس تک گاتا رہا مگر بالآخر نتیجہ یہ ہوا کہ اسکا منھ جا ہلانہ مخالفت کے زبردست ہاتھ سے بند کر دیا گیا اور وہ داڑھی والا بوڑھا جو اس اسٹیج پر غریب عورتوں کا قایم مقام بنکر عشوہ گری کرنے کو کھڑا ہوا تھا مجبور کر کے گوشۂ عزلت مین بٹھا دیا گیا - تاہم ؎

کس بشنود یا نشنود من گفتگوی می کنم

ہم اوپر لکھ آئے ہین کہ انسانی اخلاق بدون تربیت کے درست نہین ہو سکتے اور کنایتہً اسطرف بھی اشارہ کر دیا ہی کہ تربیت کا اچھا اور برا ہونا اُن گودون کے اچھے اور برے ہونے پر منحصر ہے جن مین لڑکا پرورش پائے یہ مسلمہ بات ہی کہ ماں کی آغوش انسان کی پہلی درسگاہ ہی - شکر ہے کہ ہماری قوم بھی اب اتنا تو تسلیم کرنے لگی ہی کہ تعلیم نسوان کے بغیر آیندہ کام چلتا نظر نہین آتا - اس موقعہ پر ہمکو غالب مرحوم کا ایک جملہ یاد آ گیا کہ ہاے دلی ! واے دلی ! بھاڑ مین جائے دلی دلی مین اب کیا دھرا ہی اسکو اداکی تعریف کے ساتھ یون کہنا چاہیئے - ہاے مسلمان

والے مسلمان! مسلمانوں میں اب کیا رکھا ہے کہ انکی ترقی کا نام بھی زبان سے
لیا جاے ؏

آزاد ہے خیال نہ آزادی مقال اس انجمن میں صدر نشین ہیں جو ہوں

ہمارا جوش، ہمارا ولولہ، ہمارا عزم، ہماری ہمت، ہماری جرأت، ہماری لیاقت،
اور سب سے بڑھ کے ہماری آزادیٔ خیال و مقال غرضکہ ہماری ساری کائنات مدت
ہوئی گنگا جل میں ڈوب چکی اب تو یہ حال ہے کہ ؏

مناسن ہیں کام حشر تک سب پھیر اٹھ بیٹھے آئے کہیں کہ دیدہ براہ ورود ہوں

اب سوا اسکے کہ الدنیا سجن المومن وجنت الکافر کہکے غم غلط کر لیا کریں اور کوئی
کام ہمارے لیے باقی نہیں ہے!

ہاں تو اب یہ بات ایک حد تک تسلیم کی جانے لگی ہے کہ تعلیم نسوان۔
مسلمانوں کے لیئے بھی ضروری ولازمی ہے ؏

آنچہ دانا کند کند نادان لیک بعد از خرابیٔ بسیار

یہ اسکے ہمزبان ہو کے ہم بھی "ما این ہم غنیمت ست" کہنے کو تیار ہیں،
وہ بھی محض اس خیال سے کہ **سب کا** ساتھ چھوڑ کے "ازین سو راندہ وزان
سو درماندہ ہونے سے حاصل" ورنہ دل تو یہ کہتا ہے کہ ایسی لغت بر ہیچ تعلیم سے
کیا ہوتا ہے۔ بغدادی قاعدہ، پنجسورہ، مولوی نذیر احمد کا اکبری اصغری کا قصہ
پڑھ لینے اور روزہ نماز کے مسائل یاد کر لینے سے کیا قوم ترقی کر سکتی ہے؟ امید نہیں کہ ہوں
گا جین آتی ہیں؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

زمانہ ایسی روشن خیال نامہ نگار جسکی چند سطریں چھپنے اور جنکی تعبیر کی یہ
کہتا ہی صورت صحیح لکھتا ہے کہ ہماری جماعت میں مستورات کی علمی ترقی سے ہمارا
مذاق نہایت بھونڈا اور ناپاک ہو گیا ہے بلکہ فاضل جماعت میں ہم اخلاقی

پہلو سے بہت گر گئے ہیں " یہ مضمون ایک ہندو گراجویٹ کا لکھا ہوا ہے جنکے
ہاں عورتیں گو سوسائٹی میں اسطرح نہیں شریک ہوتیں جسطرح یورپ
کی تعلیم یافتہ لیڈیاں مردوں کے دوش بدوش رہتی ہیں تاہم پردے کی
وہ سخت قید جو مسلمان عورتوں کو زندہ درگور بنائے ہوے ہے انکے ہاں کبھی
تھی ناپید ہے - یہی وجہ ہے کہ زمانہ حال کے میدان ترقی میں اگر قدم بہ قدم
نہیں، تو مردوں کے پیچھے پیچھے عورتیں بھی چلتی ہوئی نظر آتی ہیں - بنگالہ، مدراس،
تلنگان اور کرناٹک کی شریف ہندو لڑکیاں نسبتاً کافی تعداد میں کالج اور اسکول
کی تعلیم حاصل کرنے میں مصروف پائی جاتی ہیں اور نتائج یونیورسٹی کی فہرست
میں ہر سال دو ایک لیڈی گراجویٹ کے نام ضرور نظر آتی ہیں - یہ حالت
چنداں ناقابل اطمینان نہیں ہے اور جو کچھ کمی یا خامی ہے وہ اصل زمانہ بیداری
کی مناسبت سے کچھ زیادہ نہیں جس سے تعلیم نسواں کی تاریخ کا شمار کیا جانا
چاہیئے - مگر مسلمان جو تعلیم نسواں کا غل مچا رہے ہیں وہ تعلیم نسواں کیا ہے -
ہم تو یہی کہینگے کہ - جہالت بلکہ ایسی تعلیم سے جہالت لاکھ درجہ اچھی -

افسوس! ہماری عورتوں کی بے تعلیمی کے مضر اثرات کا فوٹو بھی تو کوئی نہیں
دکھا سکتا اور اگر کوئی دکھانا چاہے تو وہ اسقدر نفرت خیز ہوگا کہ ہم خود اسے اپنا
ہی فوٹو تسلیم کرنے میں تامل کرینگے - ہمارے سرگباشی کرم فرما پنڈت رتن ناتھ
سرشار پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ انھوں نے فسانۂ آزاد اور سیر کہسار
وغیرہ کو لکھکر مسلمانوں کی توہین کی ہے - مگر حق یوں ہے کہ سرشار نے ہمارے
ساتھ وہ حق دوستی ادا کیا ہے جسکا ہمکو ہمیشہ کے لیے ممنون ہونا چاہیئے -
دوست آنست کہ معائب دوست
ہمچو آئینہ روبرو گوید
کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ لکھنؤ کی سوسائٹی کی حالت اس سے ماشی زائد نہیں ہے

جسکا نقشہ اُسنے اپنی حقیقت نگار قلم سے ان کتابون مین کھینچا ہے۔ یہ سب عورتون کی بے تعلیمی، انکے مردون سے جدا رہنے اور مردون کے اُنسے جدا رہنے کے نتائج ہین۔ کہ آج ایک روشن خیال مضمون نگار کے قلم سے یہ فقرہ نکل رہا ہی "اگر لکھنؤ وغیرہ بڑے بڑے شہرون کے میلون مین جمع ہونے والون کی بیویان اپنے خاوندون کی طرز روش کو پس پردہ دیکھتی ہوتین تو انکو انکی اس دوہری زندگی کا پتہ لگ جاتا" ناظرین سمجھ گئے ہونگے کہ مضمون نگار کس طرز روش اور کس دوہری زندگی کا پتہ دیتا ہی۔ خلاصہ یہ ہی کہ جبتک ہم اپنی زندگی کو اندر باہر ایک سی نہ بنائینگے اسوقت تک معاشرتی عیوب دفع نہین ہوسکتے جو ہر قسم کی ترقی کر سنگ راہ ہین اور اسکے لیے نہایت ضروری ہی کہ آیندہ نسل نسوانی باضابطہ تعلیم کے راستہ پر لگائی جاے جب کہین کم سے کم پچیس برس مین صحیح نتائج مرتب ہونے کی اُمید کی جاسکتی ہی۔

اڈیٹر

کیا تم خیال کرتے ہو کہ تمھارے لیے قدرت کے کامون کے مستحکم اور غیر مبدل اصول ٹوٹ جائینگے؟

کیا تمنے خوب سمجھ لیا ہی کہ خدا کو، نیچر کو، زمانہ کو تمھاری کچھ پروا ہی

ہرگز نہین۔

زمانہ کی چال نہ بدلیگی؛ اگر تم فلاح چاہتے ہو تمکو خود اپنی چال بدلنی چاہیئے۔ قدرت کے کامون کے اصول نہ ٹوٹینگے اگر تم اپنا نفع چاہتے ہو تو اُسکی پیروی اختیار کرو۔

(احسان اللہ)

اردو مین جدید الفاظ

اپریل کے فصیح الملک مین لاڈلے صاحب واقف اور جناب انگر کے دو مضمون "ہندی کی چندی" اور "اردو کو الفاظ کی ضرورت" کے عنوان سے شایع ہوے ہین جنکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب عزیز جنگ بہادر حیدر آبادی کوئی لغت تصنیف فرمارہے ہے اور اس ذریعہ سے اردو زبان کو تلنگی اور مرہٹی کے الفاظ سے وسعت دینا چاہتے ہین۔

یونتو ہر زندہ زبان کے لیے یہ بات لازمی اور فطری ہی کہ اس مین نئے لفظ داخل ہوتے رہین اور پرانے مٹتے جائین نہ کہ اردو جسکی حالت یون ہی فقیر کی جھولی کی سی ہی کہ اسمین اچھے برے ہر طرح کے ٹکڑے موجود ہین۔ پھر یہ عین اپنی نشو و نمائی حالت مین اس عام قاعدہ سے کیونکر مستثنے ہو سکتی ہے۔ ہان جدید الفاظ کے اختیار کرنے مین لفظ کی سبکی و ثقالت یعنے اسکی فصاحت و عدم فصاحت کو بھی جانچ لینا ضروری ہی۔

زبان مین جو نئے الفاظ داخل ہوتے ہین وہ عموماً اسم ہی ہوتے ہین، اگر غیر زبان کے فعل مستعار لیے جائین تو ظاہر ہی کہ زبان وہ زبان ہی نرہیگی بلکہ رفتہ رفتہ بالکل ہی بدل جائیگی اسلیے اکثر تو یہی ہوتا ہے کہ نئے اسم بغیر مسمی کے بہت کم داخل ہوتے ہین اور کوئی ضرورت بھی نہین کہ ایسے اسما خواہی نخواہی داخل کیے جائین جنکے مترادف پہلے سی موجود ہون تاہم چونکہ اردو ابھی تک حالت نشو و نما مین ہی اور اسکی حالت یہ ہی کہ مختلف مقامات ہند کی زبانون کے لحاظ سے ایک ہی شے مختلف نامون سے موسوم ہی جنمین سے انتخاب کر کے خاص خاص لفظون کو اردو کے لغت مین داخل کیا

طریقہ تجویز کیا ہی تو مناسب یہ ہوگا کہ جیسا جناب واقف نے فرمایا ہے کہ اگر دہلی
و لکھنؤ کی زبان مین (جو اسوقت اردو کی ٹکسالین ہین) ان مجوزہ الفاظ کے
مترادف الفاظ نہون اسوقت کوئی جدید لفظ اختیار کیا جاوے ورنہ بدرجہ
آخر اجتہاد سے کام لیا جاے —

لیکن مین کہتا ہون کہ اسمین بھی کوئی مضائقہ نہین کہ ایک ہی مسمی
کے لیئے چند اسم ایک ہی زبان مین موجود ہون البتہ جو نیا اسم لیا جاے
وہ ایسا تو نہو کہ گزی مین ٹاٹ کا پیوند نظر آئے — دوسری بات یہ ہی کہ جن
چیزون کے اسما ہمارے ہان موجود نہین ہین خواہ مسمی کے انعدام کی وجہ سے
یا ہماری زبان کے غیر مکمل ہونے کے باعث سے انکے لیے لفظ مستعار لینے سے
پہلے یہ دیکھ لینا ضروری ہی کہ ایسے الفاظ ترکیب سے بن سکتے ہین یا نہین اگر
بن سکتے ہین تو وہ یقیناً مستعار الفاظ سے زیادہ فصیح اور اپنا مال ہوگا — ہندی
مین اسطرح کے الفاظ کثرت سے ہین جیسے پن گھٹ، چھپر کھٹ، گھوڑ دوڑ اور
اسی طرح پاندان، اگالدان وغیرہ خاص اردو کے الفاظ ترکیبی ہین لیکن سنگاردان
کی جگہ آئینہ دان کہنا ہرگز مناسب نہین البتہ اگر آئینہ دان غلاف کا قایمقام
کوئی لکڑی کا یا فلزاتی کیس آئینہ کی حفاظت کے لیے ہی تو یہ ایک نئے معنی
مین اردو کا نیا لفظ ہوگا —

نواب عزیز جنگ کی فرہنگ مین اٹنک اور دہوتی کے الفاظ بالکل
اجنبی اور جنوبی ہند کی قدیم زبانون کے الفاظ ہین ممکن ہے کہ گھس گھسا کے
کسی وقت اردو الفاظ مین گھل مل جائین مگر شمالی ہندوالونکو انکے سمجھنے
اور سمجھانیکے لیے ایک زمانہ درکار ہی لیکن اگر بجاے اٹنک کے ٹھیے [illegible]
جیسی حضرت واقف کی تجویز ہی تو وہ بہت جلد رائج ہوجاے گی [illegible]

چکولی چونکہ دکن کی اُردو ہی اسلیئے وہ جدید الفاظ مین سے نہ سمجھا جاسکے گو مقامی اُردو کہا جائے - اسکی جگہ شمالی ہند کی اُردو مین الگتیان، مانڈے، اور ٹکڑے ایک مسمی کے چند اسم ہین مگر جیسا نواب صاحب اس سے کھجور مراد لیتے ہین ایسا نہین ہی کھجور بالکل ہی چکولی سے مغایر چیز ہے وہ ایک قسم کی شکر میدے کی تلی ہوئی میٹھی ٹکیان یا گول ٹھیان ہوتی ہین جو حلوائی بھی بیچتے ہین اور گھر و نمین بھی بنائی جاتی ہین حضرت سائل نے شکر پارہ لکھا ہے مگر وہ جدا شے ہی

سالیانہ کو نواب صاحب لکھتے ہین کہ وہ رقم ہی جو سال مین ایکبار کپڑون کے لیے دیجاتی ہے حالانکہ سالیانہ، سالینہ، سالانہ تقریباً ہر مقام کی اُردو مین بولا جاتا ہی اور اس سے مراد وہ مقررہ رقم ہی جو سال بھر پر واجب الادا ہو خواہ کسی وجہ سے ہو مثلاً زمینداری اصطلاح مین اس سے مراد یہ جوٹ کی رقم ہے جو مکانات وغیرہ کی زمین کے معاوضہ مین رعایا زمیندار کو دیتی ہی - بہرکیف خدا نواب صاحب کے ارادو نمین برکت دے لیکن اتنا ضرور کہینگے کہ انھون نے یہ ایسا بار اپنے ذمہ لیا ہے جو انکی مان کا نہین معلوم ہوتا یہ کام کسی بڑی انجمن کے کرنے کا ہی جسمین ضرورت مولوی سید علی صاحب بلگرامی سے لوگون کی ہی گھر کا ہیکو نو من تیل ہوگا اور کاہے کو رادھا ناچینگی

(بصیر از حیدر آباد)

معمہ حل طلب

زر دلیست کہ زہر اندرین مار بدزدد — خال از رخ زنگی بہ شب تار بدزدد

نعلین ز ہندو بہ پئے پیک دوندہ — نعل از قدم اشتر رہوار بدزدد

شیعہ سنی کا اتفاق

مسدس

وہ مواج قلزم وہ دریاے اعظم کہ دونون کنارے ہین جسکے دو عالم
زبان زد ہین جسکے فتوحات پیہم ہے اسلام ہی بس کرین غور اگر ہم
تشیع تسنن ہین لہرین اوسیکی
سمجھیے اسے آپ نہرین اوسیکی

انھین دونو چشموں سے نکلے ہین اکثر وہ شعبے جو ہین سب ملا کر بہتر
ہی ان دونون صیغون کا اسلام مصدر ہین در اصل یہ دونو شاخین برابر
کوئی تیغ انمین ہی کوئی قلم ہی
نشان ہی کوئی اور کوئی علم ہی

خدا ایک ہی مانتے ہین یہ دونو رسول اپنا پہچانتے ہین یہ دونو
جو کچھ کعبہ ہی مانتے ہین یہ دونو اسے قبلہ گہ دانتے ہین یہ دونو
عمل دونون کا ہی کلام خدا پر
فدا دونون ہین عترت مصطفےٰ پر

اصولو نمین جب متحد ہین یقینی رہین ملکے باہم سب اخوان دینی
عبث پھر فروعات پر نکتہ چینی مصفے ما صفے چاہیئے پیش بینی
چلین گے یہ فرسودہ راہین کہانتک
پس پشت آخر نگاہین کہانتک

انھین دونون پیرو لشے اسلام ملکر ترقی کی بنیا کرنے لگا مستحضر

اگر پاؤن اب بھی لگیگی وہ ٹھوکر　　کہ یہ سر کے بل آ رہیگا زمین پر
پھر اسطرح مجبور و ناچار ہوگا
کہ اُٹھنا اُٹھانے سے دشوار ہوگا

در اندازیان ہم مین ہین جنکا پیشہ　　لگاتے ہین وہ پاؤن پر اپنے تیشہ
یوہین رخنے پڑتے رہے گر ہمیشہ　　تو کمزور ہو جائیگا رگ و ریشہ
ہرا نخل اسلام کیونکر رہیگا
کہو اک زمانہ ہمین کیا کہیگا

محبت کا لائین ثمر دونو شاخین　　ملین جھک کے باہم گر دونو شاخین
دکھائین عروج شجر دونو شاخین　　پھلین پھولین المختصر دونو شاخین
شریفانہ اخلاق کے پھول جھکین
عنادل سر شاخ مستانہ چہکین

وہ جام محبت پلا آج ساقی　　کہ پیدا ہو کیفِ سلیم المذاقی
دلون مین اثر کیون رہے اسکا باقی　　کہ تھی اتفاقی یہ نا اتفاقی
فریقین ملکر کرین عذر خواہی
بھرے جسم اسلام کا زخم آلہی

یہ زخم اور اسلام اسلام والو　　سنبھالو اب اس ناتوان کو سنبھالو
جو کچھ ہو چکا اسپہ تم خاک ڈالو　　بدن سے لہو کیون زیادہ نکالو
رہو مل کے باہم ہنسو اور بولو
زبانون کے نشتر سے فصدین نہ کھولو

کہان ہین دلون کے ملا دینے والے　　فصاحت کے دریا بہا دینے والے
محبت پہ لکچر سنا دینے والے　　رلا دینے والے ہنسا دینے والے

اٹھیں اٹھکے ازراہ اخلاصمندی
دلوں کی کریں آج شیرازہ بندی

مضر ہے مضر ہے ہوائے تخالف		یہ شہر اور اسمیں ہوائے تخالف
تمدن پہ آفت نہ لائے تخالف		مٹا دو مٹا دو بنائے تخالف

یہ کیا کر رہے ہو یہ کیا ہو رہا ہی
جہالت کی آخر کوئی انتہا ہی

وہ اخلاق کا ایک سر سبز پودہ		لگایا ہوا خاتم الانبیا کا
پہپھک کر جو روئے زمین پہ ہی چھایا		جسے دین اسلام کہتی ہی دنیا

تم اُس نخل کی حیف جڑ کاٹتے ہو
تعلق ہی جس سے وہ لڑ کاٹتے ہو

تعصب کو چھوڑو محبت جتاؤ		کچھ اسلام کی اپنے قوت بڑھاؤ
کمی حسن اخلاق کی جن مین پاؤ		اُن افراد کو تم مہذب بناؤ

جو آلودۂ زنگ پرزے ہین سب
چلیگی یہ قومی مشین آپسے کب

یہ ہمدرد اسلامیوں کو خبر دو		کہ میدان ہمت کے اے رہ نوردو
تعصب سے اس قوم کو پاک کردو		محبت کی اسٹیم انجن مین بھردو

یہی پرزے پھر کام کرنے لگین گے
فرائض کو انجام کرنے لگین گے

فریقین شیر و شکر جسطرح سے تھے		ابھی کچھ دنون پیشتر جسطرح تھو
ہم آہنگ باہم گر جسطرح سے تھے		شب و روز کرتے بسر جسطرح تھو

اسی طرح اب بھی رہیں ملکے ہم

وہ ماہ صفر ہو وہ ماہ محرم

رہین سوچتے کیون حریفانہ گھاتین کرین نت نئی کیون دل آزار باتین
کٹین کیون مصیبت مین دن اور راتین پولس لائے کیون ڈیرے خیمے قناتین

ہنسے گا بتاؤ یہ کسپر زمانہ
اگر مذہبی کام ہون وحشیانہ

کچھ اسلام کی شان و شوکت بڑھاؤ مجالس کو بے خار گلشن بناؤ
فریقین کو صحبتون مین بلاؤ طریقے تمدن کے سب کو سکھاؤ

نہ شیعہ ہون سنی نہ سنی ہون شیعہ
ترقی کا اسلام کے ہون ذریعہ

ضرورت محبت کی ہے سخت ہم کو یہی تاج ہمکو یہی تخت ہم کو
یہ دولت جو چھوڑیگی یک لخت ہمکو کہیگی ہر اک قوم کمبخت ہم کو

صفی نام مٹجائے گا دیکھ لینا
یہ اسلام مٹجائے گا دیکھ لینا (صفی لکھنوی)

رباعی

برگشتہ ہے راہ عقل سے اپنا مزاج فوج اسراف نے کیا ہے تاراج
دولت کھوئی ہے باپ و دادا کی فاقے کرتے ہین ہو گئے ہین محتاج

رباعی

غیبت جو کسی کی لب پہ لاتا ہے بشر اپنے کو ننگا ہوں سے گراتا ہے بشر
کرتا نہین یہ بشر ہے بشر کی غیبت اپنے بھائی کا گوشت کھاتا ہے بشر
(شگفتہ لکھنوی)

علمی اُردو زبان

آخر اے کعبۂ مقصود کجا اُفتادی
کہ خود از ہیچ طرف رہ بہ بیابان تو نیست

کوئی گھر اُسوقت تک باثروت اور دولتمند نہین کہا جا سکتا جب تک اُسمین ثروت اور دولت مندی کے سامان اور آثار نہون کوئی خزانہ اُسوقت تک خزانہ نہین کہا جائیگا جبتک اُسمین روپیہ۔ مہرین۔ پیسے۔ آنے۔ دونیان۔ چونیان۔ نوٹ وغیرہ نہون کوئی میوزیم اوسوقت تک میوزیم نہین کہلائیگا جب تک اُسمین مختلف قسم کی چیزین اور شیئین نہون کوئی چڑیا گھر اُسوقت تک "چڑیا گھر" نہین ہوگا جب تک اُسمین مختلف قسم کی چڑیان اور جانور۔ درندے۔ پرندے نہون۔

اسیطرح کوئی زبان اُسوقت تک علمی زبان کہلانے کا حق نہین رکھتی جبتک اُسمین مختلف علوم اور مختلف فنون کی کتابین اور تصنیفات یا "تالیفات نہون بیشک بجاے خود زبان کی اصلاح اور تکمیل بھی لازمی ہے۔ اور کتب محاورات صرف و نحو اور دیگر ادبی سامان بھی ضروری ہی لیکن یہ سب سامان ابتدائی اور اولیات مین سے ہین اصلی وقعت زبان کی اوس صورت مین ہوسکتی ہی جب اُسمین علوم اور فنون کا ذخیرہ کافی اور زمانہ موجودہ کے مطابق ہو۔ ہم دریافت کرسکتے ہین کہ

"کیا اسوقت اُردو زبان مین یہ سب سامان موجود ہی"

"کیا وہ اس سامان سے فارغ ہوچکی ہی اور اُسے اب کوئی ضرورت نہین ہی"

حضرت مینائی - داغ - جلال - جلیل - حبیب کنتوری - ریاض - مضطر - اکبر ضامن - اقبال وغیرہ وغیرہ مشاہیر ملک نے بہت کچھ کیا اور کر رہے ہین - لیکن علمی وسعت کے خیال سے اُنکی کوششین جس حد تک مشکور ہوئی ہین اسکا اندازہ ہر کوئی جانتا ہی -

اُردو کی علمی زبان بنانے کے واسطے صرف یہی ضرورت نہ تھی کہ کچھ سامان شاعری کا مہیا کیا جاتا بلکہ یہ کہ ہر ایک قسم کی شاعری انگریزی - ہندی - بھاشا - فارسی - عربی کا خاکہ اُتارا جاتا اور ایسے لوگ پیدا کیئے جاتے جو ایسا سامان پیدا کر سکتے اور قوم اُنکی قدر کرتی -

اب دوسری طرف لیجئے -

اُردو مین ابتک فن زراعت - فن فلاحت - کمسٹری - سائنس - فلسفہ - اخلاق - تاریخ - مشینری کی کسقدر کتابین اور کسقدر ذخیرہ پایا جاتا ہے یون کہنے کو تو سب کچھ کہا جا سکتا ہی لیکن حقیقت الامر یہ ہے کہ ابتک خاک پتھر بھی نہین کیا گیا شروع شروع مین بلکہ کچھ توجہ اس طرف تھی ابتو وہ بھی نہ رہی شروع شروع مین پنجاب یونیورسٹی کی ہدایت سے پیرزادہ محمد حسین صاحب وغیرہ چند علمائے مسلمان اور ہندو نے چند علمی کتابون مثل فلسفہ - کیمیا - اور حرکت وسکون کا ترجمہ کیا اور اصول قانون پر بھی کچھ کتابین نکلین کچھ دنون کے بعد وہ سلسلہ ایسا بند ہوا کہ گویا ختم ہی ہوگیا سلسلہ آصفیہ سے چند کتابین نکلین مگر برائے نام - ایک زبان کے علمی زبان بنانے کے واسطے اور بھی ضرورتین ہین -

(الف) نئے نئے رنگ مین ہر ایک فن اور علم کے متعلق اُس مین

تصنیفات اور تالیفات پائی جائین۔

(ب) دوسری زبانون سے مختلف علوم اور فنون کے ترجمے کیئے جائین۔

پہلی شق کا رُجحان آج تک زیادہ تر ناولون پر بھی رہا اور اب وہ بھی کسی حد تک پھیکا پڑتا جاتا ہی۔ اور اگر کبھی باہر کسی نے جان جوکھون اٹھا کر کوئی علمی کتاب لکھی بھی تو اُسکی قدر نہوتی جسکا یہ اثر ہوا کہ اُسکا لکھنے والا ہمیشہ کے لیے توبہ کر بیٹھا۔

دوسری شق کا یہ حال ہی کہ ادھر اُن لوگون کو توجہ تک نہین جو اس کام کے قابل ہین نئے تعلیم یافتہ اسکے لایق ہین وہ اسطرف بہت ہی کم توجہ کرتے ہین۔ مثلاً لیجئے موجودہ زمانہ مین صوبہ پنجاب کے صرف دو آدمی مسلمانون مین سے کبھی کبھی اسطرف توجہ کرتے ہین۔

(۱) ڈاکٹر محمد اقبال صاحب۔

(۲) مولوی ظفر علی صاحب مالک اخبار زمیندار ضلع گجرانوالہ یہ ہے ساری کائنات اور یون فہرست دیکھو تو بہ فضل خدا بہت سارے بی اے ایم اے اس صوبہ مین ہین کیا ان دونا خداؤن کے کھینے سے یہ بیڑا پار لگ جائیگا مولوی ظفر علی صاحب نے اب ایک ترجمہ بنام معرکۂ مذہب اور سائنس شایع کیا ہم دیکھینگے کہ اُسکی کیا گت بنتی ہی اور کہانتک اُردو زبان کے نام لیوا اُسکی قدر و منزلت کرتے ہین۔

کعبہ کو چھوڑ خادم پیر مغان ہوے
اسپر بھی ان بتونکو نہ کچھ التفات ہوا!

سارے ہندوستان مین دو چار نہ سہی دس بیس حد درجہ پچاس سہی

جو اس دھن مین لگے ہونگے - مگر یون نہ ہو سکتا ہے کہ یہ اکا دکا اُردو کو کہان
علمی زبان بنا سکتے ہین بیشک انکی کوششین قیمتی اور ان تھک ہین مگر ان کی
محنت اور انکے دماغ سوزی سے سب کام کیونکر ہو سکتے ہین -

این خیال ست و محال ست و جنون

سوچو تو سہی ایک الھڑ زبان کا علمی زبان بننا یا بنانا کوئی سہل لقمہ تو نہین
صد ہا کڑی منزلین طے کرنی ہین صد ہا کوچون سے گزرنا ہے - ایک زبان کو زبان
بنانا ہی اور پھر مقابلہ مین بنانا ہے اور اس زمانہ مین جبکہ دوسرے ابنائے
وطن اوسکی مخالفت مین روز بروز بڑتے جاتے ہین کیا یہ کوئی سہل کام ہی
ایک شوہ [illegible] توبہ توبہ -

[illegible] اور [illegible] زبانین [illegible] پہونچا او نکی زبانین کس طرح
علمی درجہ کو پہونچی ہین - اور انھین ان راہون مین کیا کچھ تکلیفین
اٹھانی پڑی ہین تم کیا جانتے ہو -

آنکس کہ [illegible] درد دل زلیخا
لو از برای یوسف [illegible] باشد

یہ کہنا کہ اس کساد بازاری مین بعض ہمدردان زبان خود ہی سامان لاتے
جائینگے اور اردو زبان کا کمرہ رفتہ رفتہ سجتا جائیگا اگر بعد مین ناممکن نہو -
تو اسوقت تو کسی نہ کسی حد تک ضرور ہی ناممکن ہی سارے ہندوستان
مین شور پڑا ہوا ہے اردو ہماری اردو ہماری اسپر بھی کوئی باضابط کوشش
مین تنگ دو نہین میری طرح اخباری دنیا مین مضمون لکھا اور فرض سے
فارغ ہوگئے -

بس یہین تک دوڑ تھی

مرحوم علیہ الرحمۃ سید احمد، اگر باتون پر ہی مدار رکھتے تو آج اس کالج کی ہستی بھی نہوتی سید احمد نے کچھ کر کے دکھایا اور اسکا کچھ نہ کچھ نتیجہ بھی نکل آیا اب اگر اُردو زبان علمی زبان بناتی ہی اور یہ مقصد پورا ہی کرتا ہی تو بسم اللہ کر کے ایک مرکزی انجمن کی بنیاد رکھی جاے پہلے سرمایہ جمع کیا جاے اور پھر ایسے لوگ بلائے جائین جو مختلف غیر زبانون سے مختلف علوم اور فنون مین تراجم کر سکین یورپ کہ زبانون تک ہی یہ سلسلہ محدود نہ رہے ہندی زبان مین جو شاعری اور موسیقی فن کے متعلق عمدہ عمدہ کتابین ہین اُنکا ترجمہ بھی کرایا جائے تاکہ اُردو شاعری اپنی مادر مہربان ہندی کے مذاق سے بھی واقف ہو اسکے واسطے بہت سے ہندو صاحبان تھوڑی سی کوشش سے کسی قدر معاوضہ پر مل سکتے ہین۔ مولانا شبلی بالقابہ نے اس بارہ مین ہمت کی ہے اور وہ ملک و قوم کے نزدیک قابل ستایش ہین اُنسے بھی بزرگانہ مشورہ لیا جائے مولانا ذکاء اللہ صاحب خان بہادر بھی ایک حد تک طبعیات کا ترجمہ اُردو مین کر چکے ہین اُنسے بھی صلاح لیجاے بلکہ ایسے لوگونکو اسکی کمیٹی یا شعبہ ہی مین ٹرسٹی بنا دیا جاے۔

قوم کے لوگ جو اُردو اُردو کرتے ہین اس کام مین مدد دین اور بزرگان ملت کا ہاتھ بٹائین خدا برکت دے گا اور اگر نری باتین ہی باتین ہین تو اسکا اللہ حافظ۔

شاخ درخت علم ندانم مگر عمل
باعلم گر عمل نکنی شاخ بے برے

سلطان احمد جالندھری

لکھنؤ کا ایک مشاعرہ

آغا خلیل کا مکان

خلیل اور انکے شاگرد میکش، دیوانہ، آشفتہ، سرگشتہ، مجنون، اور انکے تلامذہ آزاد، رسوا، مست، بیخبر، آوارہ، حقیر، اور ہمدرد واخلاق جدید طرز کے شعرا جمع ہین۔

عاشق – جناب آغا صاحب آجکل کے مشاعرون مین تو جانے کو بھی جی نہین چاہتا، لونڈہائی صحبتین رہ گئی ہین۔ مشاعرے کا ہیکو ہین جسکو دیکھو شتر بے مہار کیطرح جدھر چاہتا ہی منھ اٹھائے چلا جاتا ہے۔ انگریزی پڑھے ہوؤن نے ایک نئی قسم کی شاعری نکالی ہی، یہ اپنی ہی گاتے ہین، نہ قافیہ سے مطلب، نہ وزن سے کام، نہ تشبیہ ہے نہ استعارہ ہے نہ کوئی نازک خیالی ہے نہ مضامین فراق کی دلگدازی نہ معاملات وصل کی لگاوٹ کہتے ہین کہ شعر مین عاشقانہ مضمون نہون، بھنگے، مکھی، مچھر کی مثالین ہون، قافیہ کی قید اڑادو اس سے شعر کا میدان تنگ ہوتا ہی پھر شعر کہو کیون؟ کوئی ناک کٹی جاتی ہی؟ باوادادا کا نام ڈوبتا ہی؟ ان سب کے گرو گھنٹال ہین حالی۔ کوئی پانی پت کے رہنے والے اور پیر نیچر کے حواریون مین سے ہین، اپنے تئین غالب کا شاگرد بناتے ہین انھون نے کوئی مسدس بھی لکھا ہی جسمین مسلمانون کو اور خاصکر علمائے دین متین کے ساتھ خوب ہی زبان درازیان کی ہین اسی مسدس سے نیچریون مین انکی بڑی شہرت ہی۔ سنا ہے کہ علیگڈھی سید وہی نیچریون کا پیر اس مسدس کی نسبت کہا کرتا تھا کہ اردو کا قرآن ہی۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

خلیل — بجا ارشاد ہوتا ہی اس مسدس کو مین نے خود بھی دیکھا ہی خیر شاعری تو جیسی ہی ویسی ہی بلکہ ایسی ہے کہ —— مجھے اب یاد پڑا جس زمانہ مین یہ شایع ہوا ہی ہمارے ادھر پنچ نے خوب ہی اسکی دھجیان اڑا ئی ہین ایک اعتراض کا بھی تو جواب نہو سکا — البتہ جیسا آپنے ابھی ارشاد فرمایا مسلمانون کو گالیان جی کھول کے اس نظم کے حیلے سے دے لی ہین — پھر کیا اسمین کسی فرقے کو چھوڑا ہے ؟ کسیکو نہین — آپ حضرات شعرا کو بھی لے ڈالا ہے — لے کیا ڈالا ہے — اپنے منھ میان مٹھو — اپنی جگہ بیٹھکر اگر کوئی ہمارے اساتذہ اور بزرگون کے کلام بلاغت نظام کو یہ کہے —

وہ شعراور قصائد کا ناپاک دفتر
عفونت مین سنڈاس سے جو ہی بدتر

تو اسکے کہنے سے کیا ہوتا ہی —

عاشق — جی حضور کیا بتائین ! ہمنے شیخ ناسخ صاحب اور خواجہ آتش صاحب کے مشاعرے دیکھے ہین ابتک وہ صحبتین اور وہ صورتین آنکھونمین پھرتی ہین —

خلیل — وہ صحبتین اب کہان — خواب و خیال ہوگئین —

ہمدرد — جناب والا وہ صحبتین جیسی ہون گی ہون گی — مگر ہمارے زمانے مین تو غزل گوئی جا کے ہزل گوئی باقی رہگئی —

اخلاق — بھئی — جب کوئی قوم تباہ ہونے والی ہوتی ہی تو عادات، اخلاق، طرز معاشرت سبھی مین تو فرق آجاتا ہی !

عاشق — اجی حضرت سچ تو یون ہی کہ آپکے نیچری شاعرون سے یہ ہزل گو بھی لاکھ درجہ اچھے ہین — انکے ہان جہان چند شعر بالکل ہی

بیہودہ ہونگے وہاں ایک آدھ مین لطف۔ ہان، محاورہ کی خوبی یا کوئی معاملہ کی ایسی بات بھی ضرور ہوگی جسے سُنکے طبیعت پھڑک اُٹھے۔

ہمدرد — جی ایسے بھی ہین جو نیچرل شاعری کو بدنام کرتے ہین ورنہ جو لوگ سمجھکے کہتے ہین اُنکا کلام گل و بلبل اور کنگھی چوٹی کے مضامین سے بدرجہا عالی ہوتا ہی۔

عاشق — نا صاحب۔ شعر مین جبتک عشق و عاشقی کا چٹخارا نہو وہ بھی کوئی شعر ہی۔

ہمدرد — خیر صاحب۔ اب مشاعرہ کے شروع ہونے مین کیا دیر ہے۔

خلیل — کچھ دیر نہین ہے (آدمی سے) شمع لاؤ۔

آدمی شمع لاتا ہی اور میکش سے مشاعرہ شروع ہوتا ہی۔

میکش — ہمکو دنیا و دین سے کام نہین + عشق مین پاس ننگ و نام نہین ع

اخلاق — مرحبا! کیون نہو!

عاشق — (اخلاق سے) حضرت آپ داد دیتے ہین یا بنلتے ہین۔

(میکش سے) واہ میان صاحبزادے واہ کیا اچھا مطلع ہی آپ جناب آغا صاحب کے شاگرد ہین نا؟

میکش — حضور (پڑھتا ہی)

جتنی ملجائے سب کی سب پی لین — اپنے مذہب مین می حرام نہین
کیا پڑی ہی ملین جو جھوٹے کی — جنّتی کیا ہمکو اولڑ انام نہین۔

(حاضرین ہنستے ہین)

عاشق — (خلیل سے) جناب آغا صاحب ابھین تعا خیر مین پڑھا ہے

انکے بعد کوئی کیا پھلے گا ۔

خلیل ۔ بہتر (میکش سے) اچھا تم آخر مین پڑھو ۔

عاشق ۔ (آزاد سے) لے میان آزاد اب آپ سنائیے ۔ (ہمدرد سے) دیکھئے غزل اسکو کہتے ہین ۔

آزاد ۔ قتل میرا اُنھین مرغوب ہوا خوب ہوا + عشق مین جان گئی خوب ہوا خوب ہوا

ڈھلکے آنچل نے دکھا دی ہین جو بنکی بہار + سنگدل آج تو محجوب ہوا خوب ہوا

اخلاق ۔ (آہستہ) لاحول ولاقوۃ !

آزاد ۔ سنگ شمشیر نگہ کو ہی چٹا تا جاتا + سرمہ اُن آنکھونکو مرغوب ہوا خوب ہوا

ایک وہ دن تھا کہ طالب تھا کوئی میرے سوا + اب رقیب آپکا مطلوب ہوا خوب ہوا

خلیل ۔ ماشاءاللہ طالب و مطلوب کو کیا خوب نبا ہا ہی ۔

ہمدرد ۔ (آہستہ سے) اور دیو سی بھی خوب کی ہی ۔

آزاد ۔ دین و دنیا کی نہین فکر کچھ اسکو واعظ + بادہ آزاد کو مرغوب ہوا خوب ہوا

خلیل ۔ (دیوانہ سے) اب آپ کچھ پڑھئے ۔

اخلاق ۔ عاشق ۔ بسم اللہ بسم اللہ ۔

دیوانہ ۔ ہجر مین تیرے مری جان چلی جاتی ہی + یار تیرے لیئے اوسان چلی جاتی ہی

اک پری دابے ہوے کان چلی جاتی ہی + دیکھنا مجھسے وہ انجان چلی جاتی ہی

خلیل ۔ ارے بھئی یہ کیا ہی ۔

دیوانہ ۔ حضور ابکی کچھ یون ہی کہہ لیا ۔

خلیل ۔ تو ہمین دکھالی تو ہوتی غزل ۔

دیوانہ ۔ مین نے خود ہی دیکھ لی تھی ۔ یہ شعر ملاحظہ ہو ۔

محتسب کی میکدہ مین کیسی سواری آئی + توڑ کر شیشہ و پیمان چلی جاتی ہی ۔

اخلاق — (آہستہ ہمدرد سے) اس لیاقت کے شاگردونکی فوج پر علم اُستادی بلند کیا جاتا ہی جبھی تو شاعری کی یہ حالت ہی۔

ہمدرد — (آہستہ) چپ بھی رہو گے خود استاد ہی مین کیا ہی۔

اخلاق — (خلیل سے) خلاف تہذیب تو ہو گا مگر مجھے نہایت ضروری کام ہی اگر مضائقہ نہو تو میرے دوست ہمدرد صاحب بھی کچھ شعر پڑھ لین۔ پھر ہم لوگونکو اجازت ہو۔

خلیل — بہت مناسب ہی۔ ہم تو آپ حضرات کے بیحد مشتاق ہین آپ کچھ نہ فرمائیے گا۔

اخلاق — جی نہین مین تو کچھ نہین لایا ہون انشاء اللہ پھر کبھی دیکھا جائیگا (ہمدرد سے) بسم اللہ آپ ارشاد فرمائیے۔

ہمدرد — ہی جبتک جسم پر باقی یہ سرکم درد سر کیا ہو

مریض یاس کا دنیا مین کوئی چارہ گر کیا ہو

لگا ئیگی دہن پر صبح محشر مہر خاموشی

شب غم جب ہی باقی قصۂ غم مختصر کیا ہو

مسلمانونکی بربادی کا دھیان آتا ہی رہ رہ کر

بھلا خشک اشک شوئی سے کسی کی چشم تر کیا ہو

نہ ہم سرسبز ہونگے جہل کی جبتک ہی نحوست

نہال آرزو اس سرزمین مین بارور کیا ہو

کسی کے رخ کو مہر اور ماہ پیشانیکو سمجھے ہین

ہمین آگاہیٔ ماہیتِ شمس و قمر کیا ہو

فلک ہو جائے ساکن اور زمین کھانیلگے چکر

سکون قلب حاصل ہی ہمین ہم پر اثر کیا ہو
دکھائے فلسفہ نے شعبدے لاکھون نہین

پھر اس پر بھی خدا جانے ترقی ہنر کیا ہو
مگر ہم ہین کہ روتے ہین غزل کی جان کو بیٹھے
یہ غفلت! دیکھیے انجام کار اسکا اثر کیا ہو

ادب تو علم کے ہمراہ ہی رخصت ہوا ہمسے
الٰہی روک اس ہذیان سرائی کی مگر کیا ہو
ہماری نثر ہی اک داستان اوہام باطل کی
ہین جب ہم پرستان مین ہم دنیا کی سیر کیا ہو
ہماری نظم افسانہ ہی ناجایز تعلق کا
برائی کے سوا اخلاق پر اسکا اثر کیا ہو
بجز مضمون ہین بندش جو اچھی ہی تو بیہودہ
ہے کاسد جنس معنی گرم بازار ہنر کیا ہو

رفارمر از لکھنو

ایک شخص کی بدگمانی سے جو مضر نتیجے پیدا ہوتے ہین وہ اکثر ایک یا چند آدمیون سے زیادہ کو نقصان نہین پہونچاتے، لیکن جب کسی ملک یا قوم کی عام طبیعتو نمین بدگمانی کا بیج بو یا جاتا ہے تو اس سے تمام ملک یا تمام قوم کو مضرت پہونچتی ہی۔

(حالی)

رباعیات جناب آہ کنتوری

جوہر وہ ہی جو خود ہویدا ہو جاے
ہو حسن تو آپ خلق شیدا ہو جای
احباب ہین تحسین کو آمادہ مگر
کچھ بات سخن مین بھی تو پیدا ہو جای

محنت جو کرے صاحب جوہر ہو جاے
کچھ دن مین سخن فہم و سخنور ہو جاے
دفتر دفتر کلام گر ہو بھی تو کیا
ہے بات وہی جو نقش دلپر ہو جاے

برگ و ثمر و گل ہین چمن مین پیدا
نغمے ہین سدا کام و دہن مین پیدا
آسان ہو جاے دو جہان کی مشکل
گر حسن قبول ہو سخن مین پیدا

اک حالت جذب ہے کہ بکتا ہو نہین
جو راز ہے وہ کہہ نہین سکتا ہو نہین
آنکھو نہین بصارت نہین لیکن تری راہ
چشم دل سے ہر آن تکتا ہو نہین

مدت سے فراق مین سسکتا ہو نہین
روتا ہون تڑپتا ہون بلکتا ہو نہین
کسطرح نظر آے مجھے دوسری شے
اُس نور نظر کی راہ تکتا ہون مین

غافل اکیون راہ کہان جانتا ہے
آ ہوش مین گر آپ کو پہچانتا ہے
اعضا مین ہے فیض جان مگر عضو کوئی
جان کیسی ہے اور کہان نہین جانتا ہے

(آہ کنتوری)

ملہ آپکا اکلوتا نوجوان اور لایق فرزند بائیس برس ہوے مفقود الخبر ہو گیا ہے اور خود بھی چند سال سے معذور البصر ہین اسیکی طرف اس رباعی مین اشارہ فرمایا ہے۔ اڈیٹر

رباعیات ہادی کنتوری

معلوم نہ تھی یہ بادہ خواری تیری
خیر اسمین تھی کچھ تو ہوشیاری تیری
جب مشک سے بال تھے چھپا رنگ شراب
کیون اب تو کھلی سیاہ کاری تیری

اشراف کو ذکر اسکا ہوتا ہی خار
سنکر نام شراب چڑھتا ہے بخار
جنمین ہی بوی عقل انکے نزدیک
میخوار ہی خوار جیسے پھونمین خار

پی پیکر پھول گیا ہے کانٹا
لگ بھی جاے اسے آگہی کانٹا
میخوار مین ہو کہان سے بوے ایمان
اسلام کے باغ مین ہے یہ تو کانٹا

اچھا ہوا میکش جو نظر بند ہوا
جانے کا تو میکدے کے در بند ہوا
ڈورے ڈالے تھے وخت رزنے ایسے
آخر مرغ نظر بھی پر بستہ ہوا

پی جاے تو اتنی کہ پلک بھی نہ چلے
کیا ساغر عمر اب چھلک بھی نہ چلے
آنکھونمین تو پھولی رہی سرسون ہر وقت
اور کان پہ تیرے جون تلک بھی نہ چلے

اپنے تو تھے برے تھے وہ خواہ بھلے
اس مرگ جوانی پہ جگر کیون نہ جلے
گرمی سے آب آتشین کے افسوس
جل جل گئے وہ نخل جو پھولے نہ پھلے

سید ہادی علی کنتوری

ہائے ایجوکیشن

اعلی تعلیم یافتہ مین جمیع علوم کی باشتراک جملہ فنون کے جو احاطۂ تعلیم عامیانہ مین داخل سمجھے گئے ہین قابلیت رکھنے سے انسان کی نسبت یہ کہنے کا موقع نہین رہتا کہ وہ مثل کسی بیجان آلے کے موزون بکار واحد اور بقیہ سے بے بہرہ ہے بلکہ اعلی تعلیم پانے سے انسان خطاب جامعیت کا سزاوار و تکمیل درجات بشری کا مستحق سمجھا جاتا ہے تجربہ شاہد ہے کہ تعلیم یافتگان فنون عامیانہ تمام عمر تیلی کے بیل کیطرح ایک ہی پیشہ مین زندگی گذار دیتے ہین جسکا فطرتی میلان جانب تنزل ہے اور گھس گھسا کر انھین آلات کے مصداق ہوجاتے ہین جو اُنکے استعمال مین تھے۔ خیاط کی سوئی یا کاشتکار کا ہل جو بجز ایک کے دوسرا کام ہی انجام نہین دے سکتے ایسے حضرات کو معلوم بھی نہین کہ واقعی اُنکے حدود دریافت کے باہر خدائی حکمت کسطرح واقع ہے پھر اُنسے داد حکمت خداوندی کی اُمید اور درجات و مراتب انسانی کے طے کرنے کی آرزو عبث کرنا ہے ہواسطے کہ آنکھ کھولکر بجز سوئی کے ناکے کچھ دیکھا ہی نہین۔ تو مین وثوق سے کہتا ہون کہ خدا نے انسانکو اعلی رتبو نپر تعلیم عامیانہ کے خلاف کسی دوسری تعلیم کی بدولت پہونچایا ہے بیشک وہ مبدء فیاض ہے بلا تعلیم بھی شہرت و عزت کے تمغے عطا کر سکتا تھا مگر اُسکی فیاضی کا ہر شخص مستحق نہین ہو سکتا کیونکہ مثل دیگر قواعد قدرت ایسی فیاضی بھی مستثنیات کے ساتھ مشروط ہے۔ خصوصًا یہ فیض مبدء فیاض عمومًا بذریعہ تعلیم اعلے زمانیکو اصحاب مشاہیر مثل فردوسی۔ غزالی۔

لہ تعلیم حرفتی مراد ہے۔

شکسپیر مل دستیاب ہوے بلاشبہہ تعلیم عامیانہ کے جاننے والے بھی اکثر و بیشتر بہرہ
ہوے ہین شیخ کا قول ہے کہ اک نیکی سے ڈرنا چاہیئے پھر تعلیم عامیانہ کے پر فوائد ہونے سے
کسی کو انکار نہین ہوسکتا بلکہ طلب معیشت کے لیے اچھی اور بہت اچھی ہوے
اکتساب دولت مین ممد و معاون ثابت ہوگی برخلاف اسکے تعلیم اعلی سے نے
بیشتر اصحاب مین باوجود تکمیل کوئی نتیجہ نہین دکھلایا بجز اینکہ چند خیالی باتین
زمین و آسمان کے متعلق وضع کین جو محض دل خوش کن نقش بر آب و یا ہوا
تھین مر گئے ہمارے انکے قدردانون کے ساتھ انکے خیالات بھی دفن ہو گئے -
تاہم اس سے انکار بھی نہین ہوسکتا کہ اکثر بھاگ وانونکی توفیقین دنیا مین بہت
کچھ کر گئی ہین جسکی آیندہ نسلین تا قیامت ممنون رہینگی اگر فردوسی کا شاہنامہ
زبان فارسی یا شکسپیر کے ناٹک زبان انگریزی کی آیندہ کبھی مردہ زبانین ہو جاہین
سے صفحۂ روزگار سے مٹ جائین تو غزالی اور اسٹیورٹ مل کے اصول محققہ
تو فلسفۂ اخلاق اور پولٹیکل اکانامی سے جدا نہین ہوسکتے ہر آئندہ اہل زمانہ
کے زیر عمل ہی رہینگے -

تعلیم عامیانہ مین اعضا یعنے ہاتھ پیر زبان کان اور آنکھ کو جنبش ہوتی ہے جو اسقدر
مفید ثابت ہے کہ ذریعۂ اکتساب دولت قرار پائے تو قوت مدرکہ کی تصقیل اور
انجلا کب بلا منفعت ہوسکتی ہے - اور یہ ظاہر ہے کہ تعلیم اول الذکر سے
قوت مدرکہ کی تصقیل بعید ہے اور یہ ظاہر ہے کہ نگینہ سازی یا پارچہ دوزی سے
قوت مدرکہ کی تکمیل خاک ہوسکتی ہے البتہ ان فنون کو تعلیم اعلی سے مدد ملیگی
اسلیئے کہ قوت ایجادیہ کا نمود بلا تعلیم اعلی دشوار نہین ہے تاہم تعلیم اعلی کوئی معجزہ نہین ہے کہ اس سے
مستفید ہوکر انسان کی سرشت بدل جاے - نیک بد ہو جائے یا بد نیک
ہو جائے سرشت خداداد ہے تعلیم و تعلم سے کچھ کایا پلٹ نہین ہوتی بد ہمیشہ

بدسے نیک نیک ہی البتہ بدی و نیکی کو موقع اظہار کا آب و تاب کے ساتھ
حصول علم سے ملتا ہی اسمین شک نہین کہ ایک تعلیم یافتہ اور پڑھے جن کے
بدیون کا انسداد دشوار ضرور ہی لیکن اُسکے افعال ایک جاہل کی جہالت آمیز
بدکرداریون کی طرح خطرناک ہرگز نہین ہوسکتے۔ پس تعلیم اعلی کی ممانعت اس
معنی کرکے قرین مصلحت نہوگی کہ تعلیم یافتہ آیندہ مصالح ملکی مین رخنہ انداز
ہونگے یا اُنکی بغاوتین ناقابل انسداد یہ خیال اصلیت سے علیحدہ ہونے کے
قطع نظر غایت درجہ مضر تکمیل قوت مدرکہ ہی جو فطرت انسانی مین بمنزلہ قندیل
آویزان کیگئی ہی بلا قندیل مکان تاریک اور بلا تکمیل قوت مدرکہ فطرت انسانی
اندھی بے نور شے ہی۔

بلکہ قوت مدرکہ کے تحرکات بحالت عدم حصول تعلیم اعلے خطرات سی بریز
ہین۔ ایک وحشی ذہانت جبلی کے بھروسے پر بیخوف و خطر مہمات عظیم اور فسادات
ذمیمہ برپا کرسکتا ہی چونکہ نتائج مہمات سے ناواقف ہی اور کسطرح اُسکی
عقل جانب نتائج صحیحہ ہدایت کرسکتی ہی درانحالیکہ اُس عقل کی باقاعدہ
ورزش نہین ہوئی رو کی تھامی نہین گئی۔ اُستاد کی مار ہی نہین کھائی جیساکہ
ایک تعلیم یافتہ نے مار کھائی ہی۔ لہذا نتیجہ ظاہر ہے کہ قوت مدرکہ بلا تعلیم اعلی
فتنہ پردازی کا آلہ ہی اور نوجوانونکو تعلیم اعلے سے محروم رکھنے مین علاوہ نخل سے
کوتاہ نظری کا پہلو موجود ہی۔

تعلیم اعلے کے سواد اعظم مین تمام علوم سائینس شامل ہین۔ لہذا
علوم مذ وقفیت حاصل کرنا تمام عالم سے وقفیت حاصل کرنا ہی۔ اب یہ کہ جسکا
نام وقفیت کلی تمام علوم کیطرف ہی اس قلیل زندگی مین ناممکن ہی۔ ایک صحیح
اعتراض ہے مگر یہ لازم نہ آئیگا کہ اس عذر حقیہ پر تعلیم اعلے کے مقاصد سے روگردانی

کی جاوے بلکہ بقدر ضرورت علوم مروجہ کے اصول متداولہ اخذ کر لیے جائین اُسنے موانست تمام علوم سے باعث موانست ہوگی وحشت طبعی دفع ہوجائیگی مثلاً کوئی مسافر دہلی مین وارد ہو بہ سبب اجنبیت اُسکا جی گھبرائیگا پس اشیاے پیش نظر سے موانست پیدا کرنے کے لیے ایک مناسب طریقہ یہ ہو کہ قطب صاحب کی لاٹ پر چڑھ کر دور و نزدیک کی ہر شے سے کم و بیش واقف ہوجاے ایسا کرنے سے اُسکی وحشت سابق بہ تدریج مبدل بہ موانست ہوجائیگی۔

تعلیم اعلیٰ کی برکتون سے عقل مین وسعت دماغ مین روشنی آتی ہے تعلیم کا اصل فائدہ یہ ہو کہ انسان ہر معاملہ کی تہ تک پہونچ سکے غیر متعصب و آزادانہ راے قایم کر سکے مغالطون سے محفوظ اوہام تخیل سے بری مع استدلال متین کامل پیچیدہ معاملات کا سُلجھا دینا اپنے پہلو زبردست کرنا بس خلاصہ یہ کہ قوت مدرکہ مین کماحقہ افزایش ہو محل استعمال سے مطلع ہو طریق استعمال پر عامل نتایج سے خود بھی فائدہ اُٹھاے دوسرون کے لیے حصول منفعت کا باعث ہو۔

تعلیم اعلیٰ کو حصول فہم و فراست و تنویر دل و دماغ کا ذریعہ اسیلیے مانا گیا کہ طالب مین بعد کامیابی عجز عقلی جو حالت سابق مین ہر طرف سے محسوس ہوتا تھا مبدل بہ فراخی و کشادگی نظر آئے۔ بیان مین جدت تحریر مین وسعت طول مین اختصار۔ اختصار مین طول پر قدرت طبیعت حاضر ذہن رسا مضمون آفرینی نکتہ چینی اور صفات مذکور کے مواقع ذہن مین ہین کسی طالبعلم کو مکتب مین بیٹھکر ملاحظہ کیجیے کہ اوائل مین آنکھ اور حافظہ سے کام لیتا ہوا بالآخر اُسی حالتکو پہونچتا ہو کہ باخذ مضامین کتاب اگر موافق مذاق

ہوئے چہرہ بحال ہو جاتا ہی اور اگر مضامین مذکور برخلاف طبیعت ہوے تو آثار
ترش و اختلاف آرائی کیطرف طبیعت کا میلان ہوتا ہی اب دریافت طلب
یہ امر ہے اس تحسین و آفرین خواہ اختلاف آرائی کی تحریک کون کرتا ہے
کیا یہ قوت مدرکہ کے علاوہ کوئی قوت ہی ہرگز نہین اسی طرح موافقت اور
مخالفت کے آثار ظاہر ہوتے ہوے مدرکہ کی ورزش ہوتی ہی اور اس سے
فراخی و کشادگی ذہن حاصل ہوتی ہی۔ تا آنکہ تکمیل و پختگی عقل مین آجاتی ہی
لہذا نصاب تعلیم اگر عمدہ ہوا تحصیل علم معاون و ممد توسیع فہم و فراست ہوتی ہی
اور وہی علوم جو دل و دماغ کو صحیح نتائج کیطرف راغب و راجع کرین مدرکہ
کے پشت و پناہ ہون وہ علوم تعلیم اعلیٰ کے اصلی اجزا ہین۔

ذات انسان مین مذاق مختلفہ کے آثار پائے جانے سے ظاہر ہوتا ہی
کہ اسکو ایک سے زیادہ کامون کے لیے قدرت نے تجویز کیا ہی پس یہ مختلف
کامون کے پیرا مون جاتا ہے کامیابی اسباب کے مہیا غیر مہیا ہونے پر منحصر
ہے مذاق مختلف جامعیت کا فتح الباب ہی جامعیت حاصل ہونے پر
طمانیت حاصل ہوتی ہی۔ سراسیمگی اور ربودگی دفع ہو جاتی ہی اس سے
ثابت ہوا کہ انسان کامل اور ایک مزدور بارکش مین فرق ہی ایک مزدور
ناقابل برداشت بار اٹھا کر خستہ و ماندہ ہو جاتا ہی۔ یا جسطرح پرخوری
ہضم جید کی قابلیت نہونے سے باعث استفراغ ہو۔ اس طرح سے بار
اوٹھانیکی یہ صورت متعلق بہ تکمیل قوت مدرکہ تعین ہو سکتی جسقدر پڑھتے جائیگا
ہضم ہوتا جائیگا۔ لغزشون سے محفوظ ہو جائیگا خستگی مزدورانہ کے عوض
طمانیت فلسفیانہ حاصل ہوگی اگر ذات انسان مین اکتساب علوم کا مادہ
نہ پیدا کیا گیا ہوتا تو شائستگی اور تہذیب کو عروج نہین ہو سکتا تھا۔ مذاق

کثیف و نفیس مین حد بندی نہین ہو سکتی تھی قطعات گلاب کو بھٹکٹیا اور روسے سے جدا کرنا مشکل تھا۔ روغن نیم کو عطر گلاب کے ساتھ مماثلت ہوتی دہل۔ تاشا۔ دف۔ جھانجھ کی جگہ فونوگراف اور ہارمونیم کی ایجادین فضول ہوتین۔ چھکڑے رتھین وغیرہ کافی تھین۔ بائیسکل موٹر کار۔ ریل۔ ہوائی جہاز بیکار۔ نامہ پیام بذریعہ کبوترون کے کافی ہی۔ ٹیلیفون۔ تار سے اسباب رسل و رسائل عبث اسکے علاوہ کتنے اشغال بیکاری نیز درستگی خیالات کے ذرایع مفقود ہوتے۔ مثلاً مناظرہ۔ مشاعرہ۔ عروض دانی۔ انتظام خانہ داری۔ فلاح و بہبود۔ اعزا و احباب۔ دنگی۔ خوش صحبتی بلا تعلیم اعلیٰ ناممکن تھی۔

(باقی آیندہ)

سید کاشف حسین بی اے

بیکن کی راے مین حکمت انسان کے واسطے بنائی گئی ہی یعنی حکمت ایک مقصد خاص کے حصول کا ذریعہ ہی اور وہ مقصد اُن کرور ہا بنی آدم کے عیشون کا بڑھانا اور مصیبتون کا گھٹانا ہی۔ جو خود حکیم نہین ہین اور نہ ہو سکتے ہین۔

ایک ضعیف الجثہ اور دایم المرض آدمی کو جسکو اپنی سواری مین بیٹھکر خوشی ہوتی ہو، جسکو مرغی کے شوربے اور ہلکی شراب اور پانی مین لذت ملتی ہو، اور جسکو الف لیلہ کے قصون ہی سے لطف دلی حاصل ہوتا ہو، اس بنا پر واجب القتل قرار دینا کہ وہ اقوال ارسطو کو بغیر درد سر کے نہین پڑھ سکتا ایک ایسا خیال ہے جو یک لخت بھلا دینے کے قابل ہی۔

ابوالحسن

انگلش ہاے ایجوکیشن

رسالہ الناظر مطبوعہ ۲۵ فروری مین مندرجہ بالا عنوان سے ایک مضمون خان بہادر شیخ احمد حسین صاحب تعلقدار کا شایع ہوا ہی جسمین لایق نامہ نگار نے ہندوستانیون کے لیے انگریزی علوم کا مضر ہونا ظاہر کیا ہی اور اڈیٹر نے یہ کہکے (اعلی تعلیم ہر حالت مین اور ہر شخص کے لیے اعلے ہی) اختلاف کیا ہی آپکا خیال ہی انگریزی نوان نوجوانون مین اگر کچھ خرابیان نظر آتی ہین تو وہ تعلیم کا نتیجہ نہین ہین بلکہ اسکا باعث وہ بے پروائی ہی کہ جو ہم اُنکے ابتدائی تربیت اور تعلیم کیطرف سے اسکولون کی تعلیم پر بھروسہ کرکے کرتی ہین یاد رکھنا چاہیئے کہ ایسی گورنمنٹ جو مختلف مذاہب اور اقوام کے لوگون پر حکمران ہی ایسا کوئی کورس بنانیسے معذور ہی جو ہماری قومی اور مذہبی اخلاق پر حاوی ہو۔ اسکا انتظام جبتک ہم بطور خود نہ کرینگے ان سب خرابیون کا سامنا لازمی ہی۔ انگریزی تعلیم سے معکوس نتائج کا قریب ہونا۔ یہ ایک ایسا دلخراش خیال ہی جو برسون سے تمام ذی ہوش انسانون کے دماغون مین گونج رہا ہی اور اسکے اصلی اسباب سمجھنے مین ہر ایک بجاے خود مختلف الراے۔ نامہ نگار اور اڈیٹر کے ہم خیال ارباب کبھی کبھی اخبارون اور رسالون کے ذریعہ سے اپنی راے اظہار کرتے رہتے ہین لیکن معمر اصحاب جنھون نے دنیا کے بہت سے انقلابات اور نیرنگیون کو اپنی آنکھون سے دیکھا اور بزرگون سے سُنا ہی انگریزی تعلیم سے خلاف اُمید نتائج پیدا ہونیکا الزام گورنمنٹ کے ذمہ عائد کرتے ہین ضرورت ہے کہ ان لوگون کی خیالات پبلک مین ظاہر کردون۔ ان لوگون کا قول ہی کہ ہندوستان ایسے ملک مین جہان ہزارہا سال سے شریف اور رذیل

کی تفریق اور پیشہ حرفہ وخدمات کے لیئے ذاتین مخصوص چلی آتی ہین۔ وہان گورنمنٹ نے علم ایسے شریف دولت کو جو دنیا کی تمام دولتون پر افضل ہی اور جسکے لیئے اعلےٰ ظرف درکار ہی بلا قید وامتیاز سب کے لیے عام کردیا ہی علم کی فضیلت سے انکار کرنا اپنے مجنون ہونے کا اپنے ہاتھون سارٹیفکٹ پیش کرنا ہی مگر انسانی سرشت کو تبدیل کرنیکی خواہش اس سے کچھ کم نہین کہ آپ دریاے گومتی مین درشا ہوار پیدا ہونے کی توقع کرین، کوئی کتنا ہی دانا کیون نہو قانون قدرت کو شکست دینا قوت بشری سے باہر ہے۔ شیراز کے حکیم شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے مسئلہ قدرت کی نسبت جن الفاظ سے فرمایا ہی وہ میرے دعوے کے لیے حجت قطعی ہی یعنے ؎

باران کہ در لطافت طبعش خلاف نیست + درباغ لالہ روید و در شورہ بوم خس +

دولت زر جو ایک بد حقیقت اور محض ناپائدار دولت ہی جب اتفاق وقت سے کسی کم ظرف کے ہاتھ آجاتی ہے تو وہ اپنے افعال وحرکات سے ہر محل پر ثابت کرتا رہتا ہے کہ مین اسکے لیئے اہل نہین ہون چہ جاے کہ دولت علم دوسرا الزام گورنمنٹ پر یہ عاید کرتے ہین کہ مذہبی علم کیطرف سے بالکل چشم پوشی کی گئی اس غلطی نے ہزار در ہزار برائیون کا طوفان بنکے ملک کی تمام خوبیون پر پانی پھیر دیا۔ وہ کہتے ہین کہ اگر بقول اڈیٹر گورنمنٹ ایسا کورس بنانے کے لیے جو عام مذاہب پر حاوی ہو معذور ہی تو اسکے لیے یہ نہایت ضرور تھا کہ ہر نوکری اور ہر پیشہ کے لیے امتحان اور سن کی قید لگا دیتے جسکے ساتھ ساتھ مذہبی علم کا حاصل کر لینا قریب قریب ناممکن کے ہوگیا ہی انکا قول ہی کہ یورپ۔ امریکہ افریقیہ اور دیگر تمام ممالک سے ہمین بحث نہین ممکن ہی کہ وہان کی نظم ونسق کے لیئے تنہا علم ترقی ... سے منزل مقصود تک پہنچ جاتے ہون مگر ہندوستان

کے نظام مملکت کا جھگڑا کوئی تین سال سے چلا آتا ہی خالی از خطر نہین ہی۔ اس گاڑی کا پہلا پہیہ گیا ہی یعنے خدائی قانون جسکے من اللہ ہونیکی نسبت ہندو۔ مسلمان یہودی۔ پارسی وغیرہ وغیرہ سچے دلسے عقیدت مند ہون دوسرا پہیا گیا ہی سوسائٹی کا قانون اور تیسرا پہیا بادشاہ وقت کا قانون مذہبی تحفظ سے لاپروائی نے خدائی قانون کا پہیا چکنا چور کردیا تیسری غلطی یہ ہی کہ ہندوستان ایسے ملک مین جسکی آبادی کو نیم وحشی ہونیکا خطاب عطا ہوا تھا۔ ایک مہذب ملک کے قانون کو جاری کردیا اس غلطی سے سوسائٹی کے پہیے کو شکست کردیا اب رہا گورنمنٹ کے قانون والا پہیہ جو مہذب ملک کی ہموار سڑک کا محتاج ہی۔ ہمارے ملک مین جسطرح چل رہا ہی ہم اور آپ سبھی دیکھتے ہین فرق اتنا ہی کہ اس زمانہ کی خلایق نے جب تینون پہیون پر جھگڑا چلتا تھا اسکی رفتار کو نہین دیکھا ہی ایک زمانہ وہ تھا کہ امر متنازعہ فیہ کی نسبت سچے حلف کو بھی اٹھاتے ہوے ڈرتے تھے کہ مبادا سوسائٹی کی ٹکسال مین کھوٹے نہ ٹھہر جائین۔ آج وہ وقت ہی کہ اگر ممالک محروسہ کی چھوٹی قسمتونکا عدالتون سے نقشہ مرتب کیا جاے تو لاکھون کا روزانہ اوسط شمار مین رہ جاے۔ جو لوگ جنکو نوجوانون نے اولڈ فیشن کا خطاب دے رکھا ہی۔ طاعون ہیضہ چیچک وغیرہ وبائی امراض سے لکھوکھا جانون کا اتلاف۔ آے دن خشک سالی برف باری زلزلہ زدگی عام آفات ارضی وسماوی کے نزول کو انھین چھوٹی حلفون کا باعث سمجھتے ہین الحاصل انگریزی علم کے بلا امتیاز اشاعت مذہبی امور کیطرف سے چشم پوشی اور مہذب قانون کو دفعتاً جاری کردینے سے ملک مین جسقدر خرابیان پیدا ہوئی ہین اور آئندہ جسقدر پیدا ہونگی ہم پرانے خیال کے لوگ تو مذکورہ بالا فروگذاشت ہی کو اسکا اصلی سبب تصور کرینگے۔ وہ جو چاہین سمجھین۔

(راجہ چندر چور سنگھ)

دیوان حبیب کا ایک صفحہ

یون کہین آئینۂ دل مین جلا آتی ہی — جب مٹے زنگ کدورت تو صفا آتی ہی

صبح عشرت کو بنا دیتی ہی شام اُمید — چھوکے اُس زلف کو جب باد صبا آتی ہی

آمد فصل خزان سنکے ہی بلبل جو حزین — خندۂ گل سے بھی نالہ کی صدا آتی ہی

ہوش مین آتے ہین عشاق تو پھر ساقی — بادۂ بیخودی شوق پلا آتی ہی

نونہالان چمن منتظر رحمت ہین — باد نوروز لیے سبز قبا آتی ہی

حسن صورت سے تو ظاہر ہی مصور کا کمال — ان بتونکو بھی کبھی یاد خدا آتی ہی

صبح کے جانے پہ اصرار ہی انکو جو حبیب
شام سے دل کے دھڑکنے کی صدا آتی ہی

پہونچا ہی آہون سے تا آسمان بلند — آتش دبی ہوئی ہی مگر ہی دھوان بلند

وہ سرفراز جنکے تھے ہر سو نشان بلند — سوئے ہین زیر خاک بنا کر مکان بلند

بیٹھی ہی دھاک غمزۂ خونریز یار کی — ہوتا ہی زد بچا کے سر اک مرغ جان بلند

وہ دیکھ برق حادثہ ہی تاک جھانک مین — بلبل ابھی چمن مین نکر آشیان بلند

منزل سے پاے ہمت مردانہ بڑھ گئے — دھوکا ہوا کہ بام سے تھا نردبان بلند

عبرت فزا ہی گور غریبان کا ہر مقام — ان بستیونمین دفن ہین کیا کیا جوان بلند

بحر ہوس مین گھومتی ہی کشتی مراد — ہی دامن طلب صفت بادبان بلند

ہین کشتگان دوری منزل گہ اُمید — ہوتی ہی جنکی خاک پس کاروان بلند

توڑا ہے دست جہل نے پیمان اتفاق — ہو کسطرح سے مرتبۂ میر و خان بلند

مجھسے صنم پرست کا دل اور خدا کی یاد — ناقوس دیر سے ہی صداے اذان بلند

جب اُنکے آستان کا تصور بندھا حبیب
سجدے کیے زمین نظر آئی جہان بلند

اچھا ہو یہ آرزو ہر روز آتا کسی طرح | آئے تو ہو یہ فکر نہ جاتا کسی طرح
اے چشم شوق وہ نظر آتا کسیطرح | ارمان دید کا نہین جاتا کسی طرح
دکھلائی پھر بہار زخود رفتگی مری | جسکی تلاش ہو اُسے پاتا کسی طرح
اچھا کیا کہ خانۂ دل کر دیا تباہ | شاید خیال غیر کا آتا کسی طرح
تھوڑی شراب کہنہ ہی پیر مغان کے پاس | اُسمین سے دو گلاس پلاتا کسیطرح
نکلا فریب دہر سے بہتر مذاق غم | آخر مین کوئی چیز تو کھاتا کسی طرح
کرتے وہ مجھسے کاش رقیبوں کا تذکرہ | جو دل مین ہو زبا پر آتا کسی طرح
نقصان مال پر کبھی زیبا نہین ملال | اک روز تیرے ہاتھ سے جاتا کسیطرح

واعظ حبیب رند کو سمجھا کے تھک گیا
اُسکی سمجھ مین کچھ نہین آتا کسیطرح

رباعی

در تعریف محل مہاراجہ یمین السلطنت بہادر موسوم بہ آئینہ خانہ

گھر علم و ادب کا یہی کاشانہ ہے | زینت دہ صدر شاد فرزانہ ہے
حیرت کا محل نہین ہے ای چشم حبیب | روشن گر دل یہ آئینہ خانہ ہے

سر پر ایک طلاکار کشمیری رومال عقال سے بندھا ہوا تھا، اور گلے مین لمبی نارنجی رنگ کی ریشمی قمیص تھی جسمین سبز گوٹ اور سنہری فیتہ ٹنکی ہوئی تھی۔ آستینین بہت لمبی تھین جنکی مہری کے قریب چاک تھے، اور سب کے اوپر ایک سیاہ کپڑے کی عبا تھی جسکے مونڈھو نپر سنہری شرنج بنے ہوئے تھے، کمر مین مرصع میان کی تلوار تھی جو اُسکے قد سے کچھ ہی چھوٹی ہوگی اسلیے کہ ابھی اسکا سن کوئی ۱۵ برس سے زیادہ کا نہ تھا۔ ہمنے جہان بحرین کے اور عجائبات کی تصویرین لی تھین وہان اس لڑکے کی تصویر لینا بھی ضروری سمجھے۔

اگر ہماری جگہ کوئی اور شخص بحرین آثار قدیمہ کی تلاش مین آیا ہوتا تو اُسکو سخت پریشان ہونا پڑتا۔ مزدورون کی کثرت سے اُنکا انتخاب کرنا ایک مرحلہ ہوتا تھا، اسکے ملے ہونے کی وجہ سے پھر اُنکی کام چوری، اور اگر کچھ کہو تو ہنگامہ آرائی یہ باتین نہایت تکلیف دہ تھین۔ ایک دن میرے شوہر نے دو شخصو دیر حاضری کی علت مین موقوف کردیا جسپر سارے مزدورون نے غدر کی حالت پیدا کردی اور ننگی تلوارین لے لے کر ہمارے خیمہ کے گرد جمع ہوکر ناچنے کودنے اور غل مچانے لگے۔ مگر خیریت یہ تھی کہ سلطان نے (شاید انھین وجوہ کو پیش نظر رکھکر) رئیس البازار کو مع تھوڑی سی مقامی پولیس کے ہمارے ہمراہ کردیا تھا، جسنے ہنگامہ کو بڑھنے نہین دیا اور نئے مزدورون کا انتظام بہت جلد ہوگیا۔ دوسرے دن خبر ملی کہ خود سلطان تشریف لارہے ہین اور ہمارے قریب ہی چھاونی کرینگے جس سے خیال ہوتا ہے کہ یہ موقوف شدہ مزدور غالباً کچھ زیادہ فساد کرنے پر آمادہ تھے۔

ہفتہ کے روز ایک اور مشہور آدمی ہماری ملاقات کو آیا جسکا نام شیخ خالد تھا۔ یہ بادشاہ کا میرا یا چچیرا بھائی اور موضع رفاعہ کا رہنے والا تھا۔

اپنے ہمراہ دس بدو صاحب تھے۔ ہم سب دیر تک حلقہ باندھے ہوئے بیٹھے ہوئے
مزےدار کی باتین کرتے رہے چلتے وقت شیخ خالد دوسرے دن ہمکو اپنے مکان پر
مہمانی کی دعوت دے گیا۔ اتوار کے دن ہم تین رئیس الابزار کے رفاعہ کی جانب روانہ
ہوئے مگر تھوڑی دور بھی نہیں گئے تھے کہ شیخ سلیمان کی سواری پہونچ گئی جسنے
ہمارا لطف آزادی کھو دیا۔ آپکے وزیر نکو سواری کی بہت مشقت اُٹھانا پڑی
اور اگرچہ ہم تو خوش ہی رہے اور بھولے پریشان کرتے تھے انہنے اپنی ٹوپیونکو مضبوط
باندھ لیا تھا اگرچہ زیادہ نہیں تھا راستہ کوسوں تک ان رفتگان کے شہر خموشان
مین ہوکے گذرنا تھا جنکے کسی زمانہ مین یہ مقام آباد تھا اور جنکی زراعت
اور گاؤنون کے نشانات یہان اب تک باقی تھے۔ جب اس قبرستانی مقام
کو ہٹا آنکلے تو بجائے بڑے بڑے ٹیلون کے ڈھیر پتھرون کے نیچے نیچے
ڈھیر ملنے لگے۔ جب اسکو بھی گذر چکے تو مواضع رفاعہ دکھائی دینے لگے
جنمین سے ایک رفاعہ شرقی اور دوسرا جو شہزادہ محمد کے قبضہ مین
ہے رفاعہ جبلی کے نام سے موسوم ہین۔ یہ دونون موضعے عمارات
اور منہاج سے قدیم ہین اور انکو بھی ٹیلون کے فصیل اپنے حصار عافیت
مین لئے ہوئے ہے ۔

خاندان خلیفہ کے اکثر لوگ یہان بڑی بڑی عالی شان عمارتون مین
رہتے ہین۔ رفاعہ شرقی بہت بڑا قصبہ ہے۔ جب یہان کے لوگونکو ہمارے
آنے کی اطلاع ہوئی تو سارے اہل قصبہ ہمارے دیکھنے کو جمع ہوگئے۔ پہلے
پہل ایک انگلش لیڈی کو اتنا بڑا سفر کرتے ہوئے دیکھنا اُن کے لیے ایک
عجیب وغریب بات تھی۔ بڑی بڑی برقعہ والی عورتین اسوقت اپنے
گوشے پردے کو بالائے طاق رکھکر جھانکتے اور بار بار مرحبا بی بی کی صدائین

انکار ہی نہین۔ اور جیسا استقبال ایک انگلش "ربی بی" کا اس شہر مین کیا گیا ایسا شاید ہی کسی ذی منزلت بادشاہ کا اُسکے پایۂ تخت مین ہوا ہو۔

جب ہم یہان پہونچے تو شیخ خالد اپنے قہوہ خانہ مین بیٹھے ہوے ہمارا انتظار کر رہے تھے۔ یہان بورئے کا فرش تھا اور اُسکے اوپر اونٹ کے بالون کا غدہ بچھا ہوا تھا جسمین کچھ طلائی کام بنا تھا۔ ہم دونون میان بیوی کے لیے دو تکیے رکھ دیے گئے تھے۔ باقی سب لوگ چارون طرف دیوارون سے لگے بیٹھے تھے۔ ہمارا میزبان سخت متعصب اور پکا وہابی تھا، وہ اپنے مکان مین غیر معمولی زینت کو ناجائز سمجھتا تھا، چرٹ یا سگرٹ پینے کو نہایت برا سمجھتا تھا، اور سیوا اپنے وقت پر کافی پینے اور وقت پر نماز پڑھنے کے باقی تمام باتون کو بیجا جانتا تھا۔ جب تھوڑی دیر کے بعد سب لوگ چلے گئے تو شیخ خالد نے ہمسے کہا کہ اب یہ کمرہ تنہا تمھارے قبضہ مین ہے گا دو تکیے اور منگوا دیے گئے اور باقی ضروری اوڑھنا بچھونا ہمارا اپنے ساتھ تھا۔

شیخ صباح جو خالد کا بہنوئی ہی اُسکے خیالات ہمارے میزبان کے خیالات سے بالکل ہی جداگانہ ہین اسلیے کہ وہ ایک مدت تک بمبئی مین رہ چکا ہے اور رفتار زمانہ سے بہت کچھ آگاہ ہے۔ وہ ہمکو اپنے مکان پر لگیا جسکو اُسنے خوب آراستہ کیا تھا؛ دیوارون پر گلٹ کی ہوئی فریمون مین آئینے آویزان تھے، چھتون مین زنگارنگ قمقمے لٹکتے تھے، خوشنما اور قیمتی قالین اور تکیون کا فرش تھا۔ زنجبار کے بنے ہوے کھجور کے ٹوکرے، بمبئی کی کھدوان کام کی الماریان، الحسا کے کافی دان، رومی سماوار، غرضکہ مختلف قسم کا عمدہ اور نفیس سامان مہیا کیا گیا تھا، جسکو دیکھکر ہمین

نہایت تعجب ہوا اسلیئے کہ ہم اپنے میزبان کے گھر کی اُجڑی ہوئی حالت دیکھ چکے تھے. شیخ صباح صرف ایک سفید کرتا پہنے اور سفید عمامہ باندھے تھے۔ اُنکے مزاج مین اسقدر بے تکلفی تھی کہ باوجود میرے شوہر کی موجودگی کے اُنھون نے اپنی بیوی کو وہین ایک کونے مین بیٹھا رہنے دیا۔

انکے مکانات بھی اصول معماری کے اعتبار سے خالی از دلچسپی نہ تھے۔ اسلامی وضع کی کمانین (محرابین) اور استرکاری پر مختلف نمونون کی نقاشیان تھین۔ اور کمرے اس طریقہ پر بنائے گئے تھے کہ اس گرم ملک کی مناسبت سے اُنمین گرم ہوا کا گذر نہین ہوسکتا تھا تاہم اسکا لحاظ رکھا گیا تھا کہ وقت ضرورت ہوا اُسکے چھوت کی دیوارون مین روشندان رکھے گئے تھے جو باہر سے تین فٹ اور اندر سے ایک فٹ چوڑے تھے ــ ان روشندانون مین سے عورتین نہایت خاموشی کے ساتھ جھانکا کرتی تھین یہانکی عورتون کی فطرت، نہایت متجسس ہوتی ہے یہ بھی بطورہ چہرون پر اوڑھتی ہین۔ بحرین کی بعض عورتین نہایت دلربا ہوتی ہین بشرطیکہ اُنکے چہرے بطرون مین پوشیدہ نہون .... اگرچہ یہ امر میرے میزبان کے بالکل خلاف مرضی تھا، مگر مجکو ایک حرم سے دوسرے حرم مین لے جاتے اور تماشائیون کا ایک جم غفیر میرے ہمراہ ہوتا تھا۔

دوپہر کو ہم سوار ہوکے رفاعہ جبلی کو گئے۔ یہ موضع میدانی سطح سے ۵۰ فٹ بلند ایک پہاڑی پر واقع ہے۔ یہان سے ایک وسیع اور وحشت خیز ریگستان کا منظر سامنے ہے جسکے بیچ مین کہین کہین کنوون یا نالون کے پانی کے بدولت اوسس (وہ نخلستان جو ریگستان کے

درمیان واقع ہوں کا سمان پیدا ہو گیا ہی یہان سے نگاہ سیدھی گزرتی ہو ئی،
جبل دخان پر ٹھرتی ہی جو چار سو (۴۰۰) فٹ اونچا ہی اور اکثر سمندر
کے کہر سے گھرا رہتا ہے۔ بعض دن صبح سویرے اٹھکر جب ہم خیمہ سے
باہر نکل آتے تھے تو ہمکو لندن کے کہرے کا لطف آتا تھا۔ ہمارے کپڑے
تر ہو جاتے تھے اور خیمہ کے گرد کی زمین خنکی پیدا ہو جاتی تھی؛ لیکن تھوڑی دیر
کے بعد جب آفتاب بلند ہوتا تھا یہ کیفیت باقی نہین رہتی تھی افسوس یہ ہو
کہ جب ہم واپس آئے تو اپنے دوست شیخ محمد کو نہ پایا کیونکہ وہ شیخ
عیسیٰ کی خدمت مین حاضر رہنے کو جا چکے تھے جو ابھی ہمارے کیمپ کے قریب
آکر اترے تھے۔

شاہی باورچی خانہ کے لیے بڑی بڑی دیگین اور پتیلے لدے ہوئے
چلے آرہے تھے۔ شیخ محمد کی مان، جو شاہانہ شان و شوکت کی عورت
تھی، سلطان کے خاصہ کے انتظام مین مصروف رہتی تھی؛ اور جب اوسکو
اس کام سے فراغت ملی تو اسنے حرم مین ہماری دعوت کی۔ زنانے کمرہ مین
ایک جانب بڑا سا ایک تخت بچھا ہوا تھا جو اچھا خاصہ چبوترہ تھا۔
رات کو سب عورتین اسپر سوتی تھین اور صبح کو اپنے اپنے بچھونے لپیٹ کر
اسکے نیچے رکھدیتی تھین۔

ہم مواضعات رفاعہ کے بیچ مین ایک کنوین کے قریب اترے تھے
جہان دونون گانؤن کے لوگ پانی لینے کی غرض سے جمع ہوتے تھے۔

یہ وقت شام کا تھا اور کنوین پر مختلف صورتون اور لباسون کے
آدمی جمع تھے، خچر پانی سے بھرے ہوے مشکون کے تلے دبے جارہے تھے
کنوین کی چرخیون کے چلنے کی نامطبوع آواز کسی وقت کم نہ ہوتی تھی۔

ہمنے دیکھا کہ مرد خود کوئی وزن اُٹھانا باعث عار سمجھتے اور اسکو عورتون کے لیے
مخصوص جانتے ہین۔ ہمارے چارون طرف ریگستانی میدان تھا اور تھوڑے
فاصلہ پر شیخ صباح کا باغ تھا جسکو اُسنے بڑی محنت وجانفشانی سے
تیار کیا تھا اور جو اُس ویران منظر کو کسقدر دلچسپ بناتا تھا۔

غروب آفتاب کے وقت ہم شیخ خالد کے مکان کو واپس ہوئے
اور یہ دیکھکر کہ اسوقت ہمارا کمرہ بالکل خالی ہے نہایت اطمینان ہوا کیونکہ آج
ملاقاتون کے باعث سے ہمکو سارا دن زبان بند رکھنی پڑتی تھی۔ ہمارے میزبان
نے ہمکو ایک حبشی غلام کی خبرگیری مین چھوڑ دیا جسکا نام زمزم تھا اور جسکو
کھانا پکانے مین خوب مہارت تھی۔ یہ ایک لال رنگ کے گول چولھے پر جو انگیٹھی
سے مشابہ تھا ہمارے لیے کھانا پکا کر لایا۔ زمین پر ایک چٹائی کا گول دسترخوان[1]
بچھایا جو کسی گھاس کا بنا ہوا تھا۔ دسترخوان کے بیچ مین ایک ہاتھ دھونے کے کٹوری
مین گھی رکھا اور خشکہ ... دو بھنی مرغیان ایک قدحے مین کھجور۔ ایک پیالے مین
دودھ جسمین نہایت لطیف اور تازہ مکھن تیرتا تھا۔ اور بہت سی بڑی بڑی -
پیالیان جو تواضع کی۔ یہ سب چیزین لاکر رکھین۔ لیکن ایسا کوئی آلہ نہ تھا جسکے توسط
سے ہم ان نعمتون کو منہ تک پہونچا سکتے۔ خشکہ تو ہمنے روٹی کے ٹکڑون سے کھایا
اور باقی اشیا کو ہاتھ سے مگر شکر ہے کہ اُسوقت کوئی غیر ہماری اس کشاکش کا
نظارہ کرنے والا نہ تھا صرف زمزم لوٹے مین پانی لیے کھڑا تھا جب ہمنے کھانا کھا کے
ہاتھ دھوئے اور جاکر سو رہے۔

دوسرے دن ہمنے علی الصباح روانگی کی تیاری کی۔ لوگون نے کہا کہ اگر خچرون پر

---

[1] غالباً کھجور کے پتون کا ہوگا جیسا کہ ادھر بھی ایسے دسترخوان غربا مین بہت مروج ہین۔ مترجم

سفر کیا گیا تو بہت دن لگین گے، اور شیخ خالد نے اپنے پاس سے تین تیز رفتار اونٹ ہماری سواری مین دیے جنپر الحسا کے اپنے فوقی کام کے نہایت نفیس کجاوے کسے ہوے تھے اور ہر کجاوے مین آگے پیچھے دو نشستین تھین۔ بہت جلد اس میدان کو طے کر کے ایک موضع کے قریب پہونچے جو عسکر کہلاتا ہے اور اس جزیرے کے مشرقی ساحل پر واقع ہے مشہور تھا کہ اسکے قرب وجوار مین بہت آثار قدیمہ ہین لیکن یہ امر دریافت کرنے سے غلط ثابت ہوا۔ تاہم یہ موضع جاے خود عجائبات عالم سے بہت تھا مکانات تمام بانس کے تھے انکے بنے ہونے کے سبب کا کمرہ بنا ہوا تھا ایک مکان مین کافی سے ہماری تواضع کی گئی جس نے تھکن کو دفع کر کے فرحت بخشی۔ یہان سے ہم ساحل کی طرف روانہ ہوے اور وہان نہایت حیرت کی نگاہون سے اُن بانس کی کشتیون، لمبیون، اور پانی کے پیپون کو دیکھا جو اس بحری قوم کی قدیم مصنوعات کو یاد دلانے والی چیزین ہین۔ رئیس البازار اس سفر مین بھی ہمارے ساتھ تھے جنکی وجہ سے ہم حسب دلخواہ دیہات کی سیر نہ کر سکے اسلیے کہ وہ یہ چاہتے تھے کہ دوپہر سے پہلے جبل الدخان کی اُس گھاٹی مین پہونچ جائین جو وسط جزیرہ مین واقع ہے۔ ہم اونٹو نسے اُتر کے جبل دخان کے معائنہ کو گئے۔ یہ پہاڑ چونے کے پتھر کا ہے اور جا بجا متعدد گھاٹیان ہین۔ جبل الدخان کی خوشنما چڑھائی سے انسان بحرین کی حالت اور وسعت کا موازنہ بخوبی کر سکتا ہے۔ اس جزیرے کی شکل بیضاوی ہے اور اُسکا انتہائی طول ۲۷ میل اور عرض انتہائی ۱۲ میل ہے۔ جا بجا چھوٹے چھوٹے گانون ہین جو محض اپنے قرب وجوار کے نخلستانون اور جھاڑیون کی وجہ سے دور سے شناخت ہو سکتے ہین۔ بائین جانب دور تک نظر دوڑانے سے ملک عرب کے دھندلے پہاڑ دکھائی دیتے تھے۔

اور ساحل الحسا کہ اُس پار وہابیون کا وہ ملک واقع ہی جہان کافرون کا گذر نہین ہو سکتا۔

یہان ہم سے خاندان خلیفہ کے ایک اور شخص سے ملاقات ہوئی جسکا نام عبد اللہ تھا۔ یہ شخص یہان کا زمیندار ہی اسنے ہمارے آنے کی خبر سُنکر دعوت کا سامان کیا تھا جسمین اسی طرح کے کھانے تھے جیسے ہمنے شب کو کھائے تھے۔ کھانے سے فارغ ہوکر ہمنے عبد اللہ کے مکان مین آرام لیا۔ ایک اور شخص نے اُسی شب کو ہماری دعوت کی مگر چونکہ ہمکو اپنے فرائض منصبی کے انجام دہی کے لیے کیمپ کو واپس ہونا ضروری تھا اسلیے ہمنے صرف قہوہ نوشی کی صحبت کو منظور کیا۔

یہان سے ہم رفاعہ کو گئے اور وہان سے اپنے دوست شیخ خالد سے رخصت ہوکر کیمپ کو واپس روانہ ہوے۔ تھوڑی دیر کے بعد شیخ علیسے کے خیمے نظر آئے جب ہم وہان داخل ہوے تو دیکھا کہ اُنکی چوکی کے برابر اور سلطان کے کجاؤن سے اور دو چوکیان ہمارے لیے تیار کی گئی ہین جس سے معلوم ہوا کہ وہ ہمارے انتظار ہی مین بیٹھے تھے۔ کچھ مصاحبین خیمہ کے اندر زمین پر بیٹھے تھے اور کچھ باہر جمع تھے۔ نوجوان شیخ محمد جو انگلستان کے مدرسون کے لڑکون کی طرح ہمیشہ ہنستا کھیلتا رہتا تھا اسوقت نہایت متانت سے خاموش بیٹھا تھا۔ مین نے بہت کچھ چھیڑا کہ وہ ذرا مسکرائے مگر کسی طرح کامیابی نہوئی۔ دوسرے روز صبح کو وہ ہمارے خیمے مین آیا جب بھی اُسکی وہی متانت تھی مگر جب اُسکا چچا (سلطان) چلا گیا پھر اُسکی بشاشت اور زندہ دلی تازہ ہوگئی۔ اور ہمارے پستول کا معاینہ شروع ہوگیا۔ آخرکار اسطرح تبادلہ ہوگیا کہ اُسنے ہمکو ایک کافی دان اور ایک نقرئی کام کا پیالہ دیا

ڈاکٹر باٹلی والا کی ادویہ

ملیریا۔ انفلوئنزا اور طاعونی بخار کے لیئے باٹلی والا کا عرق بخار یا گولیان اٰل بخار مستند فیصدی
باٹلی والا کا عرق ہاضمہ ہیضہ کی بیمثل دوائی قیمت ۱۰؍
باٹلی والا کا ہیر لوشن خضاب سفید بالون کو اصلی سیاہ رنگ کرد یتا ہے قیمت ۱؍
باٹلی ... مقوی گولیان عصبی اور عام کمزوری کیلیے نہایت مفید ہے قیمت ۸؍
باٹلی والا ... جن جو ہندی اور ولایتی ادویہ مثل مین وکار بولاک ایسڈ وغیرہ سے
سائنٹفک طور پر طیار کیا گیا ہے فی ڈبیہ ۴؍
باٹلی والا کا مرہم داد ...... ۴؍ یہ ادویہ ہر مقام کے دوا سازون سے و نیز
... ایچ۔ ایل باٹلی والا ورلی لیبوریٹری دادر بمبئی سے مل سکتی ہے۔

قابل کتابین

ارمغان فرنگ ۔ حضرت ضامن کنتوری کا تذکرہ شعرائے انگریزی جسمین انگلستان کے نامی گرامی شعرا کے حالات کے ساتھ انکی چیدہ مضمون کے نظم ترجمہ بھی شامل ہین۔ یہ کتاب جسقدر مقبولیت ملک مین حاصل کر چکی ہے اسکے لیئے یہ کہنا کافی ہے کہ ڈائرکٹر صاحب بہادر بمبئی نے اسکو کالج اور اسکول لائبریریون کی مقبولہ کتابون مین داخل کیا ہے اور پنجاب کی یونیورسٹی نے اسکی متعدد جلدین تقسیم انعام کے لیئے خریدی ہین قیمت مع محصول ۱۲؍

قطرۂ خونی یا مظلوم سلطانہ ۔ جدید طرز قابل دید ناول مصنفہ سید نثار احمد صاحب احمدی۔

قیمت مع محصول ۱۰؍ المشتہر

بدہضمی کے دست کی دوا

کھانا تحلیل کرنیوالے عرقوں کے کم و بیش ہونیسے بدہضمی کی بیماری ہوتی ہے جسکی یہ علامتیں ہوا کرتی ہیں۔ کہانا کہانیکے بعد پیٹ کا بہاری معلوم ہونا۔ پیٹ میں ریاح ہوناجی متلانا کہٹی ڈکار آنا سینہ کا جلنا۔ منھ میں پانی اوترانا۔ پیٹ میں میٹھی میٹھی درد ہونا۔ صفرا ابہرنا سُستی وغیرہ کا ہونا۔ جبتک کہانا ہضم کی تہیلی میں رہتا ہے اور ہضم کا عمل مشکل ہوتا ہے یہی حالت ہوتی ہے جب بیغیر ہضم کہانا انتڑیوں میں اوتر جاتا ہے تب پیٹ میں گڑگڑاہٹ ہوتی ہے۔ پیٹ چڑھ جاتا ہے اور دست کی حاجت ہوتی ہے دست پتلا پانی سا ہوجاتا ہے کہانا کھانیکے بعد ہی دست ہوجاتا ہے دست ہونیسے جسم کمزور ہوجاتا ہے یہ سب حالتیں کبھی زیادہ ہوتی رہتی ہیں اور مہینوں تک چلتی ہیں مریض کا جسم دن بدن لاغر ہوتا جاتا ہے آخر کو لاعلاج ہو جاتا ہے جسم کی معمولی قوت کم ہوجانا اسی مرض کا سبب ہے مندرجہ ذیل حالتوں میں ایسا ہی ہوتا ہے ضعیفی کے عالم میں کسی خاص بیماری کے بعد ضعف کا ہونا کم کھانا (جیسا کہ روزہ دار فاقہ کش کرتے ہیں) منی کے بیفائدہ ضائع ہونیسے۔ نقاہت زیادہ محنت۔ فکر تردد۔ غم واندوہ اور بدمزاجیوں کی حالت جو بچے جننے کیوقت ہوتی ہے۔ ان باتوں کو غور کر کے ڈاکٹر برمن نے بدہضمی کی دوا بنائی ہے کھانا ہضم کرانے اور بدہضمی کی خرابی کو دور کرتی ہے یہ بہت اثر پذیر ہے یہ دوا چھوٹی چھوٹی ٹکیا سی بنائی گئی ہے۔ پندرہ روز کے استعمال کے لائق ۳۰ ٹکیاں ایک شیشی کی قیمت (ع۱) محصول ڈاک ۵/

ولایتی پودینے کے ہری پتیوں سے یہ عرق بنا ہے اسکا رنگ کے رنگ کی طرح ہرا اور خوشبو بھی تازی پتیوں کی سی آتی ہے یہ عرق ڈاکٹر برمن کی صلاح سے ولایت کے نامی دوا فروش نے بنایا ہے ریاح کیلئے یہ نہایت مفید دوا ہے پیٹ پھولنا ڈکار آنا۔ پیٹ میں درد۔ بدہضمی۔ سستی۔ اشتہا کم ہونا وغیرہ ریاح کی علامت جلد دور ہوجاتی ہیں بچوں کے لئے کوئی دوا اس سے بڑھکر مفید نہیں ہے۔ گود کے بچے کیلئے ایک یا دو قطرہ تھوڑا سا دودھ میں ملا کر پلانا چاہیئے بڑوں کے لئے ۱۰ قطرہ سے ۳۰ قطرہ تک تھوڑا ٹھنڈا پانی میں ملا کر دینا

پتہ ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ

انچہ دانی بشمار انچہ ندانی بشنو

ماہواری بریلی

استبصار

مالک و اڈیٹر سید محمد ضامن کنتوری

جلد ۳ | بابت ماہ فروری و مارچ سنہ ۱۹۱۱ع | نمبر ۴ و ۵

فہرست مضامین

استبصار پریس بریلی میں چھپکر شائع ہوا

ضوابط استبصار

یہ علمی ادبی اور اخلاقی مضامین کا رسالہ جو تازگی خیالات
اور بے مثل نثار پردازی کے اعتبار سے آپ اپنی
نظیر ہے مہینہ میں ایک بار رائے بریلی سے شائع
ہوتا ہے قیمت سالانہ مع محصول ڈاک عام خریداران
سے ۔ طلبا سے . . . . عہ
امرا رعظام اور تعلقداران سے . . . . . . عہ

نوٹ - جن حضرات کی خدمت میں رسالہ بہ اُمید خریداری روانہ
ہوگا اگر وہ نمونہ کا پرچہ وصول ہونے پر منظوری یا عدم منظوری
کی اطلاع نہ فرمائینگے تو خریدار متصور ہونگے - اگر کسی صاحب
کی خدمت میں وقت پر کوئی پرچہ نہ پہونچے تو تاریخ اشاعت
سے ایک ماہ کے اندر طلب فرمائیں -

اُجرت اشتہار

فی سطر ۳ فی صفحہ ۱ ایک دفعہ کے لیے ٹیے
مستقل اشتہارات کی اُجرت بذریعہ خط و کتابت طے ہو سکتی ہے

منیجر استبصار

ضروری گذارش
چونکہ رسالہ [illegible]
[illegible]
[illegible]
میں اس کی خدمت میں
[illegible] کا رسالہ
وی پی روانہ ہوگا
براہ کرم وصول
فرمائیں [illegible]
سے [illegible]
اڈیٹر

بچہ دانی بشمار بچہ ندانی بشنو

استبصار

بابت ماہ فروری و مارچ ۱۹۱۱ سنہ عیسوی

اُردو ہندی کا املا

نوشتہ شیخ مشتاق احمد صاحب مشتعلق

قبل اسکے کہ اُردو ہندی کے املا پر کچھ خیال ظاہر کیا جاوے بہتر ہوگا کہ ہردو کی تعداد حروف شمار کرکے اگر کچھ فرق ہو تو ظاہر کیا جائے اُردو کے حروف اصلی کی تعداد تو ۳۲ ہی لیکن اگر فارسی حرف ژ بھی شامل کرلیا جائے تو ۳۳ ہی ہندی مین بھی اصل حروف ۳۳ ہین باقی تین چھ ترگیان آئندہ ضرورت کیلیے اختراع ہوکر ہندی الف بے کیساتھ ملادیے گئے ہین دونون کا فرق بلحاظ آواز یہ ہی کہ ہندی مین [illegible] بجائے خود موجود ہین مگر اُردو مین تا وقتیکہ ک گ ج چ ٹ ڈ پ ب ہ کیساتھ ہائے ہوز نہ ملائی جاوے حروف مذکورہ ہندی کی آواز نہین دیسکتے اُردو نے اپنی اس تلفظی کمی کی تلافی ایسے حروف سے کی ہی جنکے ادا کرتے مین نہ صرف تلفظ مختلف ہوتا ہی بلکہ شکلین بھی جدا گانہ ہین مثلاً (ص ث س یا ض ز ذ ظ) یا (ع ا) یا (ح ہ) عین و الف کا فرق قرأت مین معلوم ہوجاتا ہی گو تلفظ کی صحیح عدم ادائی بلحاظ املا خیال کو مغالطہ مین ڈالتی ہی مگر اہل عرب جنکے مذکورہ بالا حروف متشابہ ملکیت ہین اپنی قرأت سے ایک امتیازی فرق حروف کا سامع کے

سامنے پیش کرتے ہین کہ وہ حروف کے تلفظ کا اندازہ کرکے فوراً سمجھ جاتا ہی کہ یہ غلط ہی یا درست
مثلاً طابین کی لفظ کو اہل عرب اسطرح زبانکو پر کرکے کہینگے کہ اُس سی دوادم کی آواز بھی پیدا
ہوگی اور اگر تابعین کہینگے تو صاف درست معلوم ہوگا۔ لیکن اگر کسی ہندی خوان یا ناواقف
زبان عربی سے یہ لفظ کہلایا یا لکھایا جاوی تو بوجہ لاعلمی قرارت طابین اور تابعین کے تلفظ
مین فرق نہ پیدا کرسکنے کے علاوہ دونون لفظونکو ت سے لکھدیگا ہم ان حروف مشابہ کے
متعلق آگے چلکر لکھینگے اگر کسی اردو عربی فارسی خوانسے کہا جاوے کہ حوض۔ لذیذ۔ احیاً
لحاظ لکھو تو اُسے فوراً قوت حافظہ سے کام لیکر خیال کرنا ہوگا کہ کن کن حروف سے لکھنا چاہیے۔
وجہ اسکی یہ ہی کہ اردو زبانکا Construction غیر ممالک کی زبانونکا ممنون ہی اور
حروف مستعار لیے گئے ہین حتی کہ الفاظ بھی منگنی کے ہین پس مروجہ قواعد السنہ مذکور کی کیونکر
خلاف ورزی کیجاوے۔ اسمین شک نہین کہ ذہن و خیال کو طاقت دینے اور قوت حافظہ
کو پختہ کرنیکے لیے اردو کی مشکل املا سے بہتر شاید کوئی املا ہو۔ جسطرح ایک کامل اردو نویس
تا وقتیکہ عربی فارسی الفاظ سے مانوس نہوگا صحیح املا لکھنے مین اُسے بھی دقت ہوگی یعنی یہی
میرا ذاتی خیال ہی کہ جبتک ایک ہندی نویس قدرے سنسکرت مین بھی دخل نرکھتا ہو غالبا
املا لکھنے مین غلطی کریگا چاہی ہندی روان بھی ہو کیونکہ الفاظ عربی و فارسی اُردو مین
مخلوط ہین یونہین سنسکرت کے الفاظ ہندی مین شامل ہین۔ اُردو کے اظہار تلفظ کی کیفیت معیوب
جسکی تردید مضمون ہذا کے آخر مین کیجاویگی ہم اوپر لکھ چکے مضمون ہذا کے آخر مین کیجاویگی ہم اوپر لکھ چکے
ہین لیکن سلگے ہاتھون ہندیکا عامہ عیب بھی ظاہر کرنا چاہیے اُسکے پڑھنے مین کاتب کو خود بہت
دقت معلوم ہوتی ہی علاوہ برین کاغذی جگہ کی بھی زیادہ گھیر گھار ہی۔ ف ادرق کو وہ ہمیشہ ت اور
ہ اور ض۔ ز۔ ذ۔ ظ کو ج جیم کے تلفظ مین ادا کرتی ہی گو اُسنے ایک علامت نقطہ قائم کی ہی مگر
اسی نشانی سی صحیح تلفظ کا استفادہ وہی اٹھا سکتے ہین جو ض۔ ز۔ ذ۔ ظ کو پہچانتے جانتے ہین انکے
نجاننے والے تو فصاحت الفاظ مترجمہ کو غیر زبان کے ہین جیم سے لکھکر نا ش کر دینگے۔ جو عام آسانی

ہندی کے املا نقطے مین پائی جاتی ہی وہ صرف اُسی حد تک پائی جاتی ہی جہان سے آگے جاکر سنسکرت کے الفاظ مرکب ملنا شروع ہو جاتے ہین اور املا سخت ہوتا جاتا ہی یہی آسانی اُسوقت تک اُردو مین بھی باقی ہی جبتک کہ اُسمین عربی فارسی ترکی حروف شروع نہین ہو لیتے ہندی خوانوں اور اُردو دانونکا عام مقصد اپنے تحریرات کو صحیح لکھنے کا ہی۔ اسکے لیے جسطرح ہندی نے بھ دھ وغیرہ بجائے خود حروف پیدا کر رکھے ہین حالانکہ اُردو مین ہائے ہوز کو (ج چ ڈ ب) وغیرہ مین ملانے سے یہ مقصد حاصل ہوتا ہی۔ اگر مشقی محنت و بلحاظ حافظہ دیکھا جاوے کہ حروف مذکور یعنی بھ دھ وغیرہ کو یاد رکھنا ہندی خوانونکی جسقدر ضرورت ہی اُسیقدر اُردو خوانون کو تصالی ہائے ہوز والے قاعدہ کیلیے جو اسقدر مشکل نہین جتنا سمجھا جاتا ہی محنت کرنا پڑتی ہی۔ لہذا اب سلاست وغیرہ سلاست قابل بحث نہین بعض باتین اُردو زبان مین انگریزی سے آتی ہین مثلاً جملہ معترضہ کے دونون طرف خط قوس کھینچنا اسطرح Invertedcomma خواہ توقف یا سکون کے لیے نشانات جملہ کے اختتام پر نقطہ یا پھول یا خط عرضی یا استفہامیہ کے آخر مین نشان ؟ اور اظہار حسرت و تمنا و تعجب و ندا مین خاص علامات۔ یا خاص مطالب کو چوب قلم سے لکھنا سب انگریزی سے ماخوذ ہی۔ اور وہ زمانہ انشاءاللہ اب قریب ہی کہ یہی خواہان اُردو کاملین اُردو کا ٹائپ مستعمل کرین اور اُسمین حروف مقطعات کا استعمال ہو ہم مقطعات کے متعلق اپنی واقفیت بڑھاکر پھر کبھی لکھین گے۔ ہندی کے ماترونسے اُسکا تلفظ بہت صحیح رہتا ہی عموماً لوگ یہی سمجھتے ہین کہ یہ بات اُردو مین نہین یہ اُنکی غلطی ہی جو قواعد اعراب سے واقف نہین اُردو مین ایکے لیے کسرہ ضمہ فتحہ یعنی زیر زبر پیش ہین جنکے علامات یہ ہین ـِ ـَ ـُ عربی مین فتحہ ضمہ اور کسرہ کہتے ہین۔ اب ہم اُس ہندی کی ماترے کو یہان ظاہر کرکے یہ بات ثابت کیے دیتے ہین کہ ہماری اردو مین اسکا جواب موجود ہی اگر اعراب کو معطل کرکے محرران اردو اپنے سر اعتراض کی بوچھارے لین تو ہم کیا کرین۔ اُنہیں حروف پر نقطہ رکھنے کی زحمت اُردو والے گوارا کرتے ہین مگر اُنسے اتنا نہین ہوتا کہ ہندی اعتراضات سے بچنے کیلیے ضروری الفاظ پر تو اعراب

क का कि की कु कू के कै को कौ कं कः

ویسے ہی لکھا کریں کَ کا کِ کی کُ کو کے کَے کو کَو کن کہ

یائے معروف (ی) اور یائے مجہول کا فرق تلفظ مین بڑا معاون ہی اس سے گھٹاو بڑھاو ممکن ہی جیسے آدمی - اور مردی کو کاتب یائے مجہول سے یائے معروف کرکے لکھدے تو وہ ردی ہوجائیگا اور معنی بھی بدل جائینگے - فقرہ کے جسطرح آج تمام دنیانے سنسکرت کے قواعد کو مبسوط و مکمل مان لیا ہی اسیطرح ہندوستانی دربیگرو ونکو بالفرض اُردو کا املا بھی مشکل تسلیم کرلین تو اگر اہل یورپ سنسکرت کے مشکلات قواعد پر اپنی زبان کے قواعد کو بلحاظ آسانی ترجیح دیکر معترض ہون تو کیا سنسکرت کی ورنجیل خوبی زائل ہوجائیگی ہرگز نہین اسیطرح اگر ہندی اُردو پر معترض ہو تو کیا اُردو کی خوبی مٹ سکتی ہی کبھی نہین ع عیب نما ید ہنرش در نظر - اُردو املا مین ہجا بڑا مددگار ہی - اُردو مین جو حروف عربیہ شامل ہوگئے ہین اُنکی مشابہت سے املا لکھنا اندھیری کوٹھری مین تیر لگانا سمجھا جاتا ہی حالانکہ جب کسی خاص لفظ کا مادہ معلوم ہوجاتا ہی تو صیغون اور اوزان کی مدد سے اُسمین غلطی بہت ہی کم اور شاذ ہوتی ہے مثلاً اگر رخصت کا املا معلوم ہے تو (ترخیص - مرخص - رخصتی) غلط نہ ہوگا یا آنکہ خاص کا املا معلوم ہو تو (خواص - خصوصیت - خصائص تخصیص - اختصاص - خاصہ - خاصان) کا املا غلط نہین ہوسکتا پس اگر سو لفظ اصلی ہین تو صیغون کے اوزان کی بدولت ہر لفظ کیساتھ پانچ چھ لفظ مشتقات بھی وابستہ رہتے ہین - اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بلحاظ قواعد ہم اُردو املا کے متعلق چند خصوصیات کا بھی ذکر کردین - پہلے الف مقصورہ کا لکھنا ضروری ہی جو (ی) کے طور پر لکھا جاتا ہی جیسے موسیٰ - عیسیٰ اکثر یہ (ی) نظم مین الف سے بدل جاتی ہی ہندی مین صرف ہ نون کے بجاے ہے مگر اُردو مین تنوین کا بھی رواج ہی جیسے فوراً حیفاً - مرحبًا اسمین فوراً کی (ر) پر دو زبر ہین اور پڑھنے مین آخر کو نون پڑھے جاتے ہین ہائے مختفی وہ ہی جو اظہار حرکت کیلیے لفظ کے آخر مین آتی ہی جیسے نامہ - جامہ اگر ناما اور جاما لکھا جائے اُردو و فارسی مین غلط ہوگا اگر فارسی کی

تعلیم مقدم رہتی ہی تو اردو کا املا بہت ہی کم غلط ہوتا ہی یا یون کہنا چاہیے کہ نہین ہوتا۔ ہندی کی ابتدائی کتابون مین تو خیر لیکن جیسے جیسے الفاظ کی تدریجی ترقی عمل مین آتی ہی ویسے ویسے مرکب الفاظ کا انٹروڈکشن مشکلات کو اپنے ساتھ لاتا ہی اور جسطرح یہ مرکب الفاظ بیشتر سنسکرت کے ہوتے ہین اسیطرح اردو مین عربی فارسی کے ہوتے ہین ورہندی کی پیدا ہی اُس خلجان سے کچھ کم نہین جو متشابہ حروف (ض ظ۔ ذ ز) وغیرہ کی وجہ سے اردو املا مین پیدا ہوتی ہی۔ حالانکہ یہ خرابی اُن ناواقف قرأت معلمان کی معلوم ہوتی ہی جو حروف کے مخرج ظاہر کرکے املا نویس پر امتیاز و فرق ظاہر کرنے مین قاصر ہین ورنہ اسمین کوئی خطا نہین اگر صحیح تلفظ حروف کا لکھانیوالا کرے یا مخرج بتائے تو کوئی وجہ نہین کہ املا غلط ہو جسطرح آجکل ہندوستانیون کا انگریزی Pronunciation ٹھیک نہین ہوتا اسی پر عربی کا بھی تلفظ خیال فرمائیے جب علم قرأت ہی کو لوگون نے خیر باد کہدیا تو املا کی دشواری کچھ تعجب خیز نہین ہندی نیتا بر حروف مقطعات مین ہی اور اُسمین یوروپین حروف کی سی آن و آدا معلوم ہوتی ہی لیکن جب الفاظ سنسکرت اُسمین آکر ملتے ہین تو ہی انقلابی حالت مین دیکھنے سے یہ سارا طلسم ٹوٹا ہوا معلوم ہوتا ہی اردو مین اگر کسی حرف کو مشدد کرنا ہو تو صرف ایک علامت تشدید کافی ہی برعکس اسکے ہندی مین اُس حرف کو دوبار لکھنا پڑیگا۔ ۳۲ حروف مین ہر حرف کی مشدد شکل جو ہندی مین ہوتی ہی وہ اپنی خاص شکل رکھتی ہے۔ کیا اُن مختلف اشکال کا یاد پر چڑھانا اُس اردو کے قاعدہ ہائے ہوز والے سے جسمین ک و ر د ملکر کھلکی آواز پیدا ہوتی ہو مشکل نہین ہے؟ میرے خیال مین شاید اللہ دیہ کہ پس یہ حامیان ہندی کی بڑی زبردستی اردو پر ہے جو وہ فرماتے ہین کہ اردو کا املا ناقص ہے ہر زبان کے ساتھ اُس زبان کے خصوصیات جداگانہ ہوتے ہین یا یہ کہنا کہ اسمین ہماری زبان کی سی سلاست نہین ہے یون تو اگر نظر غائر سے دیکھا جاویگا تو معلوم ہوگا کہ بعض صفات جو ہندی مین ہین وہ اردو مین نہین اور بعض اردو صفات

جو اُردو مین ہین وہ ہندی مین نہین - اب ہمارے معنونکو ناظرین اس مقام سے
بغور ملاحظہ فرمائین اگر ہندی مین ماترے ندیے جاوین تو اُسکا پڑھنا ناممکن ہی
لیکن اگر اُردو مین اعراب نہ لگائے یا خط شکستہ اُردو مین اکثر حضرات نقطے بھی
نہین دیتے تب بھی اُردو پڑھ لی جاتی ہی اور لکھے ہوسے پڑھے خدا والا مضمون
صادق نہین آتا - یہ وہی خوبیان اور صفات اُردو مین ہین جنھون نے گورنمنٹ
کے دلمین گھر کرلیا ہی اور دفاتر سرکاری بھی اُردو کا دم بھرتے ہین - آج ہندوستان
مین صدہا اُردو اخبارات و رسالے نکلتے ہین برعکس اسکے ناگری اخبارات
بالکل کم ہین اس سے معلوم ہوتا ہے کہ باوجودیکہ اُردو کا املا مشکل سمجھا جاتا ہی تاہم
رجحان عامہ بخلائق اسکی طرف ثابت ہوتا ہے - اب ہم ایک فہرست ایسے الفاظ
کی پیش کرتے ہین جنکا تلفظ تو ایک ہی ہی مگر املا اور معنی دونون مختلف -

نام لفظ	معنی	نام لفظ	معنی
بہر	واسطے	بحر	دریا
نظیر	مثال	نذیر	ڈرانیوالا
نظارت	دیکھنا کسی شی کا	نضارت	تازگی
نصب	گاڑنا	نسب	نسل
تسطیر	لکھنا	تستیر	پوشیدہ کرنا
بصر	روشنی	بسر	گذر
سور	اندھا	صور	ترہی
آسی		عاصی	گنہگار
علم	نشان	الم	رنج
بعد	پیچھے	باد	ہوا
لال	سرخ	لعل	نام جواہر
مانی	اسم مصور	معنی	مطلب

ان الفاظ کی شکل سابقہ کہ بلحاظ املا
مختلف و معانی کیسا فرق ناگری قائم
رکھ سکتی ہے ؟ ہرگز نہین اسکو مخالفین
اُردو املا کے لحاظ سے برائی اور نقص
بتاتے ہین اور فی الاصل بات یہ ہی
کہ اُنکے یہان ایسے ذومعنین ہم تلفظ
مختلف الاملا الفاظ ہی نہین ہین وہ
اسے عیب سمجھتے ہین اور ہم اپنا حسن بیان
جانتے ہین - اور یہ قاعدہ ہے کہ جس
شے کو ایک قوم حسن خیال کرتی ہے
دوسری اُسے عیب سمجھتی ہے -

صدہا الفاظ مثل اُردو کے انگریزی مین بھی ہین جنمین تلفظ ایک طرح اور معانی مختلف ہین مگر یاد رکھنا چاہیے کہ جو زبانین انگریزی اور اُردو کی طرح مختلف السنہ کا مجموعہ ہونگی وہ اس طریقہ سے انحراف نہین کرسکتین اور انکے لیے ضروری ہی کہ مختلف المعنی اور مختلف الصوت لفظ کا املا وہی قائم رکھین جو اُنکی اصل ماخذ مین تھا ورنہ معنون کے سمجھنے مین جو زحمتین پیش آسکتی ہین ظاہر ہین مثالاً - اگر متذکرہ بالا الفاظ مین سے کوئی لفظ مثلاً عام اور آم لیکر کسی ہندی نویس سے یہ فقرہ لکھوائیے کہ امسال عام طور سے آم نہین آیا تو وہ اُسے یون لکھیگا -

इमसाल आम तौर से आम नहीं आया تو اب یہ فقرہ اُس شخص کیلیے جو اُردو فارسی نہین جانتا ایک چیستان سے کم نہین اب بتائیے کہ مثل اُردو کے ہندی کے پاس بھی کوئی فرق امتیازی ہی یا سب دھان بائیس پنسیری ہی مگر انگریزی مین باوجودیکہ فہرست مرقومہ کیطرح الفاظ ملتے ہین تاہم اختلاف املا کیوجہ سے ناگری کا سا تحریری مغالطہ نہین ہوتا جیسے Hair, Heir, Hare, Dear Deer ناگری کو اسبات پر بڑا فخر ہے کہ جو لکھو وہی پڑھا جاتا ہی اب اگر کوئی صاحب دلہن ہین ल اور ह علحدہ لکھکر بھی اُسمین وہی آواز جو اُردو مین لام اور ہاے ہوز ملکر فتحہ کیساتھ پیدا ہوتی ہی ناگری مین بھی لہ کی آواز پیدا کرینگے تو ہم نہ مانین گے کیونکہ دعوی ناگری تو یہ ہی کہ جو زبان سے کہا جاتا ہی بجنسہ لکھا بھی جاتا ہی - مگر جب وہ لہسن لکھنی ہی تو صاف لہاسن پڑھا جاتا ہی نہ کہ بالجزم (لہسن) اگر کوئی صاحب لفظ دکم दम لکھ فرمائین کہ دیکھیے اسیطرح दमा بھی ہی تو ہم اسی بھی क کما پڑھینگے - اگر ناگری سے صحیح نہ لکھا سکا تو اُسکا دعوی صحت تحریر سراسر غلط ہی - اگر کمہار کا لفظ کوئی صاحب म اور ह کو ملاکر لکھینگے اور دمہا کی آواز پیدا کرینگے تو ہمین یہ بھی تسلیم نہین اسلیے کہ جسطرح घ اور छ اور झ ناگری مین حروف ہین اسیطرح کیا وجہ ہی کہ (مہا) اور (بھا) کی آواز کیلیے ناگری مین حرف نہین

پھر اُسے کیون تکمیل کا دعویٰ ہی۔ کوئی صاحب حرف دھا بھی ناگری کی الف بے مین ہمکو دکھا دین اگر نہ دکھا سکے تو خود ہی زرا انصاف کرکے بتا دین کہ کیا وہ مثل اردو کی جسطرح دھا۔ چھا۔ بھا کی آواز پیدا کرنیکے واسطے اُسکے پاس حروف واحد نہین اور وہ قاعدہ الف و رہائے ہوز کے الحاق کیواسطے مجبور ہی کیا اسیطرح ناگری دھا کی آواز پیدا کرنیکے لیے द اور ह ملانیکے واسطے مجبور نہین ہی۔ یہانتک لکھکر ہمنے اپنا مضمون ایک پنڈت جی کو سنایا۔ اُنھون نے فرمایا کہ ناگری مین صرف ۳۳ حروف نہین ہین بلکہ ۴۹ حروف ہین اور کہنے لگے کہ آپنے ناگری کی بہت چھوٹی کتابون سے ان حروف کو کی کھیسا تھہ نقل کیا ہی مجھے اسبات سے سخت حیرت ہوئی کہ ناگری کے حروف تھوڑے بہت یز رو فند اور دافستا آید بکار مین بھی رہتے ہین موصوف نے مجھے حسب ذیل حروف عنایت فرمائے اہ او او ای اے ری اُ اِ آ مگریہ حروف ۳۳ کے علاوہ مجکو معلوم نہین ہوتے اسلیے کہ یہ حرف ख کا گھرو ہی اور دیگر حروف کے گھرونمین صرف ह ज झ ञ کے اشکال مختلف ہین ورنہ تلفظ یکسان ہی۔ اس تغیر شکل کے باعث ان حروف کا شمار علیحدہ ہوگا بلکہ جس سے یہ منشعب خواہ پیدا ہوے وہی حرف ख کی زیادتی ہمین تسلیم ہی۔ اب چونکہ ہمارا مضمون بہت طویل ہوتا جاتا ہی اسلیے ہم ایک یوروپین محقق زبان کی رائے جو ناگری کے بارہ مین ہی پیش کرکے مضمون ختم کرتے ہین۔ ریوانڈ جیمس نولس کے سوا کسی انگریز نے ہند کیلیے عام حروف کے مسئلہ پر زیادہ وقت مطالعہ مین نہین صرف کیا اُنھون نے تبلایا کہ بہت سی ہندوستانکی بولیان کل ہندوستانی زبانونسی ملتی ہین اور یورپکی زبانونسے بھی ، ہندوستانی زبانونکی تعداد جیسا کہ مختلف حروف تہجی کے اتحاد حروف سے ظاہر ہوتی ہی ریورنڈ موصوف نے تبلایا کہ ۲۳ ہی۔ اُنھون نے ناگری حروف پر مجبور کیا ہی۔ اُنھون نے بزور کہا اور یہ رائے ظاہر کی کہ ناگری حروف کا اختیار کرنا صرف ہندوستانکو دیگر ممالک سے علیحدہ کردیگا۔ جاپان کو چین۔ جاپان۔ افریقہ یورپ اور امریکہ مین کوئی نہین جانتا ہندوستان مین بھی یہ مطلقاً نہین بولی جاتی ملک کے ایک حصہ تک محدود

اسپیچ مسٹر عبداللہ یوسف علی پریسیڈنٹ آل انڈیا مسلم لیگ

آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے پریسیڈنٹ جناب عبداللہ بن یوسف علی صاحب۔ آئی۔ سی۔ ایس۔ کے پریسیڈنسل ایڈرس کا خلاصتاً ترجمہ ہم نذر ناظرین کرتے ہین۔ ملک کے ممتاز و مستند قابل و عالی دماغ معترف ہین کہ ایجوکیشنل کانفرنس سنہ ء کے اجلاس کی افتتاحی تقریر ایک خاص امتیاز رکھتی ہے۔ ہم زبان خلق کے ہمنوا ہوکر یہ الفاظ اور بڑھا دینا بہت ضروری سمجھتے ہیں کہ نہ صرف مسلمانونکے بلکہ عموماً ملک کے تعلیمی مقاصد کا یہ ایڈرس دستور العمل ہے

(تمہید) حاضرین جلسہ۔ مین آپ لوگون کا تہِ دل سے مشکور ہون کہ کہ اپنے مجھے محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے عہدۂ صدارت پر ممتاز کیا۔ آپ لوگ واقف ہین کہ باوجودیکہ ملک اپنے بعض حصص مین اندنون کشیدگیان رکھتا ہے۔ لیکن بیشتر مہمانان کانفرنس کی تشریف آوری اور اُنکا پُرجوش استقبال دلیل ہے کہ ہم سب خوش آیند مہمان ہین۔ ہم مشکور ہین کہ انریبل مسٹر کریڈک چیف کمشنر ملک متوسط و برار نے ہمارے مقاصد کے ساتھ پوری ہمدردی کی۔

انتقال شہنشاہ معظم ایڈورڈ ہفتم مرحوم۔ اس جلسہ پر اور سلطنت برطانیہ پر باعث انتقال پُرملال ایڈورڈ ہفتم مرحوم رنج عظیم کا نامبارک سایہ ہے اور ایسے جانکاہ حادثہ پر رعایائے ہند کا باعظمت اظہار رنج کرنا دلون کی راستی کا ثبوت ہے مرحوم شہنشاہ ایسے رحمدل و صلح کن تھے کہ انکی زندگی شاہانہ عظمت۔ ادائے فرض۔ تندہی اور اطمینان کی ایک نمونہ تھی۔

حضرت جارج پنجم اعلیٰ [illegible] [illegible] و سعادت [illegible] [illegible] ابپورے
پیمانہ پر ہمارے شہنشاہ [illegible] [illegible] جارج پنجم کو سال
ہے۔ شاہ ممدوح کے جشن تاجپوشی [illegible] عنقریب ظہور مین آئیگا اور
زمانہ حال کے سلاطین ہند کا یہ پہلا ہی وقت ہے۔ ملک معظم معیت ملکہ معظمہ
ہندوستان مین رسم تاجپوشی ادا کرین۔
ہمارے قلوب حضور ممدوح کی وفادارانہ محبت سے پر ہین۔

تعلیم مسلمانان زمانہ حال کے مسلمانون کی تعلیمی [illegible] کے نسبت ایک طرف ان لوگون کا ہے جو تعلیم کی خوشنما تصویر کھینچتے ہین اور ایک گروہ انکا ہی جو مایوی کے خیالات آیندہ تعلیم کے متعلق ظاہر کرتے ہین۔ اور ان دونون آراپر دلال ہوسکتے ہین کیونکہ کچھ نہ کچھ سچائی کا جز دونون مین ہے لیکن یہ بھی کہنا ہے کہ مولانا حالی کے ایسے شاعر کا نوحہ نما مسدس۔ خواجہ غلام الثقلین صاحب کی پرنصیحت تحریرین۔ اور سید اکبر حسین صاحب کے وعظ آمیز پر مذاق مضامین سے یاد دہانی ہوگی وہ کہ قبل اسکے کہ ہم تعلیم کی منزل مقصود پر پہونچین ہمین سفری تکلیفین اور طویل راستے طے کرنا ہین۔"

عملی کارروائی فرض ہی نہ کہ صرف گفتگو لیکن خواہ ہم امید و افتخار رکھین یا مایوسی مائل خیالات۔ یہ بات مسلم ہے کہ ہمارا فرض منصبی بحیثیت فرادی لو بحیثیت مجموعی دونون طرح پر عملی ہونا چاہیے [illegible] زبانی۔ وہ فوج کس طرح جانبر ہوسکتی ہے۔ جسنے موقع پر چستی نہین دکھلائی۔ خواہ اسکے سردار اُن قباحتون کو دکھلائین جو انکے کمانڈرون کی غلطیون پر مبنی ہون یا غنیم کے بے انصافانہ تدابیر جنگ کو رکھ کر انھون نے حوصلہ جنگ مین ترقی نہ کی ہو مگر انھون نے زک پہونچ جانیکا موقع دیا۔

ہراول فوج کے لیے لازمی ہے کہ مصیبت میں وہ شور و ملامت یا بحث نکرے
اگر آپ لوگ ہراول ہیں تو نیند سے چونک کر اٹھیے واقعات کی تلاش کیجیے تاکہ
وہ فوج جو آپکے پیچھے آ رہی ہے بھروسہ رکھے کہ ہمارا کوچ موثر اور نتیجہ خیز
ہوگا۔

تعین مقصدِ عمل جسطرح بغیر اچھے محکمۂ مخبری کے فوج اور بہادر سے بہادر
افسر بیکار ہے اسیطرح بلا اچھے تعلیم یافتہ افراد کی رہنمائی کے عمل بے سود ہوتا ہے
اور اسیطرح یہ خیال غلط ہے کہ علم بے عمل خود بخود کوئی خاص جادو کی قوت
رکھتا ہے۔

علم حصول مقاصد کا ذریعہ ہے اسی طرح دوسرے لفظوں میں یا [illegible]
ان خیالات کے مضر نتائج نکلتے ہیں کہ اکتساب فنون و مشغلہ ہنر کی غرض
ہیں نہ اشاعت و ترقیات از حیثیت سے یا سائنس کا سیکھنا سیکھنے [illegible]
سائنس ہے نہ کہ اس سے فنون و پیشوں میں مدد لیجائے یا یہ کہ [illegible]
کی محض سیکھنے [illegible] کہ وہ [illegible] تقدس کرتے ہیں نہ یہ کہ [illegible]
فوائد حاصل کریں [illegible] یہی خیال تعلیم کے متعلق ہے کہ جب ہمیں تحصیل علم کی
ترغیب دیجاتی ہے تو ہم علی العموم یہ سمجھتے ہیں کہ تحصیل علم خود ایک مقصد ہے
نہ یہ کہ وہ حصول مقاصد زندگی کا ذریعہ ہے۔ ان باتوں کا جو سمجھنا خود غرضی
پر منحصر ہے جسکا نتیجہ [illegible] اور یہ کہ [illegible]
ہوجائیں جیسے [illegible]
کی طرح ہے جو اپنی جڑوں سے [illegible] درختوں کی جڑوں کے
ذریعہ [illegible] ختم کر دیتی ہے۔

بیشک [illegible] کہ تحصیل علم کا مقصد کسب زر خود غرضی

یا ذلیل و ضارع کے لیے نہونا چاہیے مگر اسی کے ساتھ یہ خیال لازمی ہے کہ
علوم و فنون و تعلیم حقیقی زندگی کی بساط وسیع پر اسیطرح مبنی ہے جسطرح خالق
نے بنایا نہ اسطرح کہ مخلوق نے بطور خود اسے قیاس کر لیا ہو۔

تعلیم محسوسات زندگی پر مبنی ہو بلالحاظ حالات طلبہ تعلیم پر بحث بیفائدہ ہے اسکی بنیاد زندگی کے مخصوص حساسات پر منحصر
اور مجموعی تبدلات و ذہنی اصول کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ ہر وقت طلبا ترکا
نہایت استقلال سے مقابلہ کرنا لازمی ہے۔ بحالت تعلیم مشکلات اس طرح
مدنظر رہین کہ تعلیم کے ذریعہ سے اپنی عملی زندگی کی دقتون کے حاصل کرنے کا
مادہ پیدا ہو جائے۔ تاکہ طالب علم کو ایسا موقع پیش آئے کہ وہ کسی دشواری
حل کرنے سے معذور ہو۔ سچائی اور خلوص کا مستقل معیار یہی ہے کہ اخلاقی
خوبیان نہ صرف اسباق تک دماغون کی روشنی رہین۔ بلکہ ہماری عملی روشنی
کیلیے بھی مشعل ہدایت ہون۔ صداقت خواہ اخلاقی ہو یا مذہبی ہو ہمیشہ
غیر متغیر اور یکسان ہے۔ اس قسم کے قوانین و رسوم مین ان تحریکات کا
لحاظ رکھا جائے جو بہ ظاہر نہ معلوم ہون۔ لیکن انکے اثرات عظیم الشان قوت
کے ساتھ مرتب ہوتے رہین۔

تعلیمی دستور العمل کسی تعلیمی دستور العمل کے لیے ان باتون کو نہ سوچنا
جو اقتضائے وقت و زمانہ سے پہلو بہ پہلو ہون سخت غلطی ہے اور اس
درخت کی مثال ہے جو نہ خشک ہونے کی حالت مین پھلے نہ پھولے اور اپنا عارضی
سایہ بھی کسی موسم مین نہ ٹھہرا کر برباد ہو جائے۔

مدبرانہ تعلیمی دستور العمل مدبرانہ تعلیمی دستور العمل کی شعبہ گفتگو ارشادات و مثال
تا بنیا لوگون کی تعلیم ہے جو ابھرے ہوئے حروف

کی کتابیں پڑھتے ہیں۔ اور اکثر لوگوں نے دیکھا ہوگا کہ وہ ٹوکریاں موزہ وغیرہ بن لیتے ہیں۔ لیکن یہ بات اسقدر تعجب انگیز ہے کہ ایک ناول سے زیادہ دلچسپ کہی جا سکے کہ "نابینا لوگ عقلی اور عاقلانہ صورت سے بیش قرار دماغی قوتیں کام میں لانے کے لیئے مفید تر سمجھے گئے جنکی تحویہ میں اور اُجرتیں بہت ہیں" اسلیے کہ نابینا کی دماغی قوتیں دیکھنے سے منتشر نہیں ہوتیں وہ مختصر نویسی کا کام بہ نسبت بینا کے بخوبی کر سکتے اور اپنی رپورٹ کو خوب مکمل کر لیتے ہیں کیونکہ بینا مجبور ہیں وضع و تراش کے بھی ناظر رہتے ہیں۔ اور ہر طرح کی صورتیں دیکھنے والے مگر نابینا اپنا مختصر نویسی کا فرض بخوبی انجام دیتا ہے۔

لندن میں نابیناؤں کے لیے اخبارات جاری ہیں اور نارمل اسکول ہیں جنمیں نابیناؤں کو نابیناؤں کی مدرسی سکھائی جاتی ہے۔ خصوصا علم موسیقی پر زیادہ زور دیا جاتا ہے جو ایک نازک علم ہے اور ان باتوں سے پایا جاتا ہے کہ عاقلانہ اور مدبرانہ دستور العمل سے کوئی قدرتی یا اتفاقی ضعف کسی کو بیکار نہیں کر سکتا۔ اور مدبرانہ دستور العمل حقیقتا ہے کیا؟

مجموعی قوتیں بہترین خیالات کا یہ منشا نہیں کہ محض وہی جو معمولا کام کرنے کے قابل ہیں انھیں کو زیادہ قابل بنایا جائے بلکہ انکو بھی موقع دیا جائے اور کام کرنے والوںمیں حصہ جو انکے برعکس ہو۔

مسلمانوں کی مخصوص تعلیم مخصوص ضروریات وحالات کا اقتضا تھا اور یہ ہے کہ مسلمانوں کی تعلیم مخصوص ہو۔ اوائل عمر یا بالکل ابتدا میں کہا جاتا تھا کہ علیگڈھ کالج کے متعلق یہ اندیشہ ہے کہ مسلمانوں میں تنہا پسندی کا خیال ہے۔ لیکن علیگڈھ کالج کے شباب کو مدتیں ہو گئیں دور بجائے اسکے

کہ مہلک نتائج مترتب ہوتے مفید اثرات ظاہر ہوئے کون کہہ سکتا ہے کہ انریبل سید علی امام صاحب کالج کے تمام امور سے پورے پورے متفق نہین لیکن کیا اُنپر تفرقہ اندازی کا گمان ہو سکتا ہے۔ انکا حال مین اگزکیٹو کونسل کا ممبر منتخب ہونا حضور لارڈ منٹو کی اعلےٰ صلح جو پالسی کا نمونہ ہے۔ علیگڈھ کے پُرانے طلبا جو آج بہ کثرت میرے گرد ہین۔ مجھے رشک آتا ہے کہ مین انمین سے کیون نہین۔ انمین سے ہر ایک خودداری و ایمانداری کا ایک مستند نمونہ ہے۔ انھون نے راستی پیدا کرکے کافی ہمت کا ثبوت دیا۔ یہ لوگ نئے نئے دستورالعمل اور اسکیمون کے موجب ہین۔ ان مین سے بعض منچلے طلبہ نے خارزار مین قدم رکھا ہے۔ اور ایک پرچہ نکالا ہے جسکا منشا ہے کہ یہ لوگ بُعد مسافت پر بھی آپسمین مل سکین کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ لوگ بجائے متحد ہونے کے تفرقہ پیدا کرنے والے ہین۔ یا اپنی حالت کو تباہ کر رہے ہین؟

مشاغل و نظائر ہندوؤن مین علحدہ مخصوص تعلیمی ضرورت کا علمی احساس سنٹرل ہندو کالج بنارس ورکاستھ پاٹھ شالا کے وجود سے ہوتا ہے۔ اسیطرح مختلف چھتری مدارس ہین۔ اُن یوریپنون نے بھی متعدد تعلیم گاہین مقرر کرلی ہین جو ہندوستان مین رہتے ہین اور انکی تعلیم کا نصاب بھی بالکل علحدہ ہی۔ اسکے علاوہ حضور لارڈ کرزن کا جدید انتظام جو پورا کیا گیا ہے اس سے ہندوستانی ریاستون کو بہت فائدہ پہونچا۔ کالون اسکول بخوبی کام کر رہا ہے جس سے مجھے تعلق رہ چکا ہے بہرحال یہ اصول ہندوستانکے تعلیمی دستورالعمل مین اسقدر یکجہتی سے شامل ہین کہ جو لوگ ہندوستان کی حالتون سے واقف ہین وہ بخوبی اسکو مان لینگے کہ مسلمانون کے لیے خصوصیت تعلیم مفید ہے۔

مسلم یونیورسٹی مقدم الذکر اصول کالجون اور اسکولون کے لیے اگر واجب العمل ہین تو کیا وجہ ہے کہ اسکو یونیورسٹی تک ترقی نہ دیجاسے۔

حامیان کالج ایک مدت سے یونیورسٹی کا خوشگوار خواب دیکھ رہے ہین، بیشک انکا یہ کہنا سچ ہے کہ یونیورسٹی ایک فرقہ کے لیے ہوگی لیکن فرقہ سے یہ مراد ہوگی کہ تمام مسلمان اس یونیورسٹی مین شیعہ عقائد یا سنی اصول یا مقلد اور غیر مقلد کے خیالات سے کوئی واسطہ نہ ہوگا مسلمانون کی طرح غیر مسلم اقوام کے لیے بھی اس یونیورسٹی کا دروازہ وا رہیگا جسطرح کہ علیگڈھ کالج کا۔

مسلم یونیورسٹی محض اسی معنی مین ہوگی کہ مسلمانان ہند کے دو پشت کے تعلیمی تجربات کو عمل مین لایا جائے۔

مسلم خیالات و جذبات یہ یونیورسٹی ان طریقون کا رواج دیگی جو اصل جذبات اسلام پر مبنی ہین۔ علم و سائینس اسلامی زندگی کی خدمت کرینگے۔ اور انسانی زندگی کا معیار قائم کیا جائیگا یونیورسٹی کی تعلیم قرآن کی اس آیت کی پابندی کرے گی۔

فسیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبۃ المتقین ۔ پس عالم مین سیر کرو اور اُن لوگون کے تجربات کا مشاہدہ کرو جن لوگون نے خدا کی راہ مین چلنے کی کوشش کی ہے۔ بلند نظری۔ اعتدال۔ صبر۔ مستقل مزاجی استحکام خیالات یہی وصاف ہین جو یونیورسٹی کے قابل پسند جوہر ہونگے نفس پر قابو۔ دلی اوصاف پیش نظر رکھنا۔ قوت ممیزہ کو پیدا کرنا یہ تینون امور تعلیم کے پایے سمجھے جائینگے۔

صرف دماغی تعلیم وصنعت وحرفت نہین۔

موجودہ یونیورسٹیان ناکافی ہین مقدم الذکر مسائل کو موجودہ یونیورسٹیان پورا کرنے سے قاصر ہین۔ کیونکہ وہ سیاسی و تمدنی حالات سے متاثر ہوکر اپنا اثر محدود رکھتی ہین۔ انکی بنیا دون کے بعد ہندوستان مین تعلیمی ضروریات بہت بڑھ گئے ہین۔

بیشک ان یونیورسٹیون مین اصلاحات جاری ہین لیکن سیاست سے متاثر ہوکر متلون و متمدن جماعتون مین اسقدر اتحاد نہین پیدا کرسکتین جسقدر وہ کامیاب پبلک درسگاہ جو سیاست سے علحدہ ہو۔ حسن اتفاق سے اب صرف مسلمان ہی یونیورسٹی کے آرزومند نہین بلکہ وہ جلیل القدر خاتون بھی جو ہندو یونیورسٹی کی رہنما ہی تقدیر ہے۔ ہمکو اس دستور العمل سے کوئی مخالفت نہین ہے وہ دستور العمل ہمارے موافق اور مفید ہے۔ لیکن ہمارا قطعی فرض ہے کہ ہم کوشش کرین کہ ہمکو ہمارے ارادون مین کامیابی ہو۔

یونیورسٹی کی ضرورت بیشک سرمایہ کی اہم ضرورت ہے لیکن صرف یہی ضرورت نہین بلکہ ایسے لوگ بھی درکار ہین جو اس کام کو انجام دے سکین ایک دو روشن دماغ کافی نہونگے بلکہ بہت درکار ہونگے ایسی انتظامی کمیٹی کی ضرورت ہے۔ جو انتظام بھی کرسکے اور پبلک اسکے متاثر اور اسپر بھروسہ مند ہو۔ انتظامی جماعت کو طلبہ کے مزاج و عادت پر اتنا عبور ہو کہ مضبوطی و انصاف کے ساتھ انپر تنبیہ کیجاسکے اسکے علاوہ نہایت مکمل تعلیم یافتہ اور ایسے معلمون کی ضرورت ہوگی اجیسی تعلیم کی ضرورت ہو وہ ویسی ہی تعلیم دے سکین۔ افسوس کہ مسلمانون اپنے معلمون کی کمی ہے ابتدائی تعلیم کی وسعت کو تعمیر کی جگہ سمجھنا چاہیئے۔ تعلیم نسوان مین یہ کہنا کافی نہین ہے جب تک کہ سرکاری جاری نہ ہو...

زیر کف پائے مادر آنست - تعلیم نسوان کی مسلمانوں مین کمی اور اسکی سخت ضرورت ہے - ہم دیکھتے ہین کہ میاں بیویوں کے بستوں مین اگر کسیقدر زیادہ فرق ہوتا ہے تو معیوب شمار کیا جاتا ہے - مگر ہندوستان مین تعلیمی حیثیت سے مردوں اور عورتوں مین قابل مضحکہ فرق ہے جس کے رفع کرنے کے لیے کوئی مکمل عملی دستورالعمل نہین -

تحقیق سائنس و صنعت کوئی جدید یونیورسٹی یونیورسٹی کہے جانے کے قابل نہوگی اگر اس مین پورا پورا انتظام علمی اور عملی سائینس کی تحقیق کا نہ ہو -

ہندوستانی یونیورسٹیون مین بھی کمی کا شعبہ ہے اور جہان ممکن ہے پورا کیا جا رہا ہے - سائینس اور مخصوص فنون کی ابتدائی تعلیم وسیع پیمانہ پر ہونا یونیورسٹی کے ایک بڑے شعبہ کا منشاء ہے جدت کرنا یا موجودہ صورت کو نیا کرنا بیکار ہے اگر سائینس کے کمرہ مین بیٹھ کر اس کے خوبصورت نتائج نہ سوچے جائین -

مسلمانون کے ہاتھ مین بہت سے فنون ہین - اور دستکاریون کی تنزلی ہمارے لیے اندوہناک ہے - عدم تعلیم سے دستکاری کا معیار گھٹ رہا ہے اور لوگون کے مذاق رکیک ہو رہے ہین اگر ہم اپنی دستکاریون کو اتنا ہی ذلیل کر دین کہ دستکار باوجود محنت کرنے کے کم اجرت پائین - تو وہ ملک کے ان صناعون سے مقابلہ نہین کر سکتے جنکے پاس اسباب قدر و تعلیم وافر ہین -

اسی وجہ سے سخت ضرورت ہے کہ دستکاری کی تعلیم بھی ملے - ہز ہائینس سر آغا خانصاحب بہادر و دیگر رہنمایان قوم کی یہ تجویز قابل توجہ ہے کہ لارڈ منٹو کی یادگار مین ایک صنعتی اسکول علیگڈھ مین کھلے -

افلاس و اوقاف مسلمانوں کا افلاس دنیاکے امور مین کامیابی کے لیئے مزاحم بتایا جاتا ہے۔ مگر میرے نزدیک یہ بات قابل وقعت نہین بلاشبہہ افلاس بڑی چیز ہے لیکن ان لوگون کے حق مین جو مصمم اور صحیح جذبات و ارادون کے مالک ہین یہ ایک دوا بھی ہے۔ اگر آپ دیکھین تو کسی شائستہ قوم مین سب سے اعلیٰ اور زیادہ مالدار فرقے بھی ہین جو اصلی تعلیم کے خیال سے بہت دور ہین۔ غربا اپنے افلاس کی وجہ سے بہترین کوشش جو انکے امکان مین ہے کرتے ہین۔ فلسفہ سے نتیجہ نکالا گیا ہے کہ دولت کا یہی منشا نہین کہ اسباب معاشرت جمع کیے جائین۔ بلکہ خوش باقی کا مادہ پیدا کیا جائے۔ ہر شخص کے ذاتی آمد و خرچ کا انتظام مقابلتاً آسان ہے بجائے اسکے کہ قوم کا وہ سرمایہ جو علم و خیرات کیلیے جمع کیا گیا ہو۔ اُسکا انتظام۔
مین دیکھتا ہون کہ وقف علی الاولاد کیلیے۔ ایک مسودہ مکمل کیا جا رہا ہے میری راے ہے کہ آپ بخوبی ظاہر کر دین کہ کوئی اسکیم اسوقت تک قابل اطمینان نہین ہوسکتی جب تک قوم کے تعلیمی و خیراتی اوقاف کا پورا انتظام نہ کر دیا جاوے مین دیکھتا ہون کہ اوقاف کا روپیہ اکثر بدنظمی کیوجہ سے ضائع ہوا کرتا ہے ممکن ہے کہ یونیورسٹی کی قوت حیات اسی معاملہ پر منحصر ہو۔

نوزادگی علم لوگ یہ کہتے ہین کہ تعلیم نوزاد ہے لیکن یہ نہین کہا جاتا کہ اسکے معنی یہ ہین کہ نہایت تجربہ اور تدبر کے ساتھ تمام مختلف شعبون کو دوبارہ از سرنو آراستہ کیا جاے۔ نوزادگی علم سے صرف یہی مراد نہین کہ گذشتہ قوتین زائل ہو جائین۔ بلکہ یہ منشا ہے کہ جدید حیات و جدید قوتین پیدا ہون۔

علم و تہذیب کی ترقی مشترک تہذیب کی ترقی ہندوستان کی موجودہ حالت کی کنجی ہے۔ انگریزی تہذیب اتحاد کی جڑ اور گذشتہ شائستگی

کی شاخ ہے ۔ لیکن مثل اُس درخت کے جو اپنے تخم سے صد چند زیادہ قرض ہمارا ادا کرکے صد چند سے زیادہ پھل پھول پودے بخشتا رہا ہو ۔ اُسنے آزادی ترقی ۔ امن وتربیت کی بہت زیادہ حمایت کی ہے ۔ اگر ہم مین عقل ہوگی توہم ان تمام اصول کو اپنے فوائد کے مطابق بنائینگے ۔ ہم ہمیشہ اپنے دوستون کے ساتھ رہینگے اور ان لوگون کے ساتھ جو ہم سے اختلاف رکھتے ہین انصاف کا برتاؤ کرینگے ۔ ہم اپنے سامنے نہایت اعلیٰ خصلتین مدنظر رکھینگے مگر ہم نہین چاہتے کہ انکے حصول مین اپنی کامیابی کو اسوجہ سے خطرہ مین ڈالین کہ واقعی دقتون کو نظرانداز کر دیا جائے بخلاف اسکے انپر انکی وقفیت حاصل کرین ۔ اور انکو زیر کرین ۔ اور اسی وجہ سے صرف ایک لفظ کی تحریف کی اگر اجازت دیجائیگی تو حضرت حافظ کے اُس شعر پر اپنے ناچیز مضمون کا خاتمہ کرونگا جس سے انکے دیوان کی افتتاح ہے ۔

الا یا ایہا الساقی ادر کاسا وناولہا | کہ علم آسان نمود اول ولے افتاد مشکلہا

(راز منشورہ)

برہوا تا کرد صبح از نکہت گل دامن | ہر کہ می بینی برنگ رفتہ است از خویشتن
محملہا را در تب وتاب فتور عرض خرام | چشمہا را در ہجوم موج جوش رنگ زدن
شور قمری جستہ چون آتش زخاکستر برون | نالہ از بلبل پر افشان ہمچو دود از سوختن
فرصت طوفان جنونست آرمیدن مشکل است | بال خواہد شد شرر در سنگ اگر گیرد وطن

تار و پود کسوت ما جملہ در رہن ہواست
جیب ما کے میکند از چاک و دامن از شکن

مرزا بیدل رح

مسلم یونیورسٹی

کالج کے نامور اولڈ بوائے اور کلکتہ کے معزز انگریزی اخبار کامریڈ کے اڈیٹر مسٹر محمد علی آکسن بیرسٹر ایٹ لانے مسلم یونیورسٹی کی تکمیل کے لیے ایک اپیل پمفلٹ کی صورت مین شائع کیا ہے۔ مسٹر محمد علی کا شمار اُن قابل افراد قوم مین ہے جن پر مسلمانون کو بجا طور پر فخر کرنا زیبا ہے اسلیے ہمکو ضروری معلوم ہوا کہ آپ کے خیالات ترجمہ کے ذریعہ سے اردو خوان پبلک کے سامنے پیش کر دیے جائین۔

اڈیٹر

اب یا کبھی نہین!

"انسانی کاروبار مین ایک جوار بھاٹا ہوتا ہے۔ اگر اسکا پانی وقت پر جمع کر لیا جائے تو سرسبزی کا موجب ہے" یہ ایک ایسے شخص کا قول ہے جسکو دنیا نے صرف ایک شاعر ہی کی حیثیت سے خدائے سخن نہین مانا ہے بلکہ ایک بہت بڑا اہل لرائے بھی تسلیم کیا ہے اور یہی وہ الفاظ ہین جنکی جانب ہم ہندوستان کے ہر ایسے مسلمان کی توجہ مبذول کرانا چاہتے ہین جو اپنے ہم مذہبون کو ذہنی اور مادی ترقی کے میدان مین آگے بڑھتے ہوئے دیکھنے کی خواہش رکھتا ہے۔ چالیس سال سے مسلمان ہندوستانی قرطبہ کا خوش آیند خواب دیکھتے چلے آتے ہین اور اس آزادی کی تصمیم کی نسبت صرف تناکہنا کتابین کی کتابین لکھنے کے برابر ہے کہ انکو اپنے مقصد کے پورا ہونے کی موہومیت نے عزم کی

سر حد سے بال بھر بھی پیچھے نہین ہٹایا۔
یہ فروری ۱۸۷۳ء کی بات ہی کہ مرحوم مسٹر جسٹس محمود نے بنارس مین اپنے ہم مذہبون کی ایک منتخب جماعت کے سامنے ایک اسلامی یونیورسٹی قائم کرنے کی اسکیم پیش کی۔ مگر مسلمانون کی مخالفت اور بے احساسی ایسی تھی کہ اُنکے والد ماجد بہ مشکل ایک اسکول قائم کر سکے جسکی بنیاد ایک چھوٹے سے مدرسہ کی صورت مین بہ مقام علیگڈھ ملکہ آنجہانی علیا حضرت کوئین وکٹوریا کی تاریخ ولادت کے روز پڑی ۱۸۷۷ء مین دربار دہلی سے واپس ہوتے ہوے لارڈ لٹن نے محمڈن اینگلو اورینٹیل کالج کا بنیادی پتھر اپنے دست مبارک سے نصب کیا۔ بلاشبہ یہ ایک ایسے حد بہ ایشیا ... کے لیے جو ہر طرح سے قدیم اسلامی طرز تعلیم کی ضد ہو بہت کامیابی تھی
مگر یہ ایسی کامیابی نہ تھی کہ بانیے مدرسہ کی کوششون کا آغاز و انجام اُسی پر محدود ہو جاتا بلکہ جو پاک اور خالص ہمدردی کا قابل قدر جوش اُس طولانی اڈریس کے ایک ایک نقطہ سے ٹپکتا تھا جو وُیسرائے کی خدمت مین پیش کیا گیا تھا اسکا یہ آخری فقرہ اُس مبارک آغاز کے محمود انجام کی خبر دیتا تھا۔
"اور اُن دشواریون پر نظر کرتے ہوے جو ہمارے رستہ مین حائل تھین اور اس کامیابی کے اعتبار سے جو اسوقت تک ہمکو حاصل ہوئی ہے اسمین کوئی شبہہ نہین پایا جاتا کہ ہم گورنمنٹ انگلشیہ سے اور نیز اپنی قوم سے اعلیٰ پیمانہ پر وقتاً فوقتاً ایسی ہی فیاضانہ مدد حاصل کرتے رہینگے جسکی بدولت اس وقت تک ہم اپنی اسکیم کو آگے

بڑھانے مین کامیاب ہوئے ہین - یہانتک کہ جو بیج ہم نے آج بویا ہے
اُس سے ایک ایسا عالیشان درخت اُگے گا کہ جسکی شاخین برگد کی جٹاون
کی طرح پھیلین گی اور ایک وقت پر خود زمین مین جڑ پکڑ کے جدا گانہ
بہت بڑے تناور درختون کی صورت اختیار کرین گے یعنے ایک دن
ایسا آئے گا کہ یہ کالج ترقی کر کے یونیورسٹی کے درجہ تک پہونچے اور
اسکے ہونہار بیٹے ملک کے اس سرے سے اُس سرے تک آزادانہ تحقیقات
علمی غیر متعصبانہ فراخدلی - اور سچے اخلاق انسانی کا وعظ کہتے ہونگے "
جسوقت یہ دلکش اور روح افزا الفاظ زبان سے نکالے گئے اسوقت
واقعات کی صورت کیا تھی ؟ کالج کی آمدنی پانچ ہزار چار سو پچیس سے
ترقی کر کے پندرہ ہزار تین سو اکاون تک پھونچی تھی اس مین شک نہین
کہ تین سو فیصدی کا اضافہ ہوا تھا - مگر یہ آمدنی اکسفورڈ آف مسلم انڈیا
یعنے ایک ایسی ہندوستانی یونیورسٹی کے لیئے جو اکسفورڈ یونیورسٹی کے
ہم پلہ ہو ایک مضحکہ خیز رقم تھی اور تعجب پر تعجب دلانیوالی یہ بات تھی
کہ تخمینہ جات مین آمد کے اعداد خرچ کے اعداد سے ½ ۲ پائی کم تھے -
۱۸۹۷ء مین ٹرسٹیان کالج نے دوسرے وایسرائے یعنے لارڈ
الجن کا علیگڈھ مین خیر مقدم کیا - اس بیس سال کے عرصہ مین کالج کی
آمدنی اُناسی ہزار تک پھونچ گئی تھی - مگر یہ بھی کچھ نہ تھی پھر مرے پر
سو درے عین اُسیوقت یہ بات دریافت ہوئی کہ سرسید احمد خان کے
ہیڈ کلارک نے تقریباً سوا لاکھ کا تغلب کیا ہے - یہ رقم بانئی کالج کی
عمر بھر کی کوششون کا ماحصل تھی - اس واقعہ نے اُس بزرگ سید کو
دل شکستہ کر دیا - چنانچہ سر تھیوڈور ماریسن اس واقعہ کی نسبت تاریخ علیگڈھ

مین تحریر کرتے ہین۔ "ان کے بیش بہا خدمات کے خیال سے قوم نے انھین معاف کر دیا۔ مگر مین نہین کہہ سکتا کہ اسقدر قومی روپیہ کے تلف ہوجانے پر انھون نے خود بھی اپنے تئین قابل معافی سمجھا ہوگا۔ وہ گھٹنون سر جھکا کے بیٹھتے اور اس مصیبت پر افسوس کرتے رہتے تھے سر سید کے اپنی طرف سے قوم کے سامنے چندہ کی اپیل ہوئی تاکہ اس مسروقہ رقم کی بھرتی ہوجائے۔ مگر اس واقعہ سے ان کا دل ایسا ٹوٹ گیا کہ سرسید نے خود کسی بڑی تحریک کے اُٹھانے کا خیال چھوڑ دیا"

خلاصہ یہ کہ اسی صدمہ نے مرحوم کو ۲۷۔ مارچ ۱۸۹۸ء مین ہم سے چھڑوا دیا یہی وجہ تھی کہ جب ٹرسٹیون نے ۱۸۹۷ء مین لارڈ الگن کو مدعو کیا ہے اسوقت امیر جماعت کا مطلع خیال ایک غیر متوقع اور اچانک نقصان کے ابر ملال سے گھرا ہوا تھا۔ مگر کیا سر سید بھی یونیورسٹی کے خیال سے مایوس ہو چکے تھے؟ ہرگز نہین۔ جو اڈریس حضور وایسرائے کی خدمت مین پیش کیا گیا تھا اسمین کالج کی تاریخ اور آمد و خرچ موازنہ کرنے کے بعد حسب ذیل فقرہ تھا:۔

"کالج نے اپنی ۲۲ سالہ عمر مین "تعداد مین" عمارات مین" اور شہرت مین کہین اس سے زیادہ ترقی کی ہے جسکی ہم اُمید کر سکتے تھے۔ تاہم ابھی وہ اس مرکز سے بہت دور ہے جہانتک پہونچنے کی ہماری خواہش ہے مگر اسکی بنیاد ہندوستان مین پڑنے تک اُمید نہین کہ ہماری عمر وفا کرے گی اور وہ یہ ہے کہ ہندوستان مین انگلستان کے اکسفورڈ اور کیمبرج یونیورسٹیون کے پیمانہ پر یونیورسٹی قائم ہو"

دیکھو ۱۸۹۷ء مین علیگڈھ کا خزانہ لٹ گیا تھا اور علیگڈھ والے

اسلامی آکسفورڈ کی خواب دیکھ رہے ہیں! کیا یہ بڑھاپے کی ... دماغ تھی یا درحقیقت ... ارادہ کا استقلال اور ہمت کی بلندی تھی جو با این ... مشکلات اور مزاحمتون کے سنگ راہ ہونے کے کسی چھوٹے پیمانے پر کامیابی حاصل ہونے سے سیر ہی نہین ہونے دیتی تھی؟ اگرچہ وہ اپنی کوشش اور محنت کا ثمرہ اور اپنے آغاز کیئے ہوئے کام کو مکمل حالت مین دیکھنے کو زندہ نہ رہا لیکن اسکے مرنے کے ساتھ ہی یونیورسٹی کے لیے فنڈ جمع کرنے کی کوششین شروع ہو گئین جس سے یہ ہوا کہ کالج کی زیرباری دفع ہوئی۔

سنہ ۱۹۰۲ء مین محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس دہلی مین ہزہائینس سر آغاخان پریزیڈنٹ ہوے اور اُنھون نے سات کرور مسلمانون سے ایک کرور روپیہ کے لیے اپیل کی جس پر بعض منچلے حضرات کی کوششون نے ون روپی فنڈ کی بنیاد ڈالی جس مین شروع شروع خوب کامیابی ہوئی مگر آخر مین وہی انجام ہوا جو سر سید میموریل فنڈ کا ہوا تھا۔ سنہ ۱۹۰۵ء شاہنشاہ حال بحالت ولیعہدی ہندوستان مین رونق بخش ہوے اور کالج کو بھی سرفراز فرمانے کا وعدہ کیا۔ ہزہائینس سر آغاخان اور نواب محسن الملک مرحوم نے اس موقعہ سے فائدہ اُٹھایا اور ان بزرگون کے سرگرم مساعی سے سائنس ڈپارٹمنٹ قائم ہو گیا جسکی کالج کو سخت ضرورت تھی اور اسوقت قدوم شاہی کی یادگار مین سائینس اسکول موجود ہے۔

آج کے دن کالج کی آمدنی دو لاکھ آٹھ ہزار سالانہ کی ہے یعنے بمقابلہ سنہ ۱۸۹۷ء کے ۱۶۳ فیصدی کا اضافہ ہوا ہے۔ اسی طرح تعداد طلبہ مین بھی اضافہ ہوا ہے اور اسوقت ایک ہزار طالب علم کالج اور اسکول کی تعلیم حاصل کر رہے ہین جن مین سے نوے فیصدی بورڈر ہین۔

اب ہم ان مسلمانون سے پوچھتے ہین جو مسلم یونیورسٹی کے خواب دیکھا کرتے تھے کہ آیا یہ وقت مسلم یونیورسٹی کے خیال سے دست بردار ہونے کا وقت ہی جسکو تمہارے سربرآوردہ لیڈر نے اب سے چالیس سال قبل ایسی حالت مین محسوس کیا تھا جبکہ انگریزی تعلیم حاصل کرنا جہنم کی دائمی سند حاصل کرنا سمجھا جاتا تھا اور جس خیال کو اُس بزرگ نے ۱۸۹۸ء تک سینے اُس وقت تک کہ موت نے اسکو ہم لوگون سے جدا نہین کر دیا - باوجود اتنے بڑے مالی نقصان کے اپنے دل سے دور نہین کیا ؟ اگر یہ خیال ۱۸۷۳ء مین سنجیدگی کے ساتھ قائم کیا گیا تھا - اگر یہ خیال ۱۸۹۸ء مین وقعت کا مستحق تھا کہ ایک وسیرا ے کے سامنے ایسی حالت مین ظاہر کیا جاے جبکہ کالج کی آمدنی کل پندرہ ہزار کی معمولی رقم تھی - اگر یہ خیال اس قابل تھا کہ ۱۸۹۷ء مین باوجود کالج کی تمام پونجی تلف ہو جانیکے دلون سے محو نہ کیا جاے - تو کیونکر آج وہی خیال ترک کر دینے کے قابل ہو سکتا ہی جبکہ کالج کی آمدنی دو لاکھ سالانہ سے اوپر اوپر ہے جبکہ ہزارون ہونہار اور مہذب طلبہ کا چال چلن علیگڈھ مین درست ہوتا ہے ' جبکہ مغربی تعلیم کے ایک ایک کیلیے یا اُسکے بخیال خیال قدر شناسون کی جگہ مستعد اور پرجوش نوجوانون کی پلٹنین کی پلٹنین تاریکی اور جہالت کے قلع مین علم کا نشانِ جلالت برپا کرنے کو تیار ہین ؟ آپ کہین گے کہ ہم اس خیال سے باز نہین آئے ہین - ابتک ہم اُسکو اسیطرح اپنے دلون مین لیے ہین ابتک ہم وہی خواب دیکھ رہے ہین اور وہی نقشے ہماری نظرون مین پھرتے ہین لیکن پھر بھی یہ اقرار بہت ہی کم خوش آیند اور بالکل غیر متوقع ہے -

بہت چالیس سال بعد بھی محض خواب ہی دیکھتے رہیے گا - ہوا مین محل بناتے رہیے گا - اور اپنی قوت کو بیکار صرف کیجیے گا - بھائیو یہ بہت ہی دل دکھانے والی بات ہے - کیا آپ نے کبھی واقعات کا مقابلہ عمل کرنے والے لوگون کی طرح اور کاروباری طریقہ سے کیا ہے ؟ کیا اپنے فیصلہ کرلیا ہے کہ مسلم یونیورسٹی کا خیال مضرت رسان اور بے سود ہے ؟ کیا آپ کو اسکا اقرار ہے کہ آپ ترقی کے بام تک رسائی کی کوشش کرنیکی قابلیت نہین رکھتے ؟ اگر ایسا ہے تو پھر آپ کسی الزام کے مستحق نہین ہوسکتے - مگر یہ امر ہرگز ایک ایسی قوم کے جو کسی زمانہ مین باعمل قوم تھی شایان شان نہین ہے کہ اتنی بڑی عظیم الشان مہم کو بچون کا کھیل سمجھ کے اسکی طرف سے غفلت اور بے پروائی کا طریقہ اختیار کرے - اس کو مان لیجیے کہ موجودہ یونیورسٹیان اس تمام افراط و تفریط کے باوجود جنسے وہ بوجوہ مجبور ہین آپ کی ضرورتون کو بخوبی پورا کرسکتی ہین اور جو لوگ محمدن یونیورسٹی کے قیام کو آپ کے تفرق کا باعث سمجھتے ہین وہ ضرور آپ کی ستائش اور آپ کا شمار اُن لوگون مین کرینگے جو جلدی مین کسی گناہ کے مرتکب ہوجاتے اور پیچھے پچھتاتے ہین اس کا اقرار کرلیجیے کہ یہ کام بہت عظیم الشان ہے اور آپ ایسے ضعیف و نحیف ہین کہ اسکو سرانجام دینے سے عاجز ہین - پھر دنیا آپ سے خواہش کریگی کہ اپنی گذشتہ تاریخی عظمت اور موجودہ "پولٹیکل اہمیت" کو صفحہ ہستی سے مٹا دیجیے - آپ کو اختیار ہے کہ جو صورت ان دونون مین سے چاہیے اختیار کیجیے - مگر آپ کو اپنے تئین اور نیز اُن لوگون کو جو آپ کو اپنا دوست اور صلاح کار سمجھے ہین

زیادہ دنون تک دھوکے مین نہ ڈالے رکھیے۔
اگر آپ کو خدا پر بھروسہ ہے جو انسانی کاروبار کا میر سامان ہے تو آپ کو اسکا یقین کرنا چاہیے کہ اُسی خدا کی مشیت ہے کہ اسوقت آپ کے درمیان دنیا کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت کے شاہنشاہ کو بھیج رہا ہے۔ یہ باعظمت بادشاہ پانچ سال ہوے کہ آپ کے درمیان تشریف فرما تھا۔ اسنے اپنے بچون کی طرح آپ سے برتاؤ کیا تھا۔ آپ کے ساتھ ٹھہرا تھا گوکہ وہ ٹھہرنا چند ہی گھنٹون کا تھا۔ مگر نہ کسی شاہی شان و شوکت کے ساتھ بلکہ نہایت سادگی سے اس طرح کہ ہر شخص اُس تک پھونچ سکتا تھا۔ انگلستان واپس ہونے پر اُس نے اُنھین خیالات کا اظہار کیا جن کا نقش علیگڈھ نے اُسکے دلپر کیا تھا اور اسکی خسروانہ اظہار پسندیدگی نے تمھارے دلون کو مسرت اور اُمیدون سے لبریز کر دیا تھا۔ جیسا کہ اطاعت گذار رعایا کا فرض ہے تم نے اس کے قیام علیگڈھ کی یادگار پرنس آف ویلز میموریل اسکول آف سائینس سے قایم کی تھی اور اسطرح اپنے کالج کو ایک قدم اور آگے بڑھایا تھا۔ وہ قدرت جو ہماری تقدیرون کی بنانے والی ہی پھر اسی کو تمھارا مالک تمھارا بادشاہ و شہنشاہ بناکے تمھارے پاس بھیج رہی ہی دہلی کی تخت گاہ جو ویرانی بربادی اور تباہی کی سختیان اسی طرح جھیل چکی ہے جسطرح کبھی شان و شوکت سے ہمکنار رہتی پھر ایک دفعہ اپنے شاہنشاہ کی تاجپوشی سے ہندوستان کی تاج سر ہونے والی ہے کیا تم یہ خیال کرتے کہ تم پر ان خسروانہ الطاف کا دین نہین ہے ؟ تمھارے پاس زر و جواہر نثار کرنے کے لیے نہین ہے۔ اور نہ شاندار

تحفہ پیش کش کرنے کے لیے موجود ہین - اگلے وقتون مین فاتحین اور سلاطین رعایا سے بڑے بڑے خراج وصول کرتے تھے اور جتنا لیتے تھے اتنی ہی انکی حرص مین ترقی ہوتی تھی - مگر آج جو شاہی خاندان تم پر حکمران ہے اسکو ایسی قربانیون کی ضرورت نہین ہے وہ اسی مین خوش ہے کہ تم اپنی قربانیون کو اپنے ہی قربانگاہون پر چڑھاؤ اور اسکے لیے سب سے بڑی قربانی یہ ہے کہ وہ تم کو دیکھے کہ اپنی ہستی کو پہچاننے لگے ہو - اس عظیم الشان موقعہ پر جبکہ ہمارا شہنشاہ اپنے قدوم میمنت لزوم سے ہماری سرزمین کو عزت بخشنے والا ہے تم اسکی بارگاہ مین حاضر ہو اور عرض کرو -

"حضور والا - جب حضور اس عالی شان سلطنت کے ولی عہد کی حیثیت سے نزہت افروز ہوئے تھے اُس وقت ہم نے حضور کی یادگار مین ایک سائنس اسکول قائم کیا تھا - اب خدا نے آپ کو ہمارا شاہنشاہ بنا کے بھیجا ہے اور ہم چاہتے ہین کہ اس مبارک موقعہ پر اپنی شکرگذاری کا اظہار مسلم یونیورسٹی کے قیام سے کرین"

دیوان حبیب کا ایک صفحہ

کریگا طائر مضمون تو کہان پرواز ۔۔۔ ہی شاہباز خیال اپنا آسمان پرواز

خزان نے ہوش اُڑائے ہین عندلیبو کے ۔۔۔ جگر خراش ہین نالے وبال جان پرواز

کسیکو دیکھ کے انکھ اٹھا دے ہین طائر ہوش ۔۔۔ نبی ہی آمد صیاد کا نشان پرواز

جو غنچے ہین نہ سبق دینگے رو دو خندہ نسیم ۔۔۔ کرے نہ نکہت گلہائے بوستان پرواز

وفور سوز محبت سے مثل جوہر شمع ۔۔۔ نہین بعید کرے مغز استخوان پروانہ

ہوا ہے آفت جان طائر نظر انکا ۔۔۔ عقاب زلف سے سیکھی ہے دلستان پروانہ

قفس مین شاق ہے بلبل پہ خانہ بربادی ۔۔۔ ہوا مین کرتے ہین تعاقب آشیان پروانہ

کیا خدا نے مجھے بلبل حدیقۂ نعت ۔۔۔ قطعہ کریگا روضۂ رضوان مین مرغ جان پروانہ

وہ ہم صفیر ہون بستان گلشن تقدیس ۔۔۔ کرینگے ساتھ جنازے کے نوحہ خوان پروانہ

ترا جلیس ہے کچھ راستی پسند نہین ۔۔۔ جو مثل تیر کرے زاغ اے کمان پروانہ

گمان ہو تخت سلیمان کا سبکو اے شہ حسن ۔۔۔ اگر کرے ترا اسپ سبک عنان پروانہ

حبیب صید ہے تیر الم سے طائر فکر
مگر دکھاتے ہین بازوے خونچکان پروانہ

سچ کہتے ہین مختار ہے مجبور کا کیا بس ۔۔۔ تدبیر کا تقدیر پہ کس روز چلا بس

زندہ ہو نہین فرقت مین ایسکا ہے گلا بس ۔۔۔ جب تمیہ میرا بس نہین پھر موت پہ کیا بس

خود لوگون نے پہچان لین الفت کی نگاہین ۔۔۔ اسمین نہ ترا بس ہے کوئی اور نہ مرا بس

بیمار محبت کو ہوا کچھ نہ افاقہ ۔۔۔ کیون چارہ گر دکرتی ہوا یسی ہی دوا بس

انکو نکلے شپک پڑتے سے لغت ہوئی خلاف ۔۔۔ اٹھوایا نہین بزم سے انپر نہ چلا بس

عاشق سا بھی ہو گا نہ حریص الم و درد ۔۔۔ وہ ظلم سے نادم ہوئے اسنے نہ کہا بس

یارونکو مبارک رہے سیر چمن دہر ۔۔۔ کافی ہے مجھے کوچۂ جانان کی ہوا بس

ظاہر ہے اخر آتے ہین وہ دل کو سنبھالے ۔۔۔ اے آہ رسا بند ہوگئی اب تیری ہوا بس

اک روز پلا اتنی تو دل کھول کے ساقی ۔۔۔ میخوار پکار اٹھین کہ بس بہر خدا بس

اے حرص خدا کیلیے تو چھوڑ دے دامن ۔۔۔ جو میرے مقدر مین لکھا تھا وہ ملا بس

کیا لطف حبیب ایسی زمینون مین غزل کا
ضایع نہ کرو وقت جو کہنا تھا کہا بس

حکیم لقمان

مورخین کا بیان ہے کہ حکیم لقمان داؤد کے زمانے مین پیدا ہوئے مولد انکا شہر نوبہ ملک حبشہ ہے جو پہلے زمانے مین شامی عربون کے زیر حکومت تھا۔ چنانچہ مورخین نے لکھا ہے کہ وہ سیاہ فام تھے اور شیخ سعدی نے بھی بوستان مین کہا ہے۔

مثنوی

شنیدم کہ لقمان سیہ فام بود ۔ نہ تن پرور و نازک اندام بود

لقمان نے بلاد شام مین تمام علوم حاصل کیے۔

لقمان ابتدائی حالت مین بکریان چرایا کرتے تھے اسی زمانہ کا ایک چرواہا انکا دوست تھا۔ جب یہ مختلف علوم و فنون مین کامل ہوگئے ایک دن اپنے شاگردون کو بیٹھے ہوئے نہایت شان سے درس دے رہے تھے کہ وہی چرواہا ملاقات کو آیا اور پوچھا کہ تو وہی لقمان ہو جو بکریان چراتا تھا لقمان نے کہا ہان مین وہی لقمان ہون پوچھا تجھکو یہ مرتبہ کیونکر حاصل ہوا کہا اس وجہ سے کہ راست گوئی اور ادائے امانت کو مین نے اپنا فرض اور مکروہات سے احتراز کرنا واجب جانا مورخین نے لکھا ہے کہ قوم بنی اسرائیل سے کسی شخص نے لقمان کو بعوض تیس مثقال طلا خرید کیا تھا اور روزانہ جنگل سے لکڑیان لانا انکا کام مقرر کیا تھا۔ اسی زمانہ مین ایک روز لقمان کے آقا نے کسی ندی کے کنارے پر بیٹھ کر کسی بدوضع سے اس شرط پر نرد بازی شروع کی کہ جو مغلوب ہوجائے وہ تمام ندی کا پانی پی لے یا نصف مال و

متاع اپنا حوالۂ فریق غالب کرے۔ اتفاقاً آقاے لقمان بازی ہار گیا
فریق مخالف نے اداے شرط پر اصرار کیا۔ چونکہ کل ندی کا پانی پی لینا
ایک امر غیر ممکن تھا مجبوراً اُسنے نصف مال و متاع دینے کا اس شرط
مزید پر اقرار کیا کہ ایک روز کی مجھے مہلت دے اگر کوئی جواب
معقول اس امر کا مین دے سکا تو دین شرط سے بری سمجھا جاونگا۔ فریق
غالب نے اس شرط مزید کو بھی قبول کیا اور مہلت دی آقاے لقمان
اپنے گھر آیا تمام شب فکر برائیت از شرط مین بیچین و بیدار رہا صبح کو
حسب معمول لقمان واسطے سلام کے حاضر ہوے مالک کو متردد
دیکھکر عرض کیا کیا حال ہے فرمائیے تو سہی مولا نے انکو حقیر و ذلیل سمجھکر
کچھ التفات نہین کیا پھر اُنھون نے بہ اصرار کہا کچھ تو ارشاد ہو شاید
مین اُس خدمت کو انجام دے سکون آخر مولا نے تمام ماجرا بیان کیا۔
لقمان نے کہا یہ تو کوئی مشکل کی بات نہین عبث تردد ہے آپ میرے
ساتھ ندی پر چلیے مین آپ کے حریف مخالف کو معقول اور آپ کو
شرط سے بری کر دیتا ہون۔ یہ باتین ہو ہی رہی تھین کہ فریق ثانی آپہونچا
اور اداے شرط پر اصرار کیا لقمان نے کہا تکرار کی کیا بات ہے آپ
ندی کے کنارہ چلیے میرا آقا تمام پانی پی لیگا اگر نہ پی سکیگا تو آدھا
مال ادا کریگا۔ وہ راضی ہوا اور یہ تینون ملکر روانہ ہوے جب
ندی پر پہونچے تو لقمان نے فریق مخالف سے کہا کہ اگر تم میرے مالک کو
ندی کے تمام پانی پینے پر مجبور کرتے ہو تو اول اُس پانی کو مہیا کر وجو
کل بوقت نرد بازی ندی مین بہہ رہا تھا۔ یا نہین اگر یہ مطلب ہے
کہ جو پانی اسوقت ندی مین موجود ہے پی لیا جائے تو اسی کے روکنے

بھی کچھ فکر کرو یا اگر یہ مقصود ہے کہ جو پانی بلندی سے گر کر بہہ رہا ہے وہ
پیا جائے تو اسکو ندی کے آب جاری مین مخلوط نہ ہونے دو کیونکہ یہ تو
تحقیق بھی تسلیم ہوگا کہ میرے مالک نے یہ شرط نہین کی ہے کہ ابتدا ء
زمانہ سے اسوقت تک جتنا پانی ندی مین بہا ہے سب پی جاوُنگا
پس صورتہائے مذکورہ سے جس صورت پر قدرت رکھتے ہو اختیار
کر دمیرا مالک کل پانی پی لیگا۔ فریق مخالف لقمان کی تقریر سنکر حیران
ہوگیا چونکہ حجت معقول تھی اور اختیار کرنا ہر صورت کا ناممکن آخر شرط
سے دست بردار ہوا۔ آقا ممنون لقمان ہوا اور خوشی سے آزاد کردیا
کہتے ہین کہ پہلی حکمت لقمان کے مشہور ہونے کی یہی تھی۔
بعض مورخ سبب آزادی لقمان یہ لکھتے ہین کہ ایک دن آقا نے
لقمان سے کہا کہ ایک بکری ذبح کرکے اُسکے بہترین اعضا کا گوشت
میرے پاس لا چنانچہ لقمان نے بہ تعمیل حکم زبان و دل اُسکا پیش کیا چندروز
بعد آقا نے پھر حکم دیا کہ بکری ذبح کرو اور بدترین اعضا کا گوشت حاضر
کرو۔ لقمان نے اس مرتبہ بھی زبان و دل پیش کیا۔ تب آقا نے پوچھا
اسکا کیا سبب ہی کہ اُسی گوشت کو تو نے پہلے بہتر سمجھا اور اب بدتر۔
لقمان نے کہا یہی دونون عضو ایسے ہین کہ اگر اعمال نیک انسے سرزد
ہون تو ان سے بہتر کوئی نہین اور بد سرزد ہون تو بدتر کوئی نہین۔
بعض مورخین وجہ آزادی لقمان یہ لکھتے ہین کہ لقمان کو اُس کے
آقا نے ایک کھیت مین تل بونے کا حکم دیا برخلاف اسکے لقمان
نے اُسمین جو بوئے جب آقا نے وجہ عدول حکمی پوچھی تو کہا بیشک آپنے
تو تل ہی بونے کا حکم دیا تھا مگر مین نے جو اس خیال سے بو دیئے

کہ ہمین تل کا بار آئے گا۔ آقا نے کہا اسکو تو ایک بچہ بھی سمجھ سکتا ہے کہ جو سے تل کیونکر پیدا ہوگا۔ لقمان نے کہا جب مین نے دیکھا کہ آپ افعال زشت کے مرتکب ہوکر مغفرت کی اُمید رکھتے ہین تو ضرور ہے کہ جو سے بھی تل پیدا ہو جائے۔

آقا نے اِس نصیحت سے خوش ہوکر لقمان کو آزاد کردیا۔ حکیم لقمان اکثر حضرت داؤدؑ کی خدمت مین حاضر ہوا کرتے تھے۔ چونکہ حضرت کو یہ معجزہ عطا ہوا تھا کہ آہن اُنکے ہاتھ مین موم ہوجاتا تھا۔ ایک روز حضرت نے بلا مدد آتش لوہے کو نرم کیا اور اپنے ہاتھ سے ایک زرہ بناکر زیب تن فرمائی اور کہا "زرہ الھایا بالقرایا" یعنے یہ زرہ بروز جنگ نہایت کارآمد ہے لقمان دیکھکر متحیر ہوئے اور خاموش رہے لیکن بغیر استفسار اُسکی حقیقت اُنکو معلوم ہوگئی۔ تب اُنھون نے اپنے نفس کی تعریف کی اور کہا۔ "النصیحت خیر حکم و فاعلہ قلیل" یعنے خاموشی عمدہ حکمت ہے مگر عمل کرنے والے تھوڑے ہین۔

بلحاظ فضل و حکمت لقمان سے درخواست کی گئی کہ آپ بادشاہی کیجیے مگر اُنھون نے انکار کیا اور وجہ یہ بیان کی کہ بادشاہت و حکمرانی ایک مشکل کام ہے بہت دقتین اس مین پیش آتی ہین اگر حقدار کو محروم کرکے غیر مستحق کی رعایت کیجائے تو عاقبت مین جوابدہی کرنا پڑے اور اگر حق حقدار ہی کو دیا جائے تو اکثر امور کی مصلحت کے خلاف ہوتا ہے غرض دونون طرح مشکل ہی لہذا بیفائدہ ہی۔

حضرت داؤد علی نبینا و علیہ السلام بھی لقمان کی تعریف کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے "طوبیٰ لک یا لقمان اوتیت الحکمۃ و صرفت عنک البلیۃ" یعنے اے لقمان یہ امر تیرے لیے بہت ہی مبارک ہوا کہ حکمت تجکو عطا کی گئی اور

طبقات (یعنے سلطنت) سے محفوظ رہا۔
یہ بھی کہا گیا ہے کہ مالک نے لقمان کو آزاد کیا تو بہت کچھ مال و اسباب بھی
دیا جس سے وہ تجارت کرتے اور بلا سود لوگون کو قرض روپیہ دیا کرتے تھے
چنانچہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ لقمان نے اپنے کسی بیٹے کو کسی والئی ملک کے
پاس قرضہ وصول کرنے کے لیے روانہ کیا اور کہا ای عزیز اس سفر مین تجھکو
چند واقعات پیش آئینگے اگر تو میرے کہنے کے بموجب عمل کرے گا تو
سلامتی سے واپس آئے گا ورنہ ہلاکت مین پڑے گا بیٹے نے کہا آپ کی
نصیحت پر عمل کرنا میرا فرض ہے ارشاد ہو وہ کیا واقعات اور کیا نصایح
ہین۔ لقمان نے فرمایا اس مسافرت مین تجکو تین واقعات پیش آئین گے
اول یہ کہ تیرا گذر ایک نہایت سرسبز و شاداب درخت کے نیچے ہوگا
ہرگز تو اُسکے زیر سایہ بغرض آسائش فروکش نہ ہونا اور اُسکے قریب ایک
چشمہ صاف پانی کا ہے اُس سے ایک قطرہ آب نہ پینا۔ دوم یہ کہ تہائے
راہ مین تو ایک شہر سے گذرے گا جہان کا بادشاہ اپنی بیٹی کا تجھ سے
نکاح کرنا چاہے گا لیکن تو اُسے ہرگز قبول نہ کرنا سوم یہ کہ جب تو اُس
بادشاہ کے شہر مین پہونچے گا جو ہمارا مدیون ہے تو وہ تجکو اپنا میہمان
بناکر اُس کوٹھی مین رکھنا چاہے گا جو لب دریا اُسنے بنائی ہے تو اُس
مکان مین فروکش ہوکر شب کو سویا نہ کرنا۔ چہارم یہ کہ اگر کوئی مرد پیر
تیرا ہم سفر ہو تو اُسکے کہنے کے خلاف کوئی کام نہ کرنا بلکہ بموجب اُس کی
ہدایت کے عمل کرنا۔ یہ تمام نصایح کرکے لقمان نے اصحبک اللہ بالسلامتہ
کہکر بیٹے کو روانہ کیا بعد تھوڑی ہی قطع مسافت کے وہ ایک بزرگ
روشن ضمیر سے دوچار ہوا جس نے ہمراہ چلنے کی آرزو ظاہر کی اور اُس نے

قبول کی اب دونوں ملکر طے منازل کرنے لگے چلتے چلتے ایک دن اُسی شاداب درخت کے نیچے پہنچے جسکی خبر لقمان نے دی تھی پیر مرد نے اُسکے سایہ مین آرام لینے کا اصرار اور پسر لقمان نے بحوالۂ نصیحت پدر اُس سے انکار کیا لیکن جب پیر مرد نے کہا کہ یہ بھی تو تیرے باپ نے تجھے نصیحت کی تھی کہ بڑے بوڑھے کے کہنے پر عمل کرنا پھر تو کیون میرا کہنا نہین مانتا آخر لڑکا مجبور رہوا اور دونون سایۂ درخت مین فروکش ہوئے ماندگی کے بعد کی استراحت سے پسر لقمان یکایک سو گیا لیکن پیر مرد بیدار اور اُسکا نگران رہا تھوڑی دیر بعد دیکھا کہ ایک رسیاہ درخت سے اترا کاٹنا چاہتا ہی تھا کہ پیر مرد نے ہوشیاری سے اُسے مار ڈالا جب لڑکا بیدار ہوا تو پیر مرد نے پوچھا تجھے معلوم ہوا کہ کیون تیرے باپ نے اس درخت کے نیچے استراحت کرنے کو منع کیا تھا اُسنے کہا نہین کہا مصلحت یہ تھی کہ استراحت کرنے والے کو یہ سانپ درخت سے اُترکر مار ڈالتا تھا مگر مین نے اُسکو مار ڈالا۔ یہ کہکر پیر مرد نے سر مار کاٹ کر اپنی جیب مین رکھا اور پھر دونون آگے چلے۔ چلتے چلتے اُس شہر مین پہونچے جس کی لقمان نے خبر دی تھی وہان کا بادشاہ بہت مدارات سے پیش آیا اور لقمان سے خواہش ظاہر کی کہ مین اپنے بیٹے کا تجھ سے نکاح کرنا چاہتا ہون اُسنے انکار کیا پیر مرد نے پھر وہی کلمہ کہا کہ بڑے بوڑھے کے قول کے خلاف عمل کرنے کو بھی تو تیرے باپ نے منع کیا ہے تو میرے کہنے سے اس مناکحت کو قبول کر لڑکا مجبوراً راضی ہوا شہزادی سے عقد ہوگیا شب زفاف کو جب وہ اُسکے پاس جانے لگا تو پیر مرد نے وہی سر مار جیب سے نکالکر دیا اور کہا کہ مجامعت سے قبل آگ پر جلا کر

پہلے اسکا بخور شہزادی کے اندام اسفل مین دینا بعد تھوڑی دیر کے مصروف کار ہونا۔ پسر لقمان نے قول پیر مرد پر عمل کیا بخور دیتے ہی شہزادی بیتاب ہو کر چیخنے لگی تھوڑی دیر بعد ایک قسم کا کیڑا اُسکے بدن سے نکل پڑا اُسکے بعد اُس نے صحبت کی۔

صبح اُٹھکر لڑکے نے ماجراے شب بیان کیا پیر مرد نے کہا اب تو سمجھا کہ کیا مصلحت لقمان کی ممانعت نکاح سے تھی اصل سبب یہ تھا کہ اس عورت کے بدن مین ایک کیڑا پیدا ہو گیا تھا۔ جو مقاربت کرنیوالے کا موجب ہلاکت تھا۔ مین نے بخور کی تدبیر اُسی کے ازالہ کے لیے تجھے بتائی تھی چنانچہ اب وہ ہمیشہ کے لیے ہو گئی مقام خوف نہین۔

تھوڑے دن بعد یہان سے بھی یہ دونون روانہ ہوے اور بادشاہ مدیون کے شہر مین پہونچے وہ بہت خاطر و مدارات سے پیش آیا اور کہا کہ کل کی شب تو تم اُس کوٹھی مین جو ساحل بحر پر واقع ہے قیام کرو صبح کو روپیہ لیکر چلے جاؤ۔ پسر لقمان نے حسب نصیحت پدر پہلے تو وہان فروکش ہونے سے انکار کیا مگر پیر مرد کے اصرار سے آخر قبول کیا۔ اس ظالم بادشاہ کی عادت تھی کہ قرضخواہ کی مدارات کر کے شب کو اُسی کوٹھی مین ایک تخت پر اُسے سولاتا اور سو جانے کے بعد معہ تخت اُسی دریا مین بہا دیتا تھا۔ چنانچہ حسب معمول اُسنے ایک تخت واسطے مہمان کے اور ایک تخت نیچے بیٹے کے سونے کے لیے کوٹھی مین بھیجدیا بعد تناول طعام دونون لڑکے اپنے اپنے تخت پر سو گئے پیر مرد نے شہزادے کے تخت کی جگہ پسر لقمان کا اور پسر لقمان کے تخت کی جگہ شہزادے کا تخت بچھا دیا اور خود بیدار رہ نگران رہا آدھی رات کے بعد وہی ظالم آیا

اور حسب معمول اپنے بیٹے کو پسر لقمان سمجھکر دریا مین بہا کر چلا گیا۔
پسر لقمان صبح اُٹھکر حسب وعدہ متقاضی قرض ہوا بادشاہ دیکھکر متحیر و
افسردہ ہوا آخر قرض ادا کرنا پڑا۔ پسر لقمان نے بمعیت پیر مرد و زوجہ
بخیر و خوبی واپس ہوکر ماجرا سفر باپ سے بیان کیا۔
تاریخ سے معلوم ہوا کہ آخر عمر مین لقمان دنیا سے کنارہ کش ہوکر بیت المقدس
مین مسکن گزین اور شہر رملہ (جو ممالک فلسطین کا ایک شہر ہی) مدفون ہوئے۔

لقمان کا اپنے بیٹے کو نصیحت کرنا

ای عزیز صبر و یقین کو اپنا شعار بنا۔ زہد اختیار کر رزق مقدر پر قناعت
کر کبھی بھولکر بھی ارتکاب ممنوعات کا قصد و معصیت کی پرواہ نہ کر۔
دنیا کے لذات اور اُسکی مالداری پر مغرور نہو۔ نہ دوسرے کی
روزی پر آنکھ ڈال۔ تھوڑی چیز پر قناعت کر طعام اگرچہ تھوڑا میسر ہو
مگر حکمت سے سیر ہو۔ بہ نرمی و تلطف لوگون سے کلام کر۔ زیادہ
فکرمند و اکثر خاموش رہا کر۔
تعریف بیجا پر خوش نہو کیونکہ جاہلون کے کہنے سے خزف موتی نہین
ہوجاتا۔ زبردستون سے جھگڑا نہ کر نہ اُنکو حقیر جان۔ کمینون سے مدد نہ مانگ
اپنے مال کو ضایع کر کے دوسرون کے مال کی اصلاح نہ کر۔ بدعورت
کے شر سے بچ اور [illegible] اجتناب کر کیونکہ باوجود نیکبختی شرارت
اُنکی خمیر [illegible] ہے۔
اگر کسی سے دوستی پیدا کرنا منظور ہو تو اول اُسکو اسطرح جانچ لے کہ اُس سے
پہلا کلام ایسا کر جس سے اُسکو غصہ آجائے پھر دیکھ اگر بحالت غصہ وہ

منفعت ہے تو دوستی اختیار کرو ورنہ اُس سے گریز کر۔ ہر شخص سے بکشادہ پیشانی ملاقات اور سلام مین سبقت کر۔ اللہ تعالے نے کلام مجید مین فرمایا ہی کہ لقمان اپنے بیٹے کو اسطرح نصیحت کرتا تھا۔
"یابنی لاتشرک باللہ ان الشرک لظلم عظیم" یعنے اے پسر اللہ کے ساتھ کسیکو شریک نہ کر کہ شرک سخت ظلم ہے۔ (سید اقبال علی)

کلام حضرت عدیل کنتوری

کثرت اجسام سے جب عالم آرائی ہوئی — خلقت روح مجرد شرح یکتائی ہوئی
حال دل چھاتا نہین ہی آج یارب خیر ہو — آہ جب سینے سے آتی ہی تو گھبرائی ہوئی
بوے گل نے کر دیا مختل دماغ عندلیب — بیخودی مین چال بھی چلتی ہی اترائی ہوئی
ہوگا رند و پیر مقرر فیض رحمت کا نزول — آج میخانہ پہ ہے ساقی گھٹا چھائی ہوئی

خوف سے اپنے بازدعوی کر دیا مین نے عدیل
حشر مین دیکھی جو اُنکی آنکھ شرمائی ہوئی

ولہ

ہجر کی شب گر میری آنکھوں مین خواب آنیکو ہی — موت آئیگی یہ اُسکا پا تراب آنیکو ہے
شام غم آخر ہوئی نزدیک ہی صبح طرب — نور پھیلا ہے وہ رشک آفتاب آنیکو ہے
حسن یوسف پر بہت کرنیلگے تم چشمکین — خط کے آنے پر گمان ہی اب کتاب آنیکو ہے
کیفیت ہی بیخودی کی خود بخود ہر بات مین — آج محفل مین کوئی مست شراب آنیکو ہے
دل مرا لیکر مکرتے ہو مکر جاؤ مگر — یہ بھی کچھ معلوم ہے روز حساب آنیکو ہے
اتنی مہلت چاہتا ہون بھجوا دی پیک اجل — وان سے کوئی دم مین اب خط کا جواب آنیکو ہے

عشق سلماے سخن مین ہوگئی شہرت عدیل
آجکل مین اب مجھے سعدی خطاب آنیکو ہے

عدیل کنتوری

جہانگیر کے احکام

جناب اڈیٹر صاحب تسلیم - خیالات کی وسعت و شستگی مین ایک معتدبہ ترقی علوم و فنون کی اشاعت کثیر ذرایع پیدا ہو جانے سے ہو رہی ہے لیکن میرے خیال مین کتب بینی کے شایقین اگر کسی کتاب کے مطالعہ کے فوائد صرف اپنی ذات پر محدود نہ رکھین بلکہ اُسکے ضروری و مفید حصونکو اخبارون و رسالون مین چھپوا دیا کرین اور اسطرح پبلک بھی اپنے معلومات مین اضافہ کرنیکا موقع دین تو نہایت مناسب ہوگا - اس ذریعہ سے گذشتہ دور کی قومون کے عروج و زوال کے سین و مشاہیر سلف کے کارنامے و تجربات ہمارے دل و دماغ مین تازہ ہوتے رہینگے اور علت و علل کے پتہ چلانے مین آسانیان پیدا ہو جاینگی جو ہر شخص کی آیندہ زندگی کی ترقی کی شاہراہ مین رہبری کا کام دینگے چنانچہ بدین خیال اس مفید سلسلہ کے شروع کرنیکے واسطے مین جہانگیر بادشاہ کے کچھ حالات تزک جہانگیری سے ناظرین استبصار کی خدمت مین پیش کرتا ہون اور جناب سے بادب ملتجی ہون کہ ایک تھوڑا حصہ اپنے قیمتی پرچہ کا اس مقصد کے واسطے مخصوص کرکے پبلک کو اُسکے مطالعہ سے متمتع ہونیکا موقع دیجیے -

زیادہ والسلام کمترین تصدق علی بدایونی -

احکامات جہانگیر

(۱) اک زنجیر عدالت مین لٹکائی جاوے کہ اگر عدالت والے لوگون کے انصاف مین سستی و طرفداری کرین تو وہ مظلوم لوگ اس زنجیر کو ہلا دیا کرین

تاکہ خود بادشاہ اُسکی آواز سے مطلع ہوکر فریاد سنا کرے -
(۲) راستوں اور دریاؤں پر کسی چیز پر محصول نہ لیا جاوے اور جنگی وغیرہ جو جاگیرداروں نے ہر صوبہ میں اپنے خاندان کے واسطے مقرر کی ہین یک لخت موقوف کیجاوین -
(۳) جن راہوں مین کہ چوری اور ڈاکہ پڑتا ہو اور وہ آبادجگہ سے دور ہو تو اُسکے اطراف کے جاگیردار اُس میدان و جنگل مین سرائے اور مسجد اور چاہ بنوادین کہ باعث آبادی کا ہو اور اگر پرگنہ خالصہ مین ہو تو یہ انتظام عامل کرے اور راستون مین سوداگرون کے مالون کو اُنکی بغیر رضامندی اور اجازت نہ کھولین -
(۴) تمام ممالک محروسہ مین مسلمان یا ہندو جو کوئی مرجاوے تو اُسکا مال و اسباب اُسکے ورثا کو دیدیا کرین اور اگر کوئی اُسکا وارث نہو تو اُسکو مصارف شرعی مین مثل بنا مسجد - سرائے - پل - تالاب - اور چاہوں مین صرف کیا جاوے نہ سرکاری کامون مین -
(۵) کہ شراب اور دور بھرہ اور تمام نشہ کی چیزین جو شریعت مین منع ہین کوئی نہ بناوے اور نہ فروخت کیجاوین اور باوجودیکہ بادشاہ خود شراب پیتے ہین مگر روا دار اسبات کے نہین کہ اور کوئی فروخت کرے یا پیوے -
(۶) کسی مخلوق کا گھر نزولی اور سرکاری نہ بنایا جاوے
(۷) کوئی عامل خالصہ یا جاگیردار زمین رعایا کی زور وظلم سے نہ لے اور اُسکو چھڑا کے آپ بونے پاوے -
(۸) کہ بڑے بڑے شہرون مین شفاخانے بنوائے جائین اور طبیب بیمار ونکی علاج کو مقرر ہوں اور جو کچھ خرچ اُنکی نوکری اور دوا اور خوراک مین صرف ہو سرکاری حاصلات سے ملا کرے

رعایا سے نہ تحصیل کیا جاوے۔

(۹) ہر سال میری ولادت کے دن تمام عملداری مین جانور نہ ذبح ہوا کرین وہ ہر ہفتہ مین بھی جمعرات و اتوار کو نہ ذبح ہوا کرین۔

(۱۰) بطریق عموم عہدے اور جاگیرین میرے باپ کی دی ہوئی اور تمام نوکر برقرار رہین۔

جہانگیر کے دیگر احکامات

(۱) سعید خان حاکم پنجاب کے نام حکم بھیجا کہ میرے عدل مین کسیکی رعایت نہین اور میری انصاف کی ترازو مین چھوٹے بڑے سب برابر ہین اگر تمھارے لوگونسے کسی پر ظلم و زیادتی ہوگی تو مین واجبی سزا دونگا ہرگز انصاف مین رعایت نکیجاویگی

(۲) صدر جہان کو مقرر کرکے حکم دیا کہ ہر روز ارباب استحقاق و اہل حاجات کی تحقیقات کیا کرین اور خود ملاحظہ کرین کہ جسپر تکلیف ہو بادشاہی مال سے اُسکی مدد کی جائے۔

(۳) حکم دیا کہ تمام ممالک محروسہ مین خواہ خالصہ خواہ جاگیر لنگر خانے مقرر ہون اور موافق حاجتمندون کے کھانا پک کر تقسیم ہوا کرے تا غربا اور مساکین آرام پاوین۔

(۴) حکم دیا کہ جاگیردار اور ملازم سرکاری کسیکو بہ جبر مسلمان نہ کرین۔

(۵) بحالت سفر جہانگیر کا خاصہ برداروں اور اردلی والونکو حکم تھا کہ راہ مین اور اُسکے قریب جہان بیوہ اور بیچارونکو پایا کرین جمع کرکے میرے رو برو لایا کرین کہ اپنے ہاتھ سے اُنکو دیا کرون کہ اس سے بہتر کوئی شغل نہین۔

(۶) حکم قتل مجرم مین چار پہر کی دیر کیا کرین بجز دحکم موکد مارا نہ کرین۔

(۷) آگرہ سے لاہور تک ہر کوس پر ایک میل قائم کرین اور تین کوس کے فاصلہ پر ایک کنوان کہد ہین تاکہ مسافر آرام پا وین۔

(۸) جہانگیر نے تمام ملک کا سائر محصول کہ کئی کروڑ سے زیادہ تھا معاف کر دیا اسیوجہ سے اطراف کابل کے بھی سائر کو کہ وہ بھی ہندوستان کے راہ کے شہرون مین تھے اور ایک کروڑ پینتیس لاکھ روپیہ انمین جمع ہوتے تھے موقوف کر دیا۔

آوارہ وطن

ترجمہ ٹراولر گولڈ اسمتھ

گذشتہ سے پیوستہ

اسطرح کے زندہ دل جہان ہون
سامان طرب نہ کیون وہان ہون

آرام سے کیون کٹین نہ اوقات
کیون دن ہنو عید رات شبرات

پاس انکے ہے بس وہی روش نیک
خوش کر سکے جس سے ایک کو ایک

ممدوح فقط ہے حسن کردار
عزت کا معاشرت ہے معیار

عشرت ہے وہ مدحت حقیقی
وہ داد فضیلت حقیقی

جو حاصل مزرعہ ہنر ہو
حسن زن ہی کا یا ثمر ہو

یان صورت نقد رائج الوقت
ہے اسکا چلن بھی دست بدست

ادنے اعلی ہے سبکی یہ خو
حاجی کہون تجکو مین مجھے تو

قصبہ ہو شہر ہو کہ دربار
عزت بکتی ہے نرخ بازار

تعظیم طلب جو ہے طبیعت
خود بھی کرتے ہین سب کی عظمت

ہر ایک اسیطرح ہے رہتا
خوشنودی یکدگر کا جویا

یہ زندہ دلی کی زندگانی
آخر بنتی ہے طبع ثانی

- - - - - - - - - - - - -

لیکن یہ شعائر خوش آیند
وجہ راحت ہین گو کہ یک چند

جوہر ہے جو نقص آدمی کا
ظاہر ہے جو یون ثنا طلب ہون
اور وُنسے ہے انکی ساری ہستی
خوش غیر کرین انھین تو خوش ہون
رہتی نہین طبع مین بلندی
اسکا یہ نتیجہ لازمی ہے
بیہودہ تکلف اور تصنع
ہین ریشہ دوان ہرزہ کاری
تنخانہ نخوت دہنیک نامی
سرمایۂ خوشدلی ہے علامات
کھو کر ہر روز شادمانی
ہین چشم براہ جشن نوروز
جب دورۂ شمس ہو مکمل
دل کا ہے مگر کشش عنان دار
اپنا جی چاہے یا نہ چاہے
یہ عارضی خوشی کے جویا

پہلو انہین بھی ہے بدی کا
ہر بات مین واہ وا طلب ہون
آجاتی ہے حوصلون مین پستی
جا بیجا داد دین تو خوش ہون
اضداد ہین حلم و خود پسندی
جو بات ہے وہ نمود کی ہے
تعریف عوام کی توقع
کرتے ہین حمق کی آبیاری
ہے نقش طراز زنگ خامی
ہے گدیہ گر طرب مباہات
نازان بہ خیال عیش رانی
دامان امید پر نظر دوز
تب پائین یہ انتظار کا پھل
ہین طرز معاشرت سے ناچار
پابند ہین وضع عامہ کے
کہا جاتا نہین ہے اصل خوشدلی کیا

پھر بال کشا ہے طائر فکر
کرتی ہے جو راہ بحر کی طے
اسدم پیش نظر ہین جو لوگ
ہالنڈ کے ہین یہ صاحب ہوش

ہے دامن موج شہپر فکر
نقشہ منزل کا سامنے ہے
ہین اور طبیعتون کے وہ لوگ
قلزم سے جو ملک ہین ہم آغوش

اسدم مرے سامنے ہین گویا — اُسکے فرزند با سلیقہ

بحر پر شور کی جو موجین — چڑھ آئی ہین لے کے اپنی فوجین

کمرین ہمت کی کس کے یکبار — ہین اُنکے مقابلے پہ تیار

باندھے ہین بلند و کوہ وش بند — غیرت دہ قلعہ و ما و تد

وہ دمدمۂ کشادہ آغوش — جو قوم کا کے بار بر دوش

یون انکو بچا رہا ہے جیسے — مان بچے کو گود مین چھپا لے

موجین کرتی ہین زور ہرچند — ہوتا نہین اُنسے یہ مگر بند

کیا خاک کی پیش آب ہستی — پر اُف ری یہ تیری چیرہ دستی

ساحل ہے کہا تک آ دبایا — ہر بحر سے بر کو چھین لایا

یون سلطنت اپنی کی ہی قائم — چھینا مُنھ سے نشکار ضیغم

وہ آب محیط تند و پر شور — ہو کر محصور اور مجبور

چڑھکر موجونکی سیڑھیون پر — حسرت سے ہے دیکھتا یہ منظر

جو ہے اک بوستان محنت — جس سے ہے نمود شان محنت

وہ نہرین سبک خرام و طناز — معشوقون کے جنمین سارے انداز

پھولون سے بھرے ہوئے وہ وادی — اور بند پہ وہ چمن طراری

شہرون کے بھرے پڑے وہ بازار — جنسے یک نظر نہ ہو پار

میدانو نمین کشت لہلہی سے — سبزی قسمت کی وہ ڈہڈہی سی

غم ہے کہ نکل گئے ہین اس سے — ٹکڑے یہ اسی کی مملکت کے

— — — — — —

ازبس یہ بر بحر پر و رد — گرد دامان محنت و درد

ہر دم ہے جو اسکا آرزومند — ہون محنتی اسکے سارے فرزند

ہے ہر دل و دوست سوئے محنت
چوگان ہے یہ وہ گوئی محنت

صنعت محنت کا ہی رہ آورد
دولت صنعت کا ہے رہ آورد

ضعف سے ہوئی حصول دولت
دولت سے ملی ہی عیش و راحت

نخل صنعت بہار پر ہے
پھولی ہوئی شاخ حب زر ہے

ضعف کا ثمر ہے جیسے دولت
پھل لعنت زر کا ہے دنائت

دونون جو ہین لازم اور ملزوم
ہے شاخ انار شاخ زقوم

گر کوئی انھین بغور دیکھے
سب مکر و حیل کے طور دیکھے

حتی کہ تبادلہ ہے ہوتا
حریت و نفس پروری کا

ہو جاتی ہین زر کی روشنی مین
آزادی کی بھی خیرہ آنکھین

ہین مفلس فروش جو ہین نادار
زردار خریدنے کو تیار

ہر سمت غلامون کا ہے رمنا
ذلت مین ہے جنکا جینا مرنا

عزت کا چاک کرکے دامان
ہین ڈلر ربائے خوان اخوان

دل مین نہین کچھ بھی جوش غیرت
گویا کہ ہے منجمد حمیت

سب ملک ہے عرصہ گاہ بیداد
ہے داد غریبون کی نہ فریاد

اللہ اللہ یہ تفاوت
ہے کس درجہ مقام عبرت

یا ایک جدا دیکھے انھین کے
جنکی جرأت کے ہین فسانے

وحشی بھی تھے غریب بھی تھے
لیکن قانع تھے اور جری تھے

جان آزادی پہ دینے والے
کشتی مشط خون مین کھینے والے

یا آج ہین اک انھین بھائی
عزت برٹن نے جنسے پائی

(باقی آئندہ)

جبریہ تعلیم کا مسودۂ قانون

حال مین آنریبل مسٹر گوکھلے نے حضور وائسراے کی کونسل مین ایک مسودہ جبریہ تعلیم کا پیش کیا ہی جو مباحثہ آیندہ کے لیے کونسل نے منظور کر لیا ہی اور مختلف لوکل گورنمنٹون کی راے کے لیے اُنکے پاس بھیجا گیا ہی۔ امید ہی کہ لوکل گورنمنٹون کی راے معلوم ہونیکے بعد اسکے متعلق وایسریگل کونسل سے کوئی مناسب فیصلہ ہوگا۔ مگر اسوقت تک جو رائین پبلک نے ظاہر کی ہین اُنمین زیادہ تر ہم آہنگی کا راگ پایا جاتا ہی اور خوشی کی بات ہے کہ کلکتہ کا معزز اسلامی ہمعصر کامریڈ بھی کشادہ دلی کے ساتھ اس مفید تجویز کا خیر مقدم کرتا ہی کامریڈ کی اس تحریر سے متعلق اختلاف نہوتا کہ وہ مسلمانون پر اکثر یہ الزام لگایا گیا ہی کہ بہ وجہ خودغرضی اکثر اُن معاملات مین کہ جنپر ملک کی ترقی و بہبود منحصر ہوتی ہی اپنے ہمسایہ بھائیونکا ساتھ دینے سے پہلو تہی کرتے ہین۔ ہمکو توی اُمید ہی کہ اس موقع پر مسلمان اپنے دیگر ملکی بھائیونکی امداد پورے جوش و خروش سے کرینگے"۔ مگر یہان ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہی کہ آیا ملک کے وہ طبقے جنکے فائدے کے لیے جبری تعلیم کا جاری کرنا تجویز ہے اسکے لیے تیار رہین یا نہین۔ اسمین شک نہین کہ آنریبل مسٹر گوکھلے نے اپنے مسودہ قانون مین چند ایسے مستثنیات بھی رکھے ہین جنکی رو سے خاص خاص لڑکے خاص خاص حالتو مین مدرسے کی حاضری سے معفو ہوسکتے ہین تاہم اندیشہ ہی کہ مستثنے قاعدہ کلیہ نہو جائین اس لکھنے سے ہمارا یہ منشا نہین ہی کہ اصلاح کی کوشش کا خیال ہی چھوڑ دیا جائے۔ ابتدائی تعلیم کی توسیع نہایت ضروری ہی اور گورنمنٹ بھی جہانتک دیکھا جاتا ہی فراخدلی سے اسبارہ مین

ہماری امداد کرنیکو تیار ہو مگر یہ ضرور ہے کہ جبتک سرمایہ دار پبلک کافی طور سے آمادگی ظاہر نہ کریگی اُسوقت تک کامیابی مشکل ہے۔

غزل جناب کیفی چڑیا کوٹی

وہ ہین گھر مین شب تنہائی ہے
میرے ارمانون کی بن آئی ہے

واہ کیا خوبی رعنائی ہے
چشم بد بین بھی تماشائی ہے

لب جان بخش سے جی اُٹھے رقیب
واہ کیا خوب مسیحائی ہے

کہدو بالین سے مسیحا اُٹھ جائین
ہم نے مرنے کی قسم کھائی ہے

اُن مین آئینہ مین چوٹین ہونگی
وہ ہین سفاک یہ شیدائی ہے

تھک گئے یان تو وہان جا سوئے
مسجد اک گوشہ تنہائی ہے

پی بھی لے توبہ کہانکی زاہد
دیکھ گھنگھور گھٹا چھائی ہے

کیجیے تو آئینہ لاکر رکھدون
آپ کو دعوئے یکتائی ہے

مین تری زلف کا مطلب سمجھا
آکے سینے پہ جو لہرائی ہے

مرنے والونکا ترے یہ رتبہ
میرے لینے کو اجل آئی ہے

پوچھتے سب ہین کہ کیفی ہے کون
وہ یہ کہتے ہین کہ سودائی ہے

غزل جناب ماہر کنتوری

کس طرح مطلب کھلے اُس شوخئی تحریر کا
عکس ظالم نے اُتارا ہی خط تقدیر کا

دل نشانہ کیجیے کا پھر کسی دلگیر کا
سیکھیے ای مہربان پہلے لگانا تیر کا

جب اثر ہوتا نہین ہی نالۂ شبگیر کا
نالۂ عاشق نے دل توڑا ہی چرخ پیر کا
فصل گل جاتی رہی جاتی نہین پونچھی
جمع خلقت ہو رہی ہی عالم غربت مین بھی
دیکھ کر صورت کو میری نقش حیرت بنگیا
دیکھکر چوکھٹ پہ سر کو طنز سی کہتی ہین وہ
سرخرو ہونے کیا ظالم شہید عشق کو
یاد ہوگا وہ بھی دن جب محبت سیکھی
دل بھر آیا یاد آیا عالم دیوانگی

دیکھتی حسرت سے ہی تدبیر منھ تقدیر کا
اور بھی دیکھینگے پہلے آپ کچھ اس تیر کا
طوق گردن مین پڑا کیا قیس کی زنجیر کا
کھینچکر پھر ایک کولاتا ہے غل زنجیر کا
پڑھ لیا ظالم نے کیا لکھا خط تقدیر کا
کیا بنانا کھیل ہے بگڑی ہوئی تقدیر کا
زنگ لایا حشر تین دھبہ تیری شمشیر کا
امتحان لیتے ہو کیا پلٹی ہوئی تقدیر کا
جب کوئی حلقہ ملا ٹوٹی ہوئی زنجیر کا

کیا عجب ہی ہند سے پہنچون وہان مرنیکے بعد
مین تو دلدادہ ہون ماہر روضۂ شبیر کا

ریویو

مجموعہ القاب و آداب

مولفۂ سید فدا حسین صاحب رضوی بلگرامی وکیل ضلع رائے بریلی
ہمارے پاس بغرض ریویو وصول ہوا ہے کتاب صاف و خوشخط چھپی ہے اور چھوٹے لڑکون کے لیے کارآمد ہی مگر چھپنے مین جابجا غلطیان رہگئی ہین جو امید ہے کہ طبع آیندہ مین نکل جائینگی ۔

تبصرہ

بدہضمی کے دست کی دوا

کھانا تحلیل کرنیوالے عرقونکے کم و بیش ہونے سے بدہضمی کی بیماری ہوتی ہی جسکی یہ علامتین ہوا کرتی ہین کھانا کھانیکے بعد پیٹ کا بھاری معلوم ہونا پیٹ مین ریاح ہونا جی متلانا کھٹی ڈکار آنا سینہ کا جلنا منھ مین پانی اُمڈ آنا پیٹ مین میٹھا میٹھا درد ہونا معدہ پھڑکنا تخمی وغیرہ کا ہونا جبتک کھانا ہضم کی تھیلی مین رہتا ہی اور ہضم کا فعل ہوتا ہی جب یہ عرق ہضم کھانا انتڑیونمین اُتر جاتا ہی تب پیٹ مین گڑگڑاہٹ ہوتی ہی پیٹ چڑھ جاتا ہی اور دست کی حاجت ہوتی ہی دست پتلا پانی سا ہوتا ہی کھانا کھانیکے بعد ہی دست ہوجاتا ہی دست ہونیسے جسم کمزور ہوجاتا ہی یہ سب حالتین کبھی زیادہ ہوتی رہتی ہین اور مہینون تک چلتی ہین مریض کا جسم دن بدن لاغر ہوتا جاتا ہی آخر کو لاعلاج ہوجاتا ہی جسم کی معمولی قوت کم ہوجاتا ہی مرض کا سبب یہ ہی کہ ہندوستانیونمین ایسا ہی ہوتا ہی ضعیفی کیجاتی ہی کسی خاص بیماری کی وجہ ضعف کا ہونا کھانا اوسکا روزہ فاقہ وغیرہ کرتے ہین انہی کے بیفائدہ ضائع ہونیسے نقاہت یا دہشت فکر تردد غم و اندوہ اور ان خرابیونکی حالت جو بچپنے کیوقت ہوتی ہی ان باتونکی مجبوری کے سبب یہ مرض بدہضمی کی دوا بنائی ہی کھانا ہضم کرانے اور بدہضمی کی خرابی دور کرتی ہی یہ ست ترنیو یہی یہ دوا چھوٹی چھوٹی شیشیونمین بنائی گئی ہین پندرہ روز کے استعمال کے لائق ۲ تیکیان ایک شیشی کی قیمت مع محصول ڈاک ۵ ولایتی پودینہ کی ہری پتیونسے یہ عرق بنا ہی رنگ بھی بہت اچھا ہی اور خوشبو بھی تازی پتیونکی سی آتی ہی یہ عرق ڈاکٹر برمن کی صلاح سی ولایت کے نامی دوافروش نے بنایا ہی ریاح کیلیے یہ نہایت مفید دوا ہی پیٹ چڑھنا ڈکار آنا پیٹ مین درد بدہضمی متلی اشتہا کم ہونا وغیرہ ریاح کی علامت جلد دور ہوجاتی ہی۔ بچون کے لیے کوئی دوا اس سی بڑھکر مفید نہین ہی۔ گود کے بچے کے لیے ایک یا دو قطرہ ذرا سے دودھ مین ملاکر پلانا چاہیے۔ بڑون کے لیے ۱۰ قطرہ سے ۳۰ قطرہ تک دو چھٹانک پانی مین ملاکر دینا چاہیے قیمت فی شیشی ۸ محصول ڈاک ۵ ر۔

پتہ۔ ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵۔۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

رجسٹرڈ نمبر اے ۵۰۶

جلد ۱۔ نمبر ۶

بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۱۰ع

آنچہ دانی بشمار آنچہ ندانی بشنو

نجومی پریس میں باہتمام پنڈت بہاری لال جھینگر شائع ہوا

قیمت سالانہ ؏

نمونہ کا پرچہ ۴؍

فہرست مضامین

صفحہ

ضوابط استیصار

یہ علمی ادبی اور اخلاقی مضامین کا رسالہ تازگی خیالات اور بے مثل انشاپردازی اعتبار سے آپ اپنی نظیر ہے ماہیہ ۸۰ صفحوں پر شایع ہوتا ہے۔ قیمت مع محصولڈاک عوام سے تین روپیہ

طلبا سے۔ ۶

امراء عظام اور تعلقداران سے۔

والیان ریاست جو امداد فرمائیں

نوٹ۔ جن صاحب کیخدمت میں رسالہ خریداری روانہ ہوگا وہ نمونہ کا ہونے پر منظوری و علام منظوری نہ فرمائیں گے تو خریدار متصور ہ

منیجر استد

H.-M. King Edward *VII* With Family.

C. S. P.

انچہ دانی لبشمار انچہ ندانی لبشنو

استبصار

جلد ۱ مطبوعہ ۲۵ - مئی سنہ ۱۹۱۰ع نمبر ۴

نوحۂ ماتم

بروفات حسرت آیات ملک معظم و قیصر ہند اڈورڈ ہفتم

آج کیون چھایا ہے یہ ابر الم + + آج کیون چشم جہان ہے پر نم

آج کیون دل ہے اسیر حرمان — آج کیون جان ہے مجبور ستم

آج کیون آتی ہے رکتی ہوئی سانس — آج کیون سینے مین گھٹتا ہے دم

آج کیون چہرۂ عشرت ہے کبود — آج کیون دست تاسف مین ہے ہم

آج کیون سر پہ ہے خاک حسرت — آج کیون بر مین ہے رخت ماتم

آج کیون دورۂ فلک ہے پر گرد — آج کیون قامت ہستی مین ہے خم

آج کیون رایت دولت ہے نگون — آج کیون حالت مات ہے درہم

آج کیون خلق ہوئی نیلی پوش — آج کیون دھر بنا مجلس غم
آج بر تن ہوا کیون بیت حزن — آج کیون ہند ہی درہم برہم
کیا ہوا آج کہ بدلا ہوا ہے — کچھ بری طرح سے رنگ عالم

جام ہستی کہ بر سنگ زدند
سنگ گوئی بہ دل تنگ زدند

کسکے مرنے کی خبر آئی ہے — روح کیون جسم مین گھبرائی ہر
کسنے دنیا سے کیا آج سفر — ساری دنیا جو الٹ آئی ہی
کسکا ماتم ہی کہ ہے عالم گیر — کون دل ہی جو شکیبائی ہر
ابھی نظرون مین ہی شان دربار — یاد وہ انجمن آرائی ہے
بات کل کی ہی کہ ہر چپے تھے یہی — ہند مین تازہ بہار آئی ہے
گلشن دہلی مرحوم نے پھر — رونق باغ جنان پائی ہے
شاہ کی تخت نشینی کا ہی جشن — فرش تا عرش کی ہنسائی ہے
جوق کے جوق چلے آتے ہین — راجے مہراجون کی بن آئی ہر
اسکو اظہار عقیدت مین غلو — اور اُسے شوق جبین سائی ہی
تہنیت کے چلے آتے ہین پیام — عیش و عشرت کی گھٹا چھائی ہر

مگر امروز چہ گویم چو نسست
سینہ ہا ریش و دروتہا خونست

عہد وکٹوریۂ نیک صفات — تھا عجب عہد عمیم البرکات
علم و شایستگی و امن و امان — ہین اسی عہد کے سارے نغمات
عدل و انصاف و مساوات حقوق — قابل شکر نہ تھی کون سی بات
انکے فرزند جناب ایڈورڈ — تھے اسیطرح نکو ہیدہ صفات

مختصر عہدِ حکومت انکا ہے + تھا رعایا کے لیئے عہد نجات
گرچہ برپا رہی کیا کیا شورش گرچہ نازل ہوئی کیا کیا آفات
پنجۂ آہنی لا لانے - مگر کسطرح روک دیئے سب بدعات
جوش ٹھنڈا کیا نرمی سے کہین گہ سیاست سے کیئے رد خطرات
دین نیئے ممبریان کونسل مین ہندیون کو ملے اعلےٰ درجات
ایسا قیصر نرہے دنیا مین موت اس شاہ کو آئے ہیہات

بہ چنین رنگ جہان می گریم
زار میگریم و ہان می گریم

پانچوین کو یہ اڑی تھی افواہ کہ علیل آج ہین کچھ شاہنشاہ
پھر چھٹی کو ہوئے شایع اخبار کہ ہے بیماری حضرت جانکاہ
ہے جو لاحق مرض سخت خناق سخت تشویش مین ہے خلق اللہ
کہتے ہین عارضہ کو سب مہلک ڈاکٹر رہتے ہین باحال تباہ
اہل دربار و اعزہ سارے متاسف ہین بصد حسرت و آہ
سرنگون سب ہین طبیب شاہی ہاتھ ہین چارہ گری سے کوتاہ
یاس سی شہر پہ ہے چھائی ہوئی جو تھے ہین شاہ کے سب صحت خواہ
کہ ایکایک سحر ہشتم کو ہوا مسموع یہ انا للہ
شاہ ایڈورڈ فلک جاہ ہوئے راہیٔ ملک بقا وا اسفاہ
سنتے ہی یہ خبر وحشت اثر اڑ گئے ہاتھون کے طوطے ناگاہ

گہ بگیا زلزلہ افتاد بدہر
نیست امروز کہ شادی بدہر

خلق عالم مین ہے اک ماتم عام دیکھو جس سمت مچا ہے کہرام

یاد کرکر کے صفات قیصر — سر کو دُھنتے ہین خواص و عوام
کوئی دیتا ہے دعا بخشش کی — کوئی ہی نوحہ کنان صبح و شام
کوئی کہتا ہے کہ پائین ایڈورڈ — خلد مین مژدۂ حسن انجام
کوئی کہتا ہے کہ جنت مین سلے — شاہ کو پہلوے عیسےٰ مین مقام
ہمزبان ہو کے سبھون کے ضامن — ہم بھی کہتے ہین کہ رب علام
انکو یہ مرتبے دے اور ہمین — کر اس آفت مین عطا صبر تمام
انکی اولاد کو بھی شامل انکے — رکھ سدا دہر مین تو فرخ کام
جارج پنجم کی حکومت ہو وسیع — کوئین کی طرح سے ہون نیکو نام
سیکڑون سال رہے ہاتھو مین — یا خدا! توسن دولت کی زمام

خوشدل باز شاہ رعیت بادا
سایہ اش سایۂ رحمت بادا

ضامن کنتوری

قطعۂ تاریخ وفات شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم

جو وکٹوریا پارک لکھنؤ کے جلسۂ تعزیت مین پڑھا گیا

آہ ای ایڈورڈ ہفتم غمکشون کے غمگسار — کچھ خبر تجکو بھی ہی کتنے ہین تیرے سوگوار
کنگ ایڈورڈ ای کوئین وکٹوریا کے جانشین — قیصر ہندوستان ای خسرو جم اقتدار
صدمۂ فرقت سے تیرے کسقدر بیچین ہے — وہ رعایا تھی اذیت جسکی تجکو ناگوار
آہ وہ آنکھین ترا شوق زیارت جنکو تھا — تیرے ماتم مین ہین مایوسانہ ہر دم اشکبار
آہ وہ سینے ترا جوش محبت جنمین تھا — کاوشون سے ناخن غم کی ہین سراپا فگار

کیون چھٹی تاریخ اس ماہ مئی کی یاد ہی
نصف شب جسدن ہوئی صبح قیامت آشکار

ساتوین کی صبحکو لندن سے آیا ہند مین
تار ایسا تار جس سے ہوگئے دل بے قرار

لکھنؤ کے رہنے والو یہ وہی تاریخ ہے
چہرۂ خورشید پر چھایا رہا جس دن غبار

تھا زمین و آسمان دونون پر اک غم کا اثر
ابر ادھر تھا اور ادھر آنکھین ہماری اشکبار

دل پریشان تھے پریشان اسیلیے سدن بھی ہوا
چلنے والے راہ چلتے تھے مگر دیوانہ وار

تھین دکانین بند دفتر بند تھے بازار بند
کردیے تھے بند سبنے اپنے اپنے کاروبار

جب سے اب تک ہین اسی غم مین ہمارے اہل شہر
آج پرسا دینے آئے ہین بہ قلب داغدار

ای ہمارے امپرس وکٹوریا کے اسپچو
دیکھ کسکی تعزیت دیتے ہین کسکو جان نثار

ممبر مجلس آنریبل مسٹر ای - ایل سانڈرس
اور ہم سب حاضرین جلسہ و خدمتگذار

بلکہ سارا لکھنؤ دیتا ہی پرسا آپ کو
ای شہنشہ جارج ہمیم خسرو عالی وقار

آپکے والد کے غم مین دل ہین سبکے داغ داغ
صبر دے صبر آپکو بھی اب خدائے کردگار

اب صفی پڑھتا ہی سنیئے مصرعۂ تاریخ سال
ہے رعیت کیلئے مرگ آہ مرگ تاجدار

۱۹۱۰ء صفی لکھنوی

قاطیغوریاس

اخوان الصفا جو قدمائے حکمائے اسلام مین ہین اپنے رسائل مشہورہ مین لکھتے ہین کہ **ہیولی** وہ جوہر ہے جو صورت کو قبول کرے اور **صورت** وہ شکل و نقش ہے جسکو جوہر قبول کرے اور اختلاف موجودات مین صورت ہی کے سبب سے نہین ہوتا - دلیل اسکی یہ ہے کہ بہت سی چیزین دیکھنے مین آتی ہین

جنکا جوہر ایک ہی اور صورتین مختلف مثلاً چھری - تلوار - تبر - آری وغیرہ جتنے آلات و ظروف لوہے کے بنائے جاتے ہیں - انکے نام الگ الگ اسی لیئے رکھے گئے ہین کہ انکی صورتین مختلف ہین ورنہ جوہر انکا جو فولاد ہی ایک ہی ہے - اسیطرح دروازہ کرسی تخت کشتی اور جتنی چیزین کاٹھ کے بنائی جاتی ہین ان سب کے نام بھی صورت مختلف ہونے کے سبب سے مختلف ہین ورنہ ہیولی انکا جو کہ کاٹھ ہے ایک ہی ہے -

تقسیم ہیولی کی چار قسمین ہین - ہیولائے صناعت - ہیولائے طبیعت - ہیولائے کل - ہیولائے اولی - **ہیولائے صناعت** ہر وہ جسم ہی جسے صناع اپنی صنعت مین صرف کرتا ہی - جیسے بڑھئی کے لیئے لکڑی لوہار کے لیے لوہا - کمھار کے لیئے مٹی اور پانی - جولاہے کے لیئے سوت - نانبائی کے لیئے آٹا - اسیطرح سمجھ لینا چاہیئے کہ ہر صناع کو کسی جسم کی ضرورت ہی جسپر وہ اپنی صنعت کو صرف کرے - غرضکہ اسی جسم کو ہیولائے صناعت کہتے ہین اور جو جو شکلین کہ صناع اُس کی بناتے ہین اُسے صورت کہتے ہین اور اہل صنائع مین ہیولی و صورت کے یہی معنی ہین - **ہیولائے طبیعت** عناصر اربعہ آب - باد و خاک و آتش کو کہتے ہین - کہ نباتات و حیوانات و جمادات انھین سے پیدا ہوتے ہین اور انھین کی طرف فاسد ہو کر منحل ہوتے ہین - **ہیولائے کل** مطلق جسم ہے جس سے تمام عالم پیدا ہوا عناصر بھی اور آسمان اور ستارے بھی کہ یہ سب اجسام ہین اور اختلاف انمین صورت کا ہی **ہیولائے اولی** محض جوہر ہے جسکا تعقل ہے اور محسوس نہین ہوتا - وہ ہستی محض و ہویتہ کی صورت ہی - جب ہویتہ نے کمیتہ کو قبول کیا تو مطلق جسم پیدا ہوا جسکی طرف اشارہ کرتے ہین اور جسمین ابعاد ثلاثہ طول - عرض - عمق - پایا جاتا ہے - اور جب جسم نے کیفیتہ کو قبول کیا یعنی شکل کو جیسے مدور و مثلث

و مربع وغیرہ ہوتا تو وہ جسم معین ہو گیا۔۔ غرضکہ کیفیتہ مثل تین کے ہی سلسلۂ عدد مین اور کمیتہ مثل دو کے ہی اور ہویتہ مثل ایک کے ہی۔ اور جس طرح تین کا وجود دو کے بعد ہوتا ہی اسیطرح کیفیتہ کا وجود کمیتہ کے بعد ہی اور جسطرح دو کا وجود ایک کے بعد ہوتا ہے اسیطرح کمیتہ کا وجود ہویتہ کے بعد ہے اور ہویتہ کا وجود کمیتہ و کیفیتہ پر اسی طرح مقدم ہے جسطرح ایک کا تقدم دو اور تین اور تمام اعداد پر ہی۔

اسکے بعد یہ سمجھنا چاہیئے کہ ہویتہ اور کمیتہ اور کیفیتہ یہ سب کی سب صور تین اور بسیط ہین جنکا تعقل ہوتا ہی اور محسوس نہین ہو سکتین۔ ہان جب ان مین ترکیب واقع ہوتی ہی تو انمین سے بعض کو ہیولی اور بعض کو صورت کہتے ہین۔ یعنی کیفیتہ کو صورت کہین گے اور کمیتہ اُسکا ہیولی ہی اسیطرح کمیتہ صورت ہی اور ہویتہ اُسکا ہیولی ہی۔ محسوسات مین اسکی مثال یون سمجھنا چاہیئے۔ کہ قمیص صورت ہی کپڑے کی اور کپڑا اُسکا ہیولی ہی۔ اور کپڑا صورت ہی سوت کی اور سوت اُسکا ہیولی ہے سوت صورت ہی روئی کی اور روئی اُسکا ہیولی ہے۔ روئی صورت ہی نبات کی اور نبات اُسکا ہیولی ہی۔ نبات صورت ہی عناصر و ارکان کی اور یہی آب و گل وغیرہ اُسکا ہیولی ہی۔ عناصر صورت ہی جسم کی اور جسم اُسکا ہیولی ہے۔ جسم صورت ہی جسم کی اور جسم اُسکا ہیولی ہی۔ جسم صورت ہی جوہر کی اور جوہر اُسکا ہیولی ہے اور اسیطرح روٹی صورت ہی خمیر کی اور خمیر اُسکا ہیولی ہی۔ خمیر صورت ہی آٹے کی آٹا اُسکا ہیولی ہی آٹا صورت ہی اناج کی اناج اُسکا ہیولی ہی نبات صورت ہے ارکان کی ارکان اُسکا ہیولی ہی ارکان صورت ہی جسم کی جسم اُسکا ہیولی ہی جسم صورت ہے جسم کی جسم اُسکا ہیولی ہی جسم صورت ہی جوہر کی جوہر اُسکا ہیولی ہی۔ اسی مثال پر ہیولی و صورت کو قیاس کرنا چاہیئے یہانتک کہ تمام اشیا ہیولائے اولی پر منتہی ہو جائین جو کہ ہستی محض کی صورت ہی جسکے لیئے نہ کیف ہی نہ کم ہی

وہ جوہر بسیط ہی اسمین کسی طرح کی ترکیب نہین وہ ہر صورت کو قبول کرتی ہی لیکن یہ قبول کرنا اسی ترتیب سے ہی جسکا بیان گذرا نہ یہ نہین کہ ہر صورت خواہ مقدم ہو خواہ موخر ہو اُسے وہ قبول کرلے بلکہ مقدم کا قبول مقدم اور موخر ہی جیسے روئی کپڑے کی صورت نہین قبول کرتی جبتک کہ سوت کی صورت مین نہ آئے اور سوت قمیص کی صورت نہین قبول کرتا جبتک کپڑے کی صورت مین نہ آئے اسی طرح اناج خمیر کی صورت مین نہین آسکتا جبتک آٹے کی صورت نہ اختیار کرے اور آٹا روٹی کی صورت مین نہین آسکتا جب تک خمیر نہو غرضکہ ہیولی ایک صورت کے بعد دوسری صورت کو قبول کرتا ہی انتہی یہ قول مسئلہ ارتقائے انواع کی بنا پر جو حکمائے اسلام نے ڈالی ہی۔

بعض عرفا نے اسی مضمون کو اسیطرح سمجھایا ہی کہ وحدۃ نے جگہ کو پائی جوہر فرد پیدا ہوا جوہر فرد کی حرکۃ سے خط اور خط کی حرکۃ سے سطح اور سطح کی حرکۃ سے جسم اور جسم کی تطورات سے عناصر اور عناصر کے امتزاج سے عالم اجسام کا وجود ہوا۔

دفع دخل اخوان الصفا کی تقریر سے یہ توہم نہ کرنا چاہیئے کہ یہ لوگ ذات واجب کو ہیولائے عالم سمجھتے تھے بلکہ یہ سمجھنا چاہیئے کہ یہان ہستی سے انکی مراد امکان ہے جو اثر ہے واجب تعالی کا اور حکمائے اخوان الصفا ہیولی کو جوہر ظلمانی سمجھتے ہین اسی رسالہ مین اسکی تصریح موجود ہی اسی طرح بعض عرفا کے قول سے یہ توہم نہ کرنا چاہیئے کہ وحدت کی حرکت سے ہیولی پیدا ہوا یہ لوگ بھی وجود ہیولی کے قائل نہین بلکہ مجرد پر تطورات اعراض کو تجویز کرتے ہین اور قیام عرض بالعرض کو جائز جانتے ہین۔ جوہر کے بعد اعراض سے بحث کی جاتی ہے۔

قال الشیخ واما ان یدل علی کمیتہ وہو بالذاتہ یحمل المساواۃ بالتطبیق اوالتفاوت فیہ اما تطبیقا متصلا فی الوہم کالخط والسطح والعمق والزمان۔ واما منفصلا کالعدد۔ یعنی لفظ مفرد کی دلالتہ یا کسی کمیتہ پر ہوگی اور کم ایک ایسی چیز ہی کہ تطبیق کرنے مین برابر ہونا یا گھٹ بڑھ جانا اُسکی ذات مین پایا جائے خواہ یہ تطبیق ذہن مین متصل ہو۔ جیسے خط اور سطح اور ثخن اور زمان۔ خواہ منفصل معلوم ہو جیسے عدد۔ یہ قول کہ برابر ہونا یا گھٹ بڑھ جانا اُسکی ذات مین پایا جائے اسکے معنی یہ ہین کہ بالعرض نہ پایا جائے مثلاً یہ جو کہتے ہین کہ یہ کپڑا گزبھر ہی یعنی گز کے برابر ہی اسکا مطلب حقیقت مین یہ ہی کہ اس کپڑے کی لمبان گز کے برابر ہے یعنی برابر ہونا بالذات لمبان کی صفت ہے اور بالعرض کپڑے کی صفت ہے۔ یا یہ کہتے ہین کہ اس کپڑے کا پاٹ اوس کپڑے کے پاٹ سے زیادہ ہی یہان زیادۃ وکمی بالذات پاٹ کی صفت ہی اور بالعرض کپڑے کی۔ یا یہ کہتے ہین کہ اس گھر کے لوگ اُس گھر کے لوگون کے برابر ہین اسکے معنی یہ ہین کہ عدد مین برابر ہین اور اس عدد کا اُس عدد کے برابر ہونا بالذات ہی اور لوگون کا لوگون کے برابر ہونا بالعرض ہے۔ غرضنکہ جس چیز کی ذات مین برابر ہونے یا کم وبیش ہونے کی صفت پائی جاتی ہی اس چیز کو فلاسفہ کم کہتے ہین۔ کم کی دو قسمین ہین متصل اور منفصل۔ کم متصل کی مثالون مین خط وسطح وعمق کا متصل ہونا توظاہر ہی لیکن زمان کا متصل ہونا محض تصور مین ہی۔ امام رازی لکھتے ہین کہ زمان کا ایک حصہ ماضی اور ایک حصہ مستقبل ہے اور یہ دونون معدوم ہین اور معدوم کا معدوم سے نفس الامر مین متصل ہونا محال ہے ہان ذہن مین یہ اتصال ممکن ہی اسی سبب سے شیخ نے متصلاً فی الوہم کہا تاکہ زمان بھی کم متصل کے اقسام مین داخل ہو جائے۔ یہ سارا تکلف اسواسطے کیا گیا کہ حکما نے زمان کو بھی کم متصل کے اقسام مین شمار کیا ہے۔

عدد کو کم منفصل اس سبب سے کہتے ہین کہ اُسمین حد مشترک نہین پائی جاتی مثلاً
دس کے دو ٹکڑے کرین چھ اور چار تو پہلے ٹکڑے کی انتہا چھٹے پر ہے اور دوسرے
ٹکڑے کی ابتدا ساتوین سے ہی یعنی اُسکی انتہا اور اُسکی ابتدا جدا جدا ہین برخلاف
کم متصل کے کہ اگر کسی خط کے دو ٹکڑے کرین توجس نقطہ پر ایک ٹکڑے کی انتہا ہی
اُسی نقطہ سے دوسرے ٹکڑے کی ابتدا ہے۔ یا اگر کسی سطح کے دو ٹکڑے کرین تو
جس خط پر ایک ٹکڑے کی انتہا ہی اُسی خط سے دوسرے ٹکڑے کی ابتدا ہے
یا اگر کسی ثخن کے دو ٹکڑے کرین توجس سطح پر ایک ٹکڑے کی انتہا ہی اُسی سطح
سے دوسرے ٹکڑے کی ابتدا ہی۔ یا اگر زمان کے دو ٹکڑے کرین توجس آن پر
ایک ٹکڑے کی انتہا ہی اُسی آن سے دوسرے ٹکڑے کی ابتدا ہی۔ غرضکہ کم متصل
مین حد مشترک پائی جاتی ہی اس سبب سے اُسے متصل کہتے ہین اور کم منفصل مین
حدین جدا جدا ہو جاتی ہین اس سبب سے اُسے منفصل کہتے ہین۔ کم متصل کی
دو قسمین ہین **قار** یعنی ثابت غیر متجدد جسکی مثال شیخ نے خط و سطح و عمق دی ہی
اور اسی کو **مقدار** بھی کہتے ہین اور دوسری قسم ہی **غیر قار** یعنی متجدد غیر
ثابت جسکی مثال زمان ہی اور **مسافة** بھی کم متصل کے تحت مین ہے اس سبب
سے کہ مسافة اُس جگہ کو کہتے ہین جسپر متحرک نے حرکت کی ہی اور حرکت مسافة
پر منطبق ہوتی ہی اور اس سبب سے برابر ہونا یا گھٹ بڑھ جانا بالعرض اُسمین
بھی پایا جاتا ہی اسیطرح حرکت منطبق ہوتی ہی زمان پر بھی اور سریع و بطی ہونا
اُسمین پایا جاتا ہی اس سبب سے حرکت بھی کم متصل کے تحت مین بالعرض داخل
ہے۔ جسطرح کوئی سطح سفید یا سیاہ ہو تو بسبب انطباق کے سفیدی و
سیاہی بھی کم متصل کی تحت مین بالعرض داخل ہوجائیگی۔
متکلمین جو حکمائے اہل اسلام مین ہین وہ کہتے ہین کہ کم منفصل یعنی

عدد مرکب ہی وحدات سے اور وحدۃ امر عدمی ہی او جو شی کہ اعدام سے مرکب ہوگی وہ قطعاً عدمی ہوگی غرضکہ عدد کا وجود نہین ثابت اسلیئے کہ وحدۃ اگر امر وجودی ہوگی تو جمیع وحدات کے ساتھ اُسکو ما بہ الاشتراک و ما بہ الامتیاز کی ضرورت ہوگی اور وحدۃ منقسم ہو جائیگی حالانکہ وحدۃ عدم انقسام کو کہتے ہین ۔

اسکے مقابلہ مین یہ کہا جاتا ہی کہ وحدۃ اگر عدمی ہی تو عدم کثرۃ ہے نہ کہ عدم مطلق اور جب وحدۃ عدم کثرۃ ہوئی تو کثرت کا وجودی ہونا ثابت ہوا اور جب کثرۃ کا وجودی ہونا ثابت ہوا تو وحدۃ کا بھی بسبب جزو کثرۃ ہونے کے وجودی ہونا ثابت ہوا حالانکہ اُسے عدمی فرض کیا تھا اور اور اگر یہ کہو کہ با وجود وحدۃ کے عدمی ہونے کے کثرۃ بھی عدمی ہے تو اس صورت مین بھی وحدۃ کا بسبب عدم عدم ہونے کے وجودی ہونا ثابت ہوا ۔

دفع دخل اگر کوئی کہے کہ وحدۃ کی تعریف مشہور مین عدم انقسام کا لفظ ہی اور معترض نے اُسے عدم کثرۃ سے تعبیر کیا ہی اس سے مبنی بحث بدل گیا تو اُس سے یہ گذارش ہی کہ عدم کثرۃ کو عدم انقسام لازم ہی اور یہ دونون عدم مضاف ہین نہ کہ عدم مطلق اور عدم مضاف کو امتیاز حاصل ہے برخلاف عدم مطلق کے کہ وہ عدم محض ہے اور عدم مضاف کو جب امتیاز حاصل ہوا تو وہ ما بہ الامتیاز بھی ہوتا ہی جیسے عدم بصر مثلاً زید کے لیئے ما بہ الامتیاز ہے ۔

متکلمین کہتے ہین کہ چند اشیا کا متصف بچند ہونا یا ایک شی کا متصف بوحدۃ ہونا مسلم ہی لیکن اس چند کے لیئے اور اس وحدۃ کے لیئے وجود کا ہونا نہین ثابت

یہ محض فرضی و اعتباری چیزین ہین اور موجود کا متصف امور اعتباریہ سے متصف ہونا جائز ہی۔ چار شخص موجودات خارجیہ سے مثلاً عدد چار کے ساتھ متصف ہین لیکن عدد چار امر اعتباری و فرض ذہنی ہی اُسکا وجود نہین ثابت البتہ اُس کا بالامتیاز ہونا مسلم ہی۔

الغرض وجود عدد کی نفی کرکے متکلمین نے مطلق کم کے وجود کا انکار کیا اس سبب سے کہ وہ عالم اجسام کو اجزاے لایتجزی سے مرکب سمجھتے ہین اور جب اُنکے نزدیک اجزاے جسم مین اتصال ہی نہین پایا جاتا تو کم متصل کا وجود کیون ہونے لگا۔ رہا زمان اُسکی اصل یہ ہی کہ ایک آن دو عدمون کے درمیان جو غیر قابل انقسام ہے زمانہ حال ہے اور اس آن کا وجود ہی نہین ثابت اور جب حال کا وجود نہ ثابت ہوا تو ماضی و مستقبل کا بھی وجود نہین ہوسکتا اس سبب سے کہ ماضی وہی ہی جو پہلے حال تھا اور مستقبل وہی ہے جو آئندہ حال ہوجائیگا اس سے ثابت ہوا کہ زمان بھی محض فرضی و اعتباری چیز ہی اُسکے لیئے حقیقۃ متاصلہ متصلہ نہین ہی۔ اسی طرح مسافۃ کا بھی کم متصل ہونا نہین ثابت مثلاً قطرۂ نازلہ کی مسافت طبقات ہوا مین ہی اور ہوا اجزاے لایتجزی سے مرکب ہی اُس مین کم متصل کجا اور جب زمان اور مسافۃ کا کم متصل ہونا ثابت نہین تو حرکۃ کا کم متصل بالعرض ہونا بتطبیق زمان و مسافۃ غلط ہوگیا۔ (باقی آئندہ)

علی حیدر طباطبائی لکھنوی

آوارہ وطن

(گزشتہ اشاعت سے آگے)

لیکن جو عقل سے ہو حاصل کب ایسی خوشی ہی انکو حاصل
ہی قوم کی قوم بندۂ آز سب نفس پرستیون مین ممتاز
کشت و صحرا کو دیکھئے گر حُسنِ فطرت کا نسب ہین منظر

لطف آزادی کا چار سو ہی اشجار و نبات کو نمو ہے
انسان ہی سب سے یان زبون ہی ہر دم جو اسیر نفس دون ہی
جو ہے اسکے ہین وضع و کردار زنگ خامی کے آئینہ دار
افلاس مین عیش انیان ہین ادبار مین لن ترانیان ہین
ہے دعوی و فقر سفلگی مین ہمت پہ ہی ناز بزدلی مین
لب پہ ہی گنہ سے توبہ اور دل ہی سوے گناہ تازہ مائل
القصہ ہر اک قبیح خصلت جو ہوتی ہی یادگار دولت
ہی یان کے ہر اک بشر مین موجود یہ نشہ ابھی ہی سر مین موجود
ہر چند کہ جل چکی ہے رسی اینٹھن لیکن وہی ہی باقی
گذرا نہین کچھ بہت زمانہ دولت تھی یہان کی جب فسانہ
کل تک ابھی گرم تھا یہ بازار زورون پر تھا یہان کا بیوپار
ہنگامۂ حرفت و تجارت تھا باعث ناز ملک و دولت
اس خاک سے ہوتے تھے نمودار لاکھون قصر سپہر آثار
مینار ہر ایک آسمان سا شاہد تھا بلند ہمتی کا
تجار و جہازران یہان کے جب کھولتے تھے نشان ہیلنکے

دامان وسیع ہفت دریا
بن جاتا تھا جنگل آدمی کا

کچھ آگے دیار گرم سے بھی*
لہراتے تھے بادبان اٹلی

آخر جو ہوا بندھی ہوئی تھی
مثل باد شمال پلٹی

بیپار نے منہ اِدھر سے موڑا
رشتہ جو قدیم تھا وہ توڑا

اُلٹی پھری کشتی تجارت
اُٹھی دامن جھٹک کے دولت

ڈالے نئے ساحلون پہ لنگر
دریافت ہوئے کچھ اور کشور

حتی کہ وہی بساط دولت
وہ خمکدۂ نشاط دولت

ایسی اُلٹی ہوئی جو برباد
ایسا اُجڑا ہوا نہ آباد

ویران پڑے ہین شہر سارے
ترسے ہوے ہین مکان مکین کے

جنکے تھے ہزارہا ملازم
مخدوم ہین خود ہی خود ہی خادم

جب زور رہا نہ زہی باقی
سمجھی تب قوم حالت اپنی

مخمور ہین آج کل تھے بدمست
قدر نعمت پس زوال است

اقبال نے گرچہ مُنہ ہی موڑا
دولت کا ہو گیا ہے توڑا

دولت کی کہانیان ہین باقی
اگلونکی نشانیان ہین باقی

وہ معبد و چرخ قصر رفعت
مندر بھی ہین جو گواہ عظمت

با این بام و در شکستہ
با این ہمہ خاطر شکستہ

ہین وجہ سکون قلب غمگین
نعم البدل عروج پیشین

---

* اس شعر مین دریا بمعنی بحر مجازاً استعمال ہوا ہی۔
دیار گرم سے مراد ممالک مشرقی ہین۔

یعنے کہ کبھی یہین سے | پرُ امن جلوس ہین نکلتے
ہر معبد ہر کلیسیا مین | ہر کنج مین اور ہر فضا مین
ہے جشن نشاط نوعروسی | یا ہے کسی پیر کی سواری
دینداری و عشق کے یہ منظر | ہین باعث خوشدلی سراسر

جسطرح ہون بچپنے کے اشغال | وجہ دلبستگی اطفال
لایعنی کھیل اور تماشے | ہین مشغلے انکی زندگی کے
پاس آئے کہان سے فکر عالی | ہمت کی ہوئی ہی پائمالی
کیونکر چلین عزم کی ہوائین | ادبار کی چھائی ہین گھٹائین
وہ اگلی سی اب کہان ترنگین | مدت ہوئی مٹ چکین امنگین
اطوار ذلیل ہو گئے ہین | کردار رذیل ہو گئے ہین
دون ہمتی و زبون صفاتی | ہمت کی جگہ ہے لیتی جاتی
افعال سے ہی عیان حماقت | طینت مین سمائی ہی دنائت
ہر طبع ہی بدعتون کا منظر | ہر قلب ہوا ہین بدی کا ہی گھر
جسطرح قیاصرہ کے ایوان | اقبال و حشم تھے جنکے دربان
وہ مرکز مملکت پناہی | بجتا تھا جہان پہ کوس شاہی
دور دوران سے ہو کے مسمار | نکبت کے بنے ہین آئینہ دار
حالت یہ ہوری ہی جنکی | وارث ہی کوئی نہ کوئی والی
ہی خوف مکین نہ بیم دربان | آداب شہی نہ پاس سلطان
ہر سو یہ فروش کا ہی مسکن | ہر خانہ بدوش کا ہی مامن

(ضامن کنتوری) (باقی آیندہ)

معاشرت مشترکہ

بچے چڑیا کے اُڑنے لگتے ہین ✣ کرتی نہین پھر انکی خبر گیری مان
لیکن ہے جہان معاشرت مشترکہ ✣ وہ قوم دبی ہی زیر بار اخوان

آج مسلم ریویو کے مارچ کے نمبر مین ایک قابل نامہ نگار کا مضمون پڑھتے پڑھتے، جسمین امت مرحومہ کی تمدنی کمزوریون سے بحث کی گئی ہی، یہ فقرہ نظر آیا۔

"ایک بات جو سب سے زیادہ ہماری ترقی کی سنگ راہ ہی وہ حیرت انگیز سکون خلاف مردانگی دوسرون کے سر پڑے رہنا، اور قوم کے بہت بڑے حصہ کا اپنی ایحتاج کی فراہمی کی کوشش سے انحراف ہی. یہ ساری باتین اپنی عزت آپ نہ جاننے کا نتیجہ ہین - حالانکہ یہی وہ جوہر ہی جو انسان کو گداگری سے مزاحم ہوتا ہے چاہے وہ گداگری کسی شکل مین ہو - اسمین کوئی شبہہ نہین کہ لوگون کا کسی ایک کام کرنے والے ممبر خاندان کی فیاضی پر اپنے تئین ڈال رکھنا گداگری ہے. پھر بھی ہندوستان کے صدہا خاندانون مین کثرت سے ایسے آدمی نظر آتے ہین جو کسی ایسے ایک شخص پر اپنا بوجھ ڈالنا عیب نہین سمجھتے جو ان اپاہجون اور مفت خورون کا پیٹ پالنے اور تن ڈھانکنے کے لئے شبانہ روز اپنی ہڈیان پیستا رہتا ہی - بے شبہہ فیاضی قابل تعریف صفت ہے - لیکن اسکا عمدہ مصرف یہ نہین ہے کہ ایسے اشخاص کے ساتھ برتی جاسے جو محض اپنی کاہلی سے اپنی معاش بہم پہونچانے کے لیے ہاتھ پیر ہلانا گناہ سمجھین"

اس فقرہ کو پڑھکر خود بخود خیال مین ایک تحریک پیدا ہوئی - اسکے اسباب پر نظر جانے لگی، طرح طرح کے ضدات ذہن مین آنے لگے -

آخر کو اپنی ایک رباعی یاد پڑی جو ایسے ہی ہجوم خیالات کے عالم مین کہی گئی تھی (اور اسوقت اس مضمون کا عنوان بنائی گئی ہی - اپنا کلام یون ہی شاعر کو بہت عزیز ہوتا ہی نہ کہ جب مناسب وقت وحالت ہو، بار بار پڑھا اور غور کیا تو راے اسی پر قایم ہوئی کہ اس مہلک مرض مفت خوری کا ذمہ دار سوا معاشرت مشترکہ کے دوسرا نہین ہو سکتا -

دنیا کی زندہ اقوام مین باپ بیٹے اور بھائی بھائی ایک جگہ نہین رہتے دوسرے عزیزون کا تو کیا ذکر ہی لیکن ہمارے سامنے اگر کوئی انکا ذکر مثال کی طور بھی کرے تو اسکو نہایت بُری نظرون سے دیکھا جائیگا - انھین بے رحمی اور شقاوت کا ملزم ٹھہرایا جائیگا، انکی نسبت یہ کہینگے کہ انسانیت چھو نہین گئی، باہمی محبت اور پاس عزیزداری سے ناواقف ہین - یہ بھی کوئی تہذیب اور لیاقت ہے کہ صاحبزادے نے ہوش سنبھالا پر پرزے جھاڑے اور مان باپ کو چھوڑ چھاڑ کے الگ جھو نجھ لگائی، پھر یہ غریب ضعیف ہو جائین، محتاج ہو جائین، بیمار ہون - مصیبت مین پھنسین مرین انکی بلا سے یہ مڑ کے بھی نہ دیکھین گے کہ ہوا کیا؟ دو حقیقی بھائی جو ایک ہی مان کے پیٹ سے نکلے ہین ایک لکھ پتی صاحب قدرت، ذی اختیار امیر ہے اور دوسرا بھیک مانگتا ہی مگر وہ اس بات کا روادار نہین ہوتا کہ یہ اسکے ساتھ ایک وقت کے کھانے ہی پر شریک ہو جائے. کیا اسی کا نام انسانی ہمدردی ہی اور اسی کو صلہ رحم کہینگے؟ بظاہر یہ اعتراضات حرفاً حرفاً صحیح اور یہ طریق معاشرت بالکل منافی خوش اخلاقی معلوم ہوتا ہی لیکن اگر غور کیا جاے تو یہی طریقہ سچی ہمدردی کا ہے اور یہی اصول صلہ رحم کی مضبوط بنیاد ہے، اور یہی بیگانہ وار برتاؤ ہے جنسے افراد قوم کو فرداً فرداً ایک دوسرے کا جان نثار - اور حقیقی بھائی سے زیادہ والہ وشیدا بنا رکھا ہے. اسلیئے کہ جو

لوگ اپنے پیرون پر کھڑے ہونے کے عادی اور اپنے قوت بازو کی روٹی کھانے کے خوگر ہین انمین وہ تنگ چشمی، لالچ، اور حسد نہین ہوتا ہی جو ایسے گداگر قوم مین پایا جاتا ہی جسکی طرف معزز نامہ نگار مسلم ریویو نے اشارہ کیا ہی۔

ہم روز اپنے گھرون مین یہ ناگوار سین دیکھتے ہین (شاید کوئی یہ کہے کہ تمہارے ہی گھر مین ایسا ہوتا ہوگا لیکن جب کوئی منصف بغور دیکھے گا تو ہر ہندوستانی خاندان مین یہی بات نظر آیگی) کہ مجھے ایک بوٹی زیادہ ملے اور مین نے ایک چمچہ شوربا کم پایا، اسکے چار نئے انگرکھے بنے اور میرے پائجامے بالکل پھٹ گئے ہین! اسنے دو پان کا بیڑا کھالیا اور الائچی بھی ڈالی مجھے ایک ہی پان کا نصیب ہوا اور اسمین بھی چھالیہ سڑی ہوئی ڈالی گئی۔ یہ ذرا ذرا سی حقیر اور کمینے پن کی باتین بڑھتے بڑھتے طبائع مین دنائت اور بے حیائی کا مادہ پیدا کر دیتی ہین جنکے پھل ہین تنگ چشمی، لالچ، حسد، پست ہمتی، سستی اور انکا نتیجہ ہی مفت خوری اور گداگری کی عادت جو ہماری قوم کے فی صدی ۹۵ آدمیون مین بلا مبالغہ موجود ہی۔ مگر یہ سب باتین کیون پیدا ہوتی ہین؟ محض مشترکہ معاشرت کے باعث سے۔

مہذب قومون مین دیکھئے کہ لڑکا پیدا ہوا اور نرسری (دایہ خانہ) مین دے دیا گیا اسکے اخراجات معین کر دیئے گئے ایک خاص عمر تک وہین اسنے پرورش پائی اور لائق دایہ نے ابتدائی تربیت و تعلیم کے مدارج طے کرا دیئے جب صاحبزادے اسکول کی تعلیم کے لائق ہوے تو اسیطرف سے کسی بورڈنگ مین بھیجدیئے گئے اور کالج کی زندگی ختم کرنے تک اسی حالت مین رہے۔ اگرچہ اسوقت تک اخراجات کے متکفل والدین رہے لیکن انھین احساس ناپاک لاڈ پیار کی ہوا بھی نہ لگنے پائی جو امان جان اور دادی جان کی ہو ہو ہا ہا کی شکل مین ظاہر ہو کے ہمارے ہزارہا ہونہارون کو ناشدنی کرکے رکھ دیتا ہی۔

انھون نے ہوش سنبھالتے ہی آزاد زندگی بسر کی، تنہا رہنے کی عادت پڑی، ابتدا ہی سے یہ خیال ذہن نشین ہو گیا کہ فلان امتحان پاس کرنے یا فلان درجہ سطے کرنے تک ہماری کفالت کسی بیرونی ذریعہ سے ہوتی رہیگی اسکے بعد پھر ہمین اپنی فکر آپ کرنی پڑیگی۔ مان باپ کے ہان اگر جانا ملا بھی تو ایک بے تکلف دوست یا عزیز مہمان کی حیثیت سے، اور اگر وہان سے ہماری آئندہ راہ معیشت کے لیئے کچھ زاد سفر کی امداد بھی ہوگی تو بطور قرض پھر چاہے وہ قرض حسنہ ہی کیون نہو لیکن یہ ناممکن ہی کہ جب ہم خود ہاتھ پیر والے ہو جائین اسوقت بھی مان باپ ہمکو احدیون اور کنج اپا ہجون کی طرح بٹھا کے روٹی دین، ہمارے سیلئے ایک خوبصورت سی بیوی بیاہ لائین اور مرے پر سو دُرے ایک اور بوجھ اپنی گردن پر لادین پھر چھ نہ سے لڑکے پیدا ہون انکی دیکھ ریکھ اور پرورش و پرداخت مین اپنا روپیہ، اپنا وقت اور اپنی راحت و آرام کو تج دین اور ہم جسقدر انکی بڈھی ہڈیون کو پیسین اسیقدر وہ دل سے نہین تو زبان ہی سے اپنی خوشی اور مسرت کا اظہار کرین۔

اس طور پر قوم کا ہر لڑکا اور لڑکی عمر کی وہ منزل طے کرنے کے ساتھ ہی جسمین فطرتی طور پر دوسرونکی اعانت و دستگیری ناگزیر ہی اس ادھیڑ بن پر پڑ جاتا ہی کہ ہم اپنے آئندہ زندگی راحت و آرام سے بسر کرنے کی کوئی راہ آپ نکالین وہ یہ جانتے ہی نہین کہ بچھڑا کھونٹے کے بل کیونکر کودتا ہی۔ انکے ذہن مین اسکا کوئی جواب ہی نہین کہ ایک محنت کرنے کے قابل انسان کو کیا حق ہی جو دوسرے کی محنت سے بلا معاوضہ فائدہ اُٹھائے۔ وہ اسکو سمجھ ہی نہین سکتے کہ بھیا کے ہان کی چارچپاتیان اور بہو کے پاس کی پیالہ بھر دال بے فکری کے ساتھ ہمارا دوزخ پاٹنے کو کافی ہے۔ وہ تو صرف یہ جانتے ہین کہ اپنی اپنی ڈفلی اور اپنا اپنا

راگ سے اپنی ہستی ہی سے ہو جو کچھ ہو۔ برخلاف اسکے ہمارے ہان ایک مثل ہی
کہ حرامزادہ کنبہ جُدّی جدی ہانڈی + لیکن اسکے برعکس حلال زادگی کا انجام
کیا ہی؟ وہی جو ہم اوپر لکھ آئے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ کہا یہ جاتا ہے کہ۔
بائین۔ باوا تو تعلقدار ہین بیٹے دس روپیہ کی محرری کرین جوتون کی دُکان
لگاکے بازار مین بیٹھین بڑی غیرت کی بات ہی۔ بزرگون کی عزت پر حرف آتا
ہے، سات پشت کی ناک کٹتی ہی۔ مگر یہ کوئی نہین پوچھتا کہ تعلقدار صاحب اور
زمیندار صاحب کے بزرگوان نے یہ جایدادین کہان سے اور کسطرح پیدا کی تھین
جواب فضول خرچی عیاشی اور اپاہج پروری کی نذر کیجا رہی ہین۔ جن خاندانون
کی تاریخین محفوظ ہین اگر انسے پتا لگایا جاے تو شاید دس مین نو جائدادین ایسی
ملین گی جو قوت بازو سے حاصل کی گئی ہون۔

فطرت نے ہر جاندار مین طلب منفعت اور دفع مضار کی خواہش یکسان
پیدا کی ہی اور ہر شخص کو فرداً فرداً اسکی قوت بخشی ہی کہ وہ اپنی خواہشات کو
خود پورا کر دے۔ یہ امر بالکل غیر طبعی ہی کہ زید بکر کی راحت رسانی کے لیئے اور بکر عمر
کی تن آسانی کے واسطے اپنے اوپر تکلیف گوارا کرے جسطرح نیچر نے مان کے
دل مین اولاد کی محبت اس درجہ مین ودیعت کر دی ہے کہ وہ اسے اپنا خون
تک چوسانے مین دریغ نہین کرتی ہی اسیطرح مدت رضاعت کے ختم ہونے پر
جو لڑکا دودھ چھوڑنے مین ضد کرتا ہی اسکو نہایت سختی اور درشتی کے ساتھ اپنی
آغوش سے جُدا کرنے مین بھی باک نہین کرتی۔ اسکے معنی یہ ہین کہ دنیا مین
سب سے زیادہ محبت کرنیوالی مان بھی اسیوقت تک اپنی اولاد کی تن پروری
کا خیال رکھ سکتی ہی جبتک کہ وہ خود اپنی تن پروری کے قابل نہین ہو لیتا
اور جیسا جیسا اولاد بڑھتی اور اپنے کھانے پینے اور ضروری حوائج کو اپنے ہاتھ سے

انجام دینے اور مہیا کرنے کے قابل ہوتی جاتی ہے اسیقدر یہ انکی ضروریات سے بیفکر
اور فارغ ہوتی جاتی ہی اور بجاے اسکے کہ اولاد کی اس محبت مین جو زمانہ کم سنی
مین انکے ساتھ ہوتی ہے ترقی ہو اگر وہ ٹھیک وقت پر والدین سے غیر واجبی
امداد لینا موقوف نہ کردے تو اُسکا وجود انکے لیے بار ہونے لگتا ہی۔ ممکن ہے
کہ کوئی ہندوستانی خاندانون کی مثال پیش کرکے ہمکو غلط بیانی کا الزام دے
اور یہ کہے کہ اولاد تو اولاد ہم تو دور کے غریب رشتہ دارون کی پرورش کو عزیزون
سے کم لازمی اور واجبی نہین سمجھتے۔ بظاہر یہ جواب ضرور مسکت ہی مگر یہ حالت
ی ہرگز نہین ہی بلکہ عادت اور رسم و رواج نے ایک ایسی ناگوار اور تکلیف دہ
صورت پیدا کردی ہی جس سے قطع نظر کرنے مین ادھر تو شرم اور وضعداری مانع ہی
اور اُدھر اگر آپ چاہین بھی کہ اپنی جان چھڑا کر تو جو لوگ گداگری اور مفت خوری
کے عادی ہو رہے ہین وہ کب آپکو چھوڑتے ہین پھر اُنکو آپکا یہ غلط خیال اور بھی جرأت
دلاتا ہی کہ۔ این ہمارا ایک غریب بھائی، گو نالایق کیون نہو، کسی کے دروازہ جاکے
مزدوری کرے! اسمین ہماری توہین اور کسر شان ہی۔ مگر نہین یہ فقط سمجھ کا
پھیر ہے ع پسر نوح با بدان بہ نشست + خاندان نبوتش گم شد + اسکے یہ معنی
نہین ہوے کہ نوح کی نبوت مین بھی اُس سے کوئی نقصان پیدا ہوا۔ اگر ہمارا
ایک بھائی چوری کرے، پکڑا جاے اور اُسپر ثبوت جرم بھی ہو تو اسکی عوض
قانون ہمین سزا نہین دیگا اسیکو جیل خانے جانا پڑے گا اور وہی اپنی پاداش
عمل کو بھگتے گا۔ عزت جو حقیقی عزت ہی وہ معاوضہ ہی کسی خاص قابلیت، لیاقت
سچائی اور نیکی کا ایسی عزت ہمیشہ شخصی اور غیر اضافی ہوا کرتی ہی اسمین نہ کوئی
اضافہ کر سکتا ہی اور نہ کوئی اسے گھٹا سکتا ہی۔ امیری و دولتمندی اور مفلسی
و ناداری عزت کا حقیقی معیار نہین، ایک غریب آدمی کے شریفانہ اور استغنائی

کے افعال اسکی وقعت وشان کا پایہ نگاہون مین بہت بلند کر دیتے ہین اگر
ہمارا ایک عزیز بے غیرتی کا برقعہ اوڑھکر اور بے حمیتی کو اپنا شعار بناکے ہمارے
ٹکڑون پہ پڑا رہے تو وہ صرف ہماری ہی نظرون مین کانٹے کیطرح نہ کھٹکے گا بلکہ
دیکھنے والے بھی اسکو نہایت حقارت اور ذلت کی نگاہ ہوشتے دیکھین سگے خود
اسکی روح اور اسکا کانشنس اُسپر ملامت اور نفرین کرینگے - اُسکو بے ہاتھ پیر
ہلائے روٹی مزہ مل جائیگی جو دیکھنے مین کسیقدر موجب سہولت و راحت
معلوم ہو لیکن یہ ناجائز اور بے مشقت کی نعمت جزو بدن ہونے کے بجاے
اسکی رگون مین ایسا ناقص خون پیدا کریگی جو اسکو بے حیائی اور گدائی کے
مرض مین مبتلا کرکے اسکے جسم پر ذلت اور کمینگی کے داغ اُبھارے گا اور
دوسرے اُس سے یون ہی پرہیز اور گریز کرینگے جیسے لوگ مجذوم سے بھاگتے ہین
لیکن اگر وہی شخص ہماری حیثیت سے دس گونہ گری ہوئی حیثیت مین ہو
مگر کسی شریفانہ ذریعہ سے محنت اور ایمانداری کے ساتھ اپنی روزی پیدا کرنیکا
عادی ہو تو گو ہم اسکے ظاہری کپڑونکی عزت نکرین مگر ہمارا دل اُسکی عزت
کرے گا - اور دیکھنے والے ہمسے زیادہ اسکو وقعت کی نگاہ سے دیکھینگے اسکی ہمت
و پامردی پر تحسین و آفرین کرینگے اور بجاے اسکے کہ اُسکو برا بھلا کہنے ہین
کو موقعہ پاکر اسباب کا الزام دینگے کہ ہماری خود غرضی اور نفس پروری کیوجہ
سے اور ہماری طرف سے جائز مدد نہ ملنے کی باعث سے وہ اس حالت مین
پڑا ہوا ہی -

کون کہہ سکتا ہی کہ احسان، فیاضی اور خیرات تمام انسانی نیکیون سے
افضل نہین ہین - خدا خود اپنے پاک کلام مین جا بجا خیرات کی تاکید فرماتا اور
احسان کا عوض اپنے ذمہ ٹھہراتا ہی - کہتا ہی کہ ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین

خدا احسان کرنے والون کا اجر ضایع نہین کرتا - لیکن احسان وہی احسان ہی
جو اپنے موقع اور محل پر کیا جاے - نہ خزینۂ بیت المال براے فقرا و مساکین ہیت
نہ از براے اخوان الشیاطین - احسان کیجیے مگر اسکے ساتھ جو اپنے تئین بہت
جلد احسان سے سبکدوش کر لینے کی نیت رکھتا ہو - ایک طالبعلم پر گو وہ غیر ہو
غیر خاندان کا ہو، غیر قوم کا ہو، غیر مذہب کا ہو، غیر بستی کا ہو، غیر ملک کا ہو -
ایک مدت کے لیے ایک رقم معین صرف کرنے اسے ایسا بنا دیجیے کہ وہ اپنی مدد
آپ کرنے کے قابل ہو جاے اور دوسرون کا بار دوش نہو - یہ سچا احسان ہی
ایک نادار کو مختصر سا سرمایہ دیکے کسی کام مین لگا دیجیے کہ وہ اپنی روزی آپ
پیدا کرلے اور پھر آپکے یا کسی اور کے دروازے پر ہاتھ پھیلانے پر مجبور نہو،
یہ سچی خیرات ہی - اسی خیرات اور اسی احسان کا اجر - اس دنیا مین جو اجر
چاہیے ملے - اسی دنیا مین کم از کم یہ ضرور ملیگا کہ یہ دونون شخص دوبارہ
آپ کو زحمت دینے کی جرأت اور آپ کی کمائی سے بلا استحقاق و بلا معاوضہ
فایدہ ناجائز کی تمنا رکھنے سے مستغنی ہو جائینگے اور تمام عمر بلکہ انکی آیندہ
نسل بھی جب تک یہ واقعہ یادگار رہے گا آپکی ممنون منت رہیگی اس سے
بڑھکر یہ ہوگا کہ وہ سوسائٹی آپکی زیر بار احسان ہوے بغیر نہ رہ سکے گی جسکی
دو از کار رفتہ اعضا آپکے فیاضانہ امداد سے کار آمد ہو جائینگے -

اسپر بھی ہم یہ نہین کہتے کہ آپ ذوی القربی کو اغیار پر ترجیح نہ دیجیے
اگر آپ کے عزیز آپ کے سلوک کے مستحق ہین تو انکا حق دوسرون پر
ضرور مقدم ہی، لیکن سلوک کا یہ طریقہ جو مشترکہ معاشرت کی صورت مین پایا جاتا
ہے ہرگز عقل سلیم کے نزدیک ممدوح نہین قرار پا سکتا - احدی اور نکمے اعزہ
کے ساتھ سلوک ہونا تو کھلی ہوئی دشمنی اور انکو فقیر اور بھیا فقیہ بنانا ہی

نہین بلکہ ایسا اشتراک بھی جہان چار بھائی ہون اور چارون کماتے ہون اخلاق اور ہمت پر مضر اثر ڈالنے والا ہی اسلیے کہ چارون کی آمدنی مین مساوات کا ہونا شاذ ونادر ہی ممکن ہی اور یہ چندان بعید نہین کہ اخراجات کم آمدنی والے کے زیادہ اور زیادہ آمدنی والے کے کم ہون اشتراکی حالت مین یہ بھی ضرور ہی کہ سب ایک حیثیت سے رہین ایسی صورت مین زیادہ آمدنی والا اپنے نقصان کو کبھی ٹھنڈے دل سے برداشت نہین کرسکتا اور اگر کرتا ہے تو وہ احمق ہی اور دوسرا گون گھاتہا - اگر یہ چارون اپنی آمدنی و مصارف کے لحاظ سے حیثیتون مین تفاوت دکھاتے ہین جب بھی حسد رشک اور بدخواہی کی قوت کو تحریک ہوگی اور اسطرح مخاصمت کا بیج پڑے گا - برخلاف اسکے اگر چارون جدا جدا رہتے ہون، ایک کو دوسرے سے سوا اُس قدرتی تعلق کے جو اشتراک خون نے قائم کردیا ہی اور کوئی مالی سروکار نہو اور انکی زندگی سے بوشت آنجا کہ آزارے نباشد + کسے را باکسے کارے نباشد + کی مصداق ہو پھر دیکھیے کہ ایک دوسرے کی خوشی مین خوش، رنج مین رنجیدہ، ہمدردی کے محل پر ہمدرد، اعانت کے موقع پر معین سچے دوست اور حقیقی بھائی ثابت ہوتے ہین یا نہین - اصل یہ ہی کہ اس طرز معاشرت کی بدولت ہم نفاق، کینہ، حسد، بدگوئی اور طمع کے دامن مین پرورش پاتے ہین جبتک یہ دامن چاک نہوگا اتفاق وعلو ہمتی کا پیدا ہونا اور ہماری قوم کا ترقی کرنا معلوم سے

تا ز طرف دامن لیلی نمی گردد جدا
گرد مجنون از پریشانی بیابان جلوہ نیست

(اڈیٹر)

سبک تازست عمر ای دیدہ تک سر گرانی کن | نگہ را اندکے روشن سواد جلوہ خوانی کن
درون بیضہ از افسردگی دیگر چہ می باشد | چمنہا وقف پرواز ست سعی پرفشانی کن

(مرزا بیدل)

حفظان صحت

لاریب روح انسان کا بہترین حصہ ہے مگر جس طرح بغیر روح کے جسم بیکار ہے اسیطرح بغیر جسم کے روح کسی کام کی نہین - ہماری موجودہ زندگی کی مجبوریان ہمین اس بات کے لیے مجبور کرتی ہین کہ ہم "تندرستی" کے متعلق غور کرین - جب ہم زمانہ گذشتہ پر نگاہ کرتے ہین تو ہمین معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے اجداد اپنے زمانہ مین زیادہ تر دیہات مین سکونت رکھتے تھے، انھین میدانون کی ہوا کھانے کا زیادہ موقع تھا اور انکے کاروبار کا زیادہ تر تعلق ایسے ہی کامون سے تھا جنکے ذریعہ سے تر و تازہ ہوا کھانے کا موقع ملتا رہے - اب ہماری زندگی کا زیادہ حصہ شہرون مین بسر ہوتا ہے ہمارے کاروبار مکانون، دکانون اور کارخانون سے متعلق ہین، یا یسے ہین جنکا اثر اعضاے رئیسہ پر عموماً اور دماغ پر خصوصاً پڑے - مین بلاخوف تردید کہسکتا ہون کہ بڑے بڑے شہرون کے رہنے والے اپنے دیہاتی آبا و اجداد سے نہایت کم طاقت ہین - کاروباری شہرون مین جا کر دیکھو تو تمھین معلوم ہوگا کہ یہ مقامات ناتوانون، زرد رویون اور تنگ سینہ والون کے مخزن ہین اور اس سے نہ مرد خالی ہین اور نہ عورتین - اسکے علاوہ ہمارے شہرون کی صفائی کے انتظامات نے ابھی ایسی ترقی نہین کی ہے کہ ضروریات زمانہ کے موافق کارآمد ہو سکین - بعض امراض ایسے بھی پیدا ہو جاتے ہین جنکو تھوڑی توجہ سے دور کرنا ہمارے امکان مین ہے مگر مجھے یہ تحریر کرتے ہوے شرم معلوم ہوتی ہے کہ ہمارے ملک کے مرد و عورت حفظان صحت سے بالکل نابلد ہین

ہمین اپنی قومی اور ملکی تاریخون سے اسبات کا پتہ ملتا ہے کہ ہمارے پیشوانے اصول حفظان صحت کو قانون مذہب مین داخل کردیا ہے اور

آنحضرت کے ارتحال کے صدیوں بعد تک ہماری قوم نے اُن پر عمل کیا ہے۔ اسیطرح اور قوموں نے بھی ان اصول کو پیش نظر رکھا ہے مگر آجکل عام باشندگان ہند (خصوصاً مسلمان) ان گران بہا قاعدوں کو چھوڑے بیٹھے ہیں۔ ایک بار ہمارے رسول اکرم کے عم معظم حضرت عباسؓ نے آنحضرت سے پوچھا کہ درگاہ باری تعالیٰ سے کس بات کی درخواست کی جائے تو آپنے فرمایا "اے چچا تندرستی کی دعا کرو" سچ ہے۔

تندرستی ہزار نعمت ہے

محترمی شیخ عبدالرؤف صاحب رئیس مئو آئمہ فرماتے ہیں کہ بہترین فرض انسانی یہی ہے کہ قوٰے کو شگفتہ رکھے، اُنکو ترقی دے اور اُنھیں کا موں میں استعمال کرے جو قدرت کا مقتضیٰ ہے۔ جسمانی بیماریاں صرف جسم ہی کو خراب نہیں کرتیں بلکہ حواس کو مختل، عقل کو مہمل اور حافظہ کو معطل کر دیتی ہیں۔ قومی ترقی کے لیئے افراد قوم کا تندرست ہونا سب سے زیادہ ضروری ہے۔ دماغی طاقت جس پر آج کل دنیا کی ترقی کا دارومدار ہے بغیر جسمانی صحت کے حاصل نہیں ہوسکتی اور حسن معاشرت بھی کچھ اُنھیں کو نصیب ہے جنکا دامن تندرستی جیسے پری پیکر نے پکڑ لیا ہے۔

فی الحقیقت جسم انسانی بھی چلتا پھرتا عجائبات کا پتلا ہے۔ ذرا غور تو کرو کہ دماغ کتنے علوم و فنون کا مخزن ہے، دیکھو تو یہی کہ عروق و شرائین میں دوران خون کس طرح ہوتا ہے اور قدرت کا یہ فعل انسان کے اعضاے رئیسہ کو کسقدر مضبوط کر دیتا ہے۔ اگر تمنے اپنے دماغ سے ذرا بھی کام لیا تو تمھیں، چوٹی سے لیکر ایڑی تک، تمام اعضاے بدن ایکدوسرے سے مربوط ملینگے۔

تندرستی کا مدار زیادہ تر اخلاط اربعہ کے اعتدال پر ہے اور قدرت نے

انھین ایسی حالت پر قایم کیا ہے کہ جب انمین سے ایک کی بھی زیادتی یا کمی ہوتی ہے تو انسان کی تندرستی مین خلل واقع ہوتا ہے۔ اگر تم اطبا کے مشورہ سے اُن چیزون کا تجربہ کرتے رہو جو تمھاری صحت کے لیے مفید یا مضر ہین تو از بس فائدہ ہوگا مگر یہ یاد رکھو کہ ایک ہی شے ہمیشہ مفید یا مضر نہین ہوتی کیونکہ سن کے ساتھ اُسکا اثر بھی بدلجاتا ہے۔

ہر مرد پر عموماً اور عورت پر خصوصاً فرض ہے کہ یہی تجربہ رکھے۔ عورتون کی تخصیص مین اسوجہ سے کرتا ہون کہ ان پر بچوان کی پرورش اور اُنکے حفظان صحت کا دارومدار ہے؛ علاوہ برین ہر شخص اپنی حالت کا اندازہ خود ہی خوب کر سکتا ہے۔ تجربہ کا لفظ کسی قدر غور طلب ہے اور وہ اسلیئے کہ صرف کتابون کے لکھے ہوے نسخے اسوقت تک زیادہ کار آمد نہین ہو سکتے جبتک اُنپر عمل نہ کیا گیا ہو۔

تندرستی حاصل کرنے کے عام طریقے بہت ہین مگر مین یہان اُنمین سے چند ہی کا ذکر کرنا چاہتا ہون۔ سب سے پہلی اور بڑی بات تو یہ ہے کہ ہم اپنے مکانات کو صاف رکھنے مین کسی قدر غفلت سے کام لیتے ہین؛ ہمارے پاخانے، غسل خانے، باورچی خانے اور سودی خانے ایسے ہی گندہ رہتے ہین کہ اُن سے مختلف امراض پیدا ہونے مین قدرت کو مدد ملے۔ خاصکر پاخانون کی تو یہ حالت ہوتی ہے کہ ایک ایک قدمچے مین کئی کئی صاحب قضاے حاجت کرتے ہین اور گو روزانہ وہ تر صاف کر جاتا ہے مگر اُنکے دھوئے جانے کی تو شاید ہفتون نوبت نہین آتی۔

اسیطرح جو لوگ کوٹھی، بنگلون اور نئی وضع کے مکانات مین رہتے ہین اُنکا تو ذکر نہین مگر قدیم طریقہ پہ رہنے والون کے مکانات اور انکے کوٹھے کوسدین

مین ہوا اور روشنی سے بہت کم گذر ہوتا ہی اور انکی حالت ایک وہ کال کوٹھری" سے زیادہ نہین ہوتی - اگر انھین مکانات مین تھوڑے سے خرچ سے چند کھڑکیان اور روشن دان بنا دیے جائین تو رہنے والے کافی تازہ ہوا اور روشنی حاصل کر سکتے ہین - اور گندہ ہوا آسانی کے ساتھ نکل سکتی ہی - اسکے لیے مین کوئی دلیل پیش کرنا نہین چاہتا بلکہ صرف اتنا عرض کرنے پر اکتفا کرون گا کہ قدرت نے ہمارے اس چھوٹے سے جسم مین جب ہوا کے آنے جانے کے لیے کئی راستے رکھے ہین تو کیا ہمین اس سے کوئی اچھا سبق نہین لینا چاہیئے اور کیا ہمارے مکانات کے متعدد کوٹھے کوٹھریون کے لیے صرف ایک ہی دروازہ کافی ہی -

ہر نفسے کہ فرو میرود ممد حیات ست ، و چون بر می آید مفرح ذات سعدی رح

اسی سلسلہ مین یہ بات اور بھی قابل ذکر ہے کہ صدیون سے ہماری عادت یہ پڑگئی ہے کہ ایک ہی چھت کے نیچے کئی کئی صاحب سوتے اور بسا اوقات جاڑون مین دروازہ بند کر دیتے ہین - اس سے ایک تو کمرہ کی ہوا یون ہی خراب ہو جاتی ہے ، دوسرے تازہ ہوا نہ آنے کے باعث ہمارے اجسام پر نہایت مضر اثر ہوتا ہی -

تمام چیزونکی زندگی کا مدار پانی پر ہے مگر باوجود اس قدر تعلیم کے اب بھی بہت کم لوگ ایسے ہین جو صحیح طور پر اسکا استعمال کرتے ہین - جو لوگ روزانہ نہانے کے عادی نہین ہین انکی خدمت مین میری التماس ہی کہ اپنے مزاج کے موافق گرم یا سرد پانی سے نہانے کی عادت ڈالین - پینے کے پانی مین بھی بڑی احتیاط کی ضرورت ہی - پانی کو جوش دلا کر استعمال کرنا نہایت ضروری ہے - ہندوستان کے اکثر حصے ایسے ہین جہان صاف اور جوش دیے ہوئے پانی کی سخت ضرورت ہی

مین راجپوتانہ، ہندوستان، ممالک متوسط و بہار، دکن اور سندھ کے رہنے والے صاحبون کی خدمت مین یہ عرض کرنے کی برأت کرتا ہون کہ اگر آپ جوش دے کر پانی استعمال کرین تو ناہرو اور اسی قسم کی اور بیماریون سے یقینی نجات پاسکتے ہین - مکانات کی صفائی مین ایک بات یہ بھی داخل ہے کہ جگہ جگہ کیچڑ نہو اور غیر ضرورت پانی نہ بہایا جاے -

صحت کے لیے غذا ایک ضروری چیز ہے مگر اکثر لوگ الا بلا کھانے اور بچون کو اسکی ترغیب دینے مین یہ خیال نہین کرتے کہ اسپر خوری کا نتیجہ کیا ہوگا - قدرت نے جو چیزین حلال و طیب پیدا کی ہین وہ سب کھاؤ مگر خدا کے لیئے اس بات کا ضرور خیال رکھو کہ دو نوالے کی بھوک رہے -

خوردن براے زیستن وذکر کردن ست

تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردن ست — سعدی رح

ہوا خوری، سواری اور مختلف اقسام کے شکار ہماری تندرستی کے اضافہ کرنے مین ضروری مدد و معاون ہوسکتے ہین اور مین خوش ہون کہ ہمارے جدید تعلیم یافتہ انکی قدر کی اور اور لوگ بھی انکی تقلید کرتے ہین مگر کھیلو کو آزادکر حضرات تضیع اوقات خیال کرتے ہین - برادران وطن! ان چیزون سے وقت ضایع نہین ہوتا بلکہ وہ چیز حاصل ہوتی ہے جو بنی آدم کے لیے سب سے زیادہ ضروری ہے - ہان یہ دوسری بات ہے کہ آپ اسکے لیے کوئی خاص وقت مقرر فرمایئن قدیم زمانہ کی ورزشون اور کھیلون مین بہت سے ایسے ہین جن کا جاری رکھنا ہمارے لیے اب بھی ویسا ہی ضروری ہے جیسا ہماری امداد کو کسی زمانہ مین تھا -

راقم مد سمیع"

از مہدی باغ - ناگپور

انگلش ہاے ایجوکیشن اور ہندوستانی

ذیل مین ہم اپنے کرم فرما جناب خان بہادر احمد حسین خان صاحب تعلقہ دار پریانوان کا نوازش درج کرکے اہل الراے حضرات سے مستدعی ہین کہ اس مسئلہ مین اپنی اپنی راے ظاہر فرمائین جسقدر یہ مسئلہ اہم ہی اسیقدر اسکی ضرورت ہے کہ پنجاہ سالہ نتائج پر غور کرکے کوئی حسب مراد فیصلہ کیا جاے جو مضامین اس سبجکٹ پر موصول ہونگے بلالحاظ اختلاف آرا بشرطیکہ متین ومدلل ہون دلی شکریہ کے ساتھ شایع کیے جائینگے۔
ایڈیٹر

مکرمی ایڈیٹر صاحب۔

مندرجہ بالا عنوان سے میرا جو مضمون فرداے گذشتہ کے استبصار مین شایع ہوا ہی ملازمان سالی نے اُسپر ریمارک کرتے ہوے جن قیمتی الفاظ مین میری قدر افزائی فرمائی ہی آنکا بیحد وانتہا شکرگذار ہون۔ سچ تو یہ ہی کہ۔

خیال مہربان قدرم فزون کرد
وگرنہ من ہمان خاکم کہ ہستم

البتہ معاف فرمایئے گا مجھے آپ کے اس معترضانہ ریمارک کے قبول کرنے سے مذربت کہ۔

"اعلا تعلیم کو ایک نعمت عظمی تسلیم کرکے ہندوستانیون کیلیے
مضر قرار دینا غلط فہمی ہے اسلیے کہ اعلے تعلیم
ہرحالت مین ہر شخص کے لیے اعلے ہے"

حضرت من۔ اگر آپکا یہ ارشاد کلیہ مسلمہ کے طور پر ہوتا تو حکیم فلسفہ اخلاق

سعدی شیرازی رح ہرگز نہ فرماتے کہ ناکس بہ تربیت نشود ای حکیم کس"

ایڈیٹر صاحب - تجربہ نے اس بات کو بخوبی ثابت کر دیا کہ ابتک ہندوستانیون مین انگریزی اعلے تعلیم سے مستفید ہونے کا مادہ قابل وجود نہین ہی خواہ یہ اثر انکی بدقسمتی کا ہو خواہ ملکی آب و ہوا کا -

اگر آپ بنظر غائر ملاحظہ فرمائین تو مین نے اپنے مضمون مین کھلی ہوئی مثال عرض کری ہے کہ جسطرح کٹلٹ اور پڈنگ مفید اور مقوی غذائین ہین لیکن ایسے مریض کے لیے جسمین ہضم جید کی قابلیت نہو مفید نہین ہو سکتین بلکہ مضر ہونگی اسی طرح انگلش ہاے تعلیم گو نعمت غظمی ہی مگر جب تک ہندوستانیون مین اس سے استفادہ کرنیکی قابلیت نہو گی تب تک انکے لیے انگلش ہاے ایجوکیشن کا نتیجہ اسکے سوا کچھ نہین ہو سکتا کہ سر پر فیشن کا ٹوکرا رکھ لین - قومی غیرت و حمیت و اخوت موافقت کا خون رگون سے بالکل نکال ڈالین - نہ دنیا کے ہون نہ عاقبت کے نہ اپنی سوسائٹی کے رہین نہ دوسری سوسائٹی کے - نہ خدا ہی ملے نہ وصال صنم + نہ ادھر کے رہین نہ ادھر کے رہین + اور جب یہ حالت ہی تو گو فطرتی طور پر جوارح جسمانیہ مین ناخن کا ہونا ضروری سمجھا جائے لیکن مین یہی کہونگا کہ -

خدا گنجے کو ناخن نہ دے

(احمد حسین دیپالپوری)

شہر خموشاں

رشک ہی شہر خموشاں تیری اُست پر مجھے | تیرا جو انداز ہی مخصوص ہی تیرے لیے
واہ کیسا مین ہی تیرا ہر فرد بشر | ایک ہی جسکے لیے دنیا کے دونکا خیر و شر

پانون پھیلائے ہوے آسودہ ہین زیر زمین — سارے بستی مین کوئی تکلیف کا شاکی نہین
کام کچھ رشک و حسد سے ہے نہ مکر و زور سے — یہ مصیبت کوئی پوچھے اس دیار نجور سے
شکر ہے اسکا لاحق نہین کوئی مرض — ناز انکے کیون اٹھائین اب طبیبون سے غرض
ایک سانچے مین ڈھلا ہے تیرا ہر چھوٹا بڑا — بادشاہ ہفت کشور اور گدائے بے نواز
پیٹ کا دھندا کسیکو ہے نہ خوف راہ زن — فارغ از فکر تمدن اپنی حالت مین مگن
کیسی راحت ہے یہان کٹتی ہے کس آرام سے — یہ چمن واقف نہین فصل خزانکے نام سے
کوئی میخانہ نہ کوئی رند مے آشام ہے — خوف ناصح کا نہ انکو محتسب سے کام ہے
کوئی رشک گل اگر محو غزلخوانی نہین — نالۂ دل کی صدائین بھی نہین اٹھتی کہین
زلف کی بو سے معطر گو نہین باد صبا — شکر ہے بوئ کباب دل نہین آتی ذرا
صید دل سے ہو گیا ہے تیر مژگانکو عذر — تیغ ابرو کے لیے کوئی نہین سینہ سپر
نا نہ بیدر پہ کوئی جبہ سائی کیا کرے — جب نہو طالب کوئی پھر کج ادائی کیا کرے
وصل جانانہ سے اگر کوئی نہین ہے باغ باغ — بزم شادی مین اگر جلتے نہین غم کے چراغ
ہجر دلبر مین یہان اختر شماری بھی نہین — رشک دشمن سے جگر پر زخم کاری بھی نہین
اسجگہ آب ہوا کی کچھ عجب تاثیر ہے — جو ہے وہ صبر و قناعت کی یہان تصویر ہے
نرم و نازک فرش مخمل پر جنھین آتی تھی نیند — جنکے چبھنے سے رگ گل کی اچٹ جاتی تھی نیند
تنگی و تاریکی مرقد سے گویا بے خبر — بے تکلف سو رہے ہین آج فرش خاک پر
دھیان بھی آتا نہین اب قاقم و سنجاب کا — وہ تن نازک منون مٹی کے نیچے دب گیا
شہر خاموشان دکھایا تونے یہ اعجاز بھی — سو گیا پہلو مین تیرے عاشق جانباز بھی
بعد مدت کے یہان آکر کہین تلوا لگا — عمر بھر صحرا نوردی کے لیے جو وقف تھا
بیقراری بھی نہین وحشت خرامی بھی نہین — شربت دیدار کی وہ تشنہ کامی بھی نہین
رشک صد یاران با صدق و صفا پہلو مین ہے — باعث راحت دل بے مدعا پہلو مین ہے

دیکھئے اُس بادشاہ ہفت کشور کی طرف
کالعدم جیسے کہ نام و نشان اس کے ملک
تھا یہی اکدن سر سلطنت پہ جو وہ گہر کو
تن پہ وہ زرّین قبا سر پہ وہ تاج بے نظیر
ہمیان نثارون کا وہ حلقہ اور وہ دربار عام
دادخواہون کا ہجوم اہل غرض کا ازدحام
خیرخواہون کے لیے دست سخا ابر کرم
جانثارانِ پرجمنڈے کے وابستہ تیغ دو دم
قصر شاہی ہمسر قصر فلک مانا گیا
جنت الفردوس جسکا ایک آئینہ تھا
دیکھنے کی چیز ہوتی تھی سواری شاہ کی
ایک وہ بھی شان تھی کیا شان تھی اللہ کی
سلطنت کی اب ضرورت ہی نہ تخت و تاج کی
اہل مین اب ہی غنی اچھی کہی محتاج کی
اب کفن ہی مین مزا ہی خلعت شاہانہ کا
گوشۂ تربت جہان قصر معلی بن گیا
دوست کی خواہش کسیکو ہی نہ دشمن کا خطر
بادشہ مین رعیت سے ہی کیسا نخیر
کون ہی محتاج اب جو کوئی ہو حاجت روا
کیا کرے حاجت روائی ہی کیسی پا گیا

زندگی کہتے ہین جسکو دردوغم کا نام ہی
موت جسکا نام ہی وہ اصل مین آرام ہی

(صوفی) احمد خان تاباں

بیخودی شوق

شوق کی بیخودی بھی عجب چیز ہی ایک زمانہ تھا کہ ہم مختلف بیجلکٹ پر مضامین لکھتے اور دل سے لکھتے لیکن اب جو کچھ لکھنے کو جی چاہتا ہی وہ محض اُردو زبان کے متعلق بہار ہو خزان ہو شب ماہ ہو یا شب تار ہمکو ذکر سے معشوق کے بدلے جو مزا اُردو کے تذکرے مین آتا ہی وہ کسی مین نہین ملتا یہ اسلیئے کہ ہمارا اعتقاد ہو گیا ہے کہ ہندوستان کی کشتی ڈگمگا رہی ہی اور اسکا

سبب عام ہندوستانیون کی جہالت ہے جب تک ہندوستانیون کی پیشانی سے یہ داغ نہ مٹے گا اسوقت تک ہندوستان فلاح کا منھ نہین دیکھ سکتا اس ناو مین ہم سب سوار ہین اور جب یہ کشتی ڈوب جائیگی ہم سب تہ و بالا ہو جائینگے اس عذاب سے بچنے کی جو صورت ہو گورنمنٹ اور مقتدر لوگون کی طرف سے ہو رہی ہے۔

اسکا ہمکو شکرگذار ہونا چاہیئے جسکی بدولت لوگ انگلش زبان مین ترقی کر رہے ہین قوم کے ریفارمر علما ہمکو علوم عربیہ سے مالا مال کر رہے ہین لیکن یہ احسان مختص لوگون کے لیے مفید ہو تو ہو عام ہندوستان کی مفلس اور فاقہ مست قوم کو تو اسوقت فائدہ پہونچ سکتا ہے جب انکو اپنی مادری زبان مین تکمیل علوم کا موقع دیا جاے۔

یہ بات تو طے ہو چکی کہ غیر ملکی زبان مادری زبان کیطرح نہین آسکتی ہماری آنکھونکی دیکھی بات ہے۔

ایران کا مستند شاعر حاجی شیخ عبداللہ رشتی سیاح بیس بائیس برس سے ہندوستان مین پڑا ہوا ہے اور ابتک صحیح اردو نہین بول سکتا۔

ایسے ذہین ہزار مین دو نکلین تو نکلین جو غیر زبانون کے استعمال پر مثل مادری زبان کے قادر ہو جائین۔

پھر تمام ہندوستانی غریب کسطرح دوسری زبان مین تکمیل علوم کر سکتے ہین انکے لیے تو یہ صورت مفید ہو سکتی ہے کہ انکی مادری زبان (اردو) خزاین علمی سے آراستہ کی جاے۔

اور مختلف علوم کے ترجمے کرکے اردو کا نصاب تعلیم مین معین کیا جائے اردو کی یونیورسٹی قایم کی جاے اردو کے ڈاکٹر اردو کے طبیب اردو کے جوتشی

اُردو کے محدث اُردو کے فقیہہ ادبو کے ادیب اُردو کے فلسفی منطقی ریاضی سند یافتہ ہندوستان
کے گوشے گوشے مین پھیل جائین۔
یہ کیا غضب کی بات ہی کہ رہین تو ہندوستان مین اور جب عجم اور عرب اور
انگلستان کی زبان سیکھ لین اسوقت ہم تعلیم یافتہ کہے جائین۔
جاہل ہندوستان تاریکی مین پڑا ہی اور کوئی خبر نہین لیتا۔
گورنمنٹ عالی کا معدلت کیش زمانہ ہی جہان آزادی کی ہوائین چل رہی ہین
اور ہم یون غفلت کی نیند سو رہے ہین۔
ہندوستان کے افلاس کے لیے کمیشن مقرر ہو اور اسکی جہالت آمیز
زندگی کی تحقیقات ہو ملکی ریفارمر پولٹیکل نقصانات کی تلافی کی غرض سے
سرگرم کوششین کر رہے ہین۔ علما درس کے لیے وقف ہین دنیاوی ترقی
ڈھونڈھنے والے لوگ انگریزی تعلیم کو معراج کمال سمجھتے ہین۔
مگر کوئی خدا کا بندہ یہ تحریک نہین کرتا کہ ہندوستان کی مادری زبان
بہ کار آمد بنائی جائے۔ یہ زمانہ علمی گھوڑدوڑ کا ہے بحر و بر پر کاغذ حکومت
کر رہا ہے پھر بھی ہماری مادری زبان عضو معطل کی طرح بے کار شے تصور
کی جاتی ہی۔
یہ سچ ہے کہ اُردو زبان اسوقت ترقی کر رہی ہے اور ہندوستان
کے اطراف مین ایسے رسالے نکلنا شروع ہو گئے ہین جنکی عموماً قدر کی جاے تو
اُردو زبان کو بہت کچھ فائدہ پہونچ سکتا ہی۔
لیکن اسکے ساتھ ہی ان رسالون کا یہ بھی فرض ہے کہ اُردو زبان
فصاحت اور سلاست کا پہلو لیے ہوے باقاعدہ ترقی کرے۔
ایک زبردست اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اُردو لٹریچر مین اصطلاحات

بہت کم ہین اس کمی کو بھی اُردو رسائل پورا کرسکتے ہین علمی اصطلاحات کے متعلق دو فرقے ہین مسلمان کہتے ہین کہ علمی اصطلاحات عربی سے اخذ کیئے جائین اور ہندو کہتے ہین کہ سنسکرت سے لیئے جائین اس دعوے مین ہم آخرالذکر فرقے کی تائید کرتے ہین اسواسطے کہ اُردوئے انشا پردازون کی ابتدا سے یہ کوشش رہی ہے کہ زبان اُردو ہوسکے اُردو مین ہندی الفاظ سے مدد لیجاے بلکہ اچھے انشا پرداز فارسی فارسی کے حملون اور ترکیبون سے پرہیز کرتے ہین ابتدا مین اُردو کے شعرا حروف روابط اپنے کلام مین نظم کرتے تھے لیکن متاخرین نے اسکو بھی ترک کیا اسی وجہ سے اُردو بیگمات کی زبان مستند تسلیم کی جاتی ہی کیونکہ اسمین فارسی وعربی الفاظ کا زیادہ شمول نہین ہوتا —

اُردو کی خوبی اسی مین ہی کہ وہ سنسکرت کے الفاظ مین مناسب ترمیم کر کے انکو اُردو لب ولہجہ مین موافق بنالے ملک کو احسان ماننا چاہئے اگر ایسے لوگ مل جائین جو سنسکرت زبان سے ہر قسم کے علمی اصطلاحات دیکر اُردو کے علمی خزانہ مین ترقی کرین۔

مگر ہمکو جہان تک معلوم ہی وہ یہ ہے کہ سائنس اور فلسفہ جدید کے علمی اصطلاحات کا بدل سنسکرت سے ملنا محال ہے اس کمی مین عربی کا خزانہ کچھ مدد دے سکے تو دے سکے یہ شکایت بھی بیجا ہے کہ انگریزی ترجمہ کرنے کے لیے اُردو مین الفاظ نہین ملتے ہمارے نزدیک لفظی ترجمہ علمی کتابون کا کبھی بہ کار آمد نہین ثابت ہوا بلکہ علمی کتابون کے ترجمے کرنے کا بہترین قاعدہ یہ ہے کہ انکے مطالب اُردو زبان مین ادا کیئے جائین —

یہ زیادہ افسوسناک بات ہی کہ ہمارے ملک کا تعلیم یافتہ گروہ

اپنی اس زبان کی قدر ہی نہین کرتا جسمین اسنے زبان کھلتے ہی بات چیت کرنا
شروع کی ہی کیا یہ اُردو کی بدقسمتی نہین ہی کہ انگریزی جاننے والا گروہ اُردو بولنا
دیکھنا قریب کفر کے سمجھتا ہی یہ بات اُردو کے واسطے بہت نقصان دہ ہی دوسری
بات یہ ہی کہ انگریزی جاننے والے اُردو سے محروم ہوتے جاتے ہین جو اُردو
کے زوال کا باعث ہی۔

غریب اُردو پر ایک یہ بھی اعتراض ہے کہ علمی کتب عربیہ کے تراجم
اسمین نہین آسکتے اسکا جواب ہمارے پاس یہ ہے کہ ہمنے جہان تک دیکھا
ہے علمائے کرام ادق کتابون کے مطالب اُردو مین سمجھاتے ہین اسوقت
طلبا کی سمجھ مین آتے ہین پھر کیا سبب ہی کہ اُردو ترجمہ پڑھانے سے بھی
لوگ نہ سمجھ سکین گے اور یہ کہ اُردو زبان مین اُن ادق کتابون کے ترجمے
نہ آسکین گے یہ محض بہانہ ہے بھی خواہان ملک، کا کہ اُردو زبان کی قوت
بڑھانے مین کاہلی کرتے ہین زمانہ نے ہمیشہ غیر علمی زبانون کو مٹا دیا ہی
اور مٹاتا رہیگا بنگالی مدراسی پشتو کشمیری جو غیر علمی زبانین ہین اُن ملکون
کی عام قوم کی حالت پر نظر کرو تو تمکو معلوم ہوجاے کہ ملک کی بربادی کے
آثار اسکی مادری زبان کی کمزوری ہین اُردو کی قوت نے اپنے ہمسایہ کی
تین سو پینسٹھ زبانون کو اپنے پیٹ مین ہضم کرلیا اور ڈکار بھی نہ لی مرہٹہ
پشتو بنگالی کشمیری گجراتی مینی سنسکرت وغیرہ زبانین اسمین شامل ہین اسی
خیال سے کہا جاتا ہے کہ تمام ہندوستان کی یہ مادری زبان ہی۔

اسکی عالمگیر قوت نے اسکو ہندوستان کی زبان بنا دیا مگر خوف ہی کہ ہماری
بے پروائی سے کہین یہ مٹ جاے گا کیونکہ تمام غیر علمی زبانون کا یہی انجام
ہوا ہے اُردو کی علمی کمزوری کا یہ نتیجہ ہے کہ اسکے کرورون نام لیوا

فاقہ کشی اور جہالت سے اپنی جان دے رہے ہین اور کوئی پوچھنے والا نہین ہے ـــ

غریب ہندوستانی چاہے اپنی مادری زبان کے مجتہد ہو جائین مگر انکو کوئی شخص تعلیم یافتہ نہین کہتا نہ انکو کسی ملازمت کے صیغے مین جگہ نصیب ہوتی ہے یہی ایک زبان ہے جسکے عالم کو بھی ہم جاہل کہتے ہین اسی صدمے نے ہمارے دل کو بیچین کر دیا اور ہمکو معلوم ہوگیا کہ ہماری تباہی اور بربادی زبان کی کمزوری سے ہی یہ تو ہم نہین کہہ سکتے کہ سب لوگ ہماری تباہی اردو کے ڈبودینے ہو جائین لیکن ملک کی بہبودی کی سب سے اچھی خدمت اردو کی خدمت ہے اگر اپنی قوم کو مصیبت کے جیل سے نکالنا ہے تو ہم سبکو لازم ہے کہ اردو کی واقعی خدمت کرین ـــ

اردو کی خدمت کرنے والون مین منشی امیر مرحوم بھی تھے اردو زبان کے جس بیش بہا لغت کی ابتدا مرحوم نے کی تھے اگر اسکی تکمیل ہوجاتی تو اردو مین بہت وسعت ہوجاتی اسیطرح علمی کتابون کے ترجمے کی اشد ضرورت ہے اور اس امر کی احتیاج ہے کہ اردو مدارس کثرت سے قائم کیئے جائین اور اردو کا علمی نصاب تعلیم اعلےٰ پیمانہ پر قایم کیا جاسے فلسفہ جدید کا نصاب تعلیم اردو ـ منطق کا نصاب تعلیم اردو ـ طب یونانی کا نصاب تعلیم اردو ـ فقہ کا نصاب تعلیم اردو ـ حدیث کا نصاب تعلیم اردو ـ بیدک کا نصاب تعلیم اردو ڈاکٹری کا نصاب تعلیم اردو ـ سرجری کا نصاب تعلیم اردو ـ ہومیوپیتھک کا نصاب تعلیم اردو تفاسیر کا نصاب تعلیم اردو ـ پوران کا نصاب تعلیم اردو وید کا نصاب تعلیم اردو ـ انجیل مقدس کا نصاب تعلیم اردو ـ غرضکہ تمام علوم اور تمام مذاہب کا ایسا جامع اور مانع نصاب تعلیم اردو ـ مقرر کیا جاسے ـــ

جسمین کسی مذہب والے کو اپنے مذہبی کتب کے پڑھنے مین بھی دقت نہ واقع ہو مسلمان اپنے مذہب کی تعلیم حاصل کر سکین اور عیسائی اپنے مذہب کی اور ہندو اپنے مذہب کی علوم کی تعلیم کا نصاب سب کے لیے ایک ہوگا اس تعلیم کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ تمام مسلمان ہندو عیسائی اپنی مادری زبان مین علوم کی تکمیل سے فراغ حاصل کر لینگے۔

اردو کی تعلیم مین ایک یہ ہی فائدہ ہوگا کہ انگریزی تعلیم نے جو ہمکو آزادی اور خود سری دی ہے اسکا زور کم ہو جائیگا کیونکہ مشرقی ہند اب کے لحاظ سے بادشاہ کو ظل اللہ سمجھتے ہین اور اسکا ادب کرتے ہین اسکے احکام کی تعمیل کو واجب جانتے ہین۔

یہ بہت اچھی بات ہی کہ اب ادنی اردو کے پرچے اشاعت پذیر ہونے لگے اور اگر ملک کے اعلے لوگ اسنے کام لینا چاہین تو بہت کچھ فائدہ پہونچ سکتا ہے ہماری ترقی کا زینہ یہی ہے کہ ہم اپنی مادری زبان کو تمام علوم سے مالامال کرین جس قوم نے ترقی کی ہے اپنی زبان کو وسعت دیکر ترقی کی ہے نظیر کے لیے بہت سی ترقی یافتہ قومین موجود ہین جو لوگ اپنی مادری زبان کو معلومات سے بر یز کر چکے ہین اور اپنی زبان مین تحصیل علوم کرتے ہین انکی زندگی کا بہت کم حصہ تحصیل علوم مین خرچ ہوتا ہے اسلیے کہ اپنی زبان مین تکمیل علم کرنا بہ نسبت دوسری زبانون کے بہت سہل ہے دوسرے انکے ملک مین بھی سر سبزی ہے ان مین قومیت کا مادہ بھی پیدا ہو جاتا ہے کیونکہ ایک زبان ہونے سے لوگ ہمخیال ہو جاتے ہین انکی راے بھی ایک ہوتی ہے ان کے لباس یک ہوتے ہین انکا طرز تمدن قریب قریب یکسان ہو جاتا ہے

اسوقت ہمکو انگریزی عربی فارسی کی اسقدر ضرورت نہین جسقدر اردو کے کمال کورس کی احتیاج ہے -

کیونکہ اردو کی تکمیل پر تمام ہندوستان کی زندگی کا دارو مدار ہے ہمارے کروڑون ہندی بھائی اردو جانتے ہین اور جاہل غیر تعلیم یافتہ کہے جاتے ہین اسکا اصلی راز اردو کی کمزوری ہے اگر اردو زبان اسقدر کمزور نہوتی تو ہم ہندوستانی بھی اتنی پستی مین نہوتے -

اے قومی درد رکھنے والے مقدس ہندو مسلمان عیسائی اُٹھو اور اپنی مادری زبان کے اُبھارنے مین کوشش کرو -

خواجہ محمد عبدالرؤف عشرت
سکرٹری انجمن اصلاح سخن لکھنؤ

رفع ابہام

استبصار نمبر ۲ مین عدیل صاحب نے حضرت قدر کنتوری مرحوم کی مختصر سوانحعمری تحریر فرمائی ہے - جس مین ایک مقام پر یہ عبارت لکھتے ہین :-

"شاگرد - قدر کے شاگردون مین شیفتہ اور حبیب کنتوری جن کو بعد مین خود انھون نے اپنے استاد بھائی سید حسین مرزا صاحب عشق لکھنوی کے سپرد کردیا تھا اسکے محتاج نہین کہ ان کا نام کسی تمہید کے ساتھ پیش کیا جائے "

اس عبارت سے یہ شبہہ پیدا ہوتا ہے کہ شیفتہ و حبیب دونون

جناب عشق کے سپرد کر دیے گئے تھے۔ اسوا سطیکہ دو نون کا تذکرہ حرف عطف کے ساتھ کیا گیا ہے۔ حالانکہ ایسا نہین ہے۔ حضرت استاد مرحوم نے صرف حبیب صاحب کو سپرد کیا تھا۔ مین اس سپردگی سے علیحدہ ہون اور جناب عشق مرحوم کا شاگرد نہین ہون۔ مجھے صرف حضرت قدر کنتوری سے نسبت تلمیذ حاصل ہے وبس۔

محمد کاظم حسین شیفتہ کنتوری

رباعیات شیفتہ

رباعی

ان آئنہ رویون سے نکدر نہ گیا　　پامال ہوئی خلق تبختر نہ گیا
تصدیق ہوئی روح کی بیچینی سے　　ہم مٹ گئے یار کا تصور نہ گیا

رباعی

سب کھیل اچھے ہین رنگ سبکا اچھا　　انسان کو دیکھنے کی فرصت ہو اگر
سامان اچھا ہر ایک پردا اچھا　　نیرنگ جہان کا ہے تماشا اچھا

رباعی

اکثر خالق کی مہربانی سے ہوا　　تھوڑا عقل کی روانی سے ہوا
مانند ہوا چلتی ہین ریلین ہر سمت　　یہ کار تقیل آگ پانی سے ہوا

دیوانِ حبیب کا ایک صفحہ

نہ عارض میں لکھوں یار کو گر سر نامہ
ورقِ گل سے زیادہ ہو معطر ہو نامہ

ہمنے جب نام پہ اُس بت کے لکھا سر نامہ
لے اُڑا شوق حضوری میں کبوتر نامہ

اپنے جوہر جو دکھائے مرا آئینۂ فکر
وجہ حیرت ہو نظامی کو سکندر نامہ

بعد مدت کے دیا اُس شہ خوباں نے جواب
قاصد آنکھوں پہ رکھوں آج کہ سر پر نامہ

لیں وہ خط ہاتھ میں گر شوق ملاقات کھلے
خود لفافہ سے نکل آئے تڑپ کر نامہ

وہ لکھیں وصل سے انکار تو میں جان دیدوں
عالم یاس میں ہو خون کا محضر نامہ

ہوا الفت میں دل خون دیکھیے حال جگر کیا ہو
خدا جانے ابھی اس ناوک انداز نظر کیا ہو

کرم ہی تیرا بس ہے ورنہ ریاضت کا ثمر کیا ہو
سوا رحمت کے حاصل مجکو پھر کر در بدر کیا ہو

جہاں کے نیک و بد کا قلب مضطر پر اثر کیا ہو
جسے اپنی پڑی ہو اسکو اوروں کی خبر کیا ہو

ترے لطف خفی کی ناتوانوں کو خبر کیا ہو
حجاب ظاہری قائم ہے جب حسن نظر کیا ہو

محبت کو ترے دونوں سے جسم و جاں کی نسبت ہے
نہ الفت ہو تو دل کیا ہو نہ سودا ہو تو سر کیا ہو

مقدم ہے بصیرت امتیاز زشت و زیبا کو
سر بازار کوروں پر پرسش عیب و ہنر کیا ہو

تہی کیسہ غنی رکھو دل متاع نیکنامی سے
دم رحلت یہ اندیشہ ستم ہے مال و زر کیا ہو

کرینگے شکر احسان خاک منکر فیض صحبت کے
گلوں کے وصف میں نوک زبان خار تر کیا ہو

کریگا قصر تن ویران حیات و موت کا جھگڑا
جگہ تھوڑی سی ہے اس گھر میں دونوں کی بسر کیا ہو

تری رحمت نے رکھا ہے قوی سب عالمیں یا رب
سپاہ غم کو میرے کشور دل پر ظفر کیا ہو

سفر سامان نہیں راہ عدم درپیش ہے کہیں
نیا رستہ ہے کیسے کسطرح انجام سفر کیا ہو

بڑھاتے ہیں گہر گرتے جو خوف حق سے یہ آنسو
غم دنیا میں رونیکا اثر اے چشم تر کیا ہو

نہین ملتی کسی کو کجروی سے منزل مقصد
بنے کیونکر فرشتہ دیو رہزن راہ پر گیا ہو

ابھی سے ہر طرف ہی تذکرہ شور قیامت کا
تری چالون نے آگے دیکھئیے ای فتنہ گر کیا ہو

دنی کیونکر بنے گا پیشہ دست صاحب ہمت
طبق خوان کرم پہ کاسۂ دریوزہ گر کیا ہو

نہ پہونچیگا فروغ ظاہری انوار قدرت کو
جلا دینے سے خرمن طور کا شعلہ شرر کیا ہو

حبیب مبتلا آسان نہین غمخواریان تیری
غذائے تلخ ہو کوئی شریک ماحضر کیا ہو

به سلامت روی و باز آئی

سید فدا حسین صاحب رضوی نگرامی وکیل رائے بریلی کے فرزند اکبر مسٹر محمد عسکری رضوی جو اس [illegible] امتحان بیرسٹری کیلئے ولایت جانے والے تھے پہلے سنہ حال مین ۱۰ اپریل سنہ ۱۹۱۱ء کو لندن روانہ ہوے مسٹر عسکری نہایت سعید، حلیم، خوش تربیت اور ہر دلعزیز نوجوان ہین، انکے پدر محترم ایک نہایت قابل وکیل، ممبر میونسپل بورڈ، ایماندار اور معزز رئیس ہین. مسٹر عسکری نے کالون اسکول لکھنؤ مین خاص امتیاز کے ساتھہ کچھہ زمانہ تک تعلیم پائی ہے اور محمڈن کالج علیگڈہ مین بھی متعلم رہ چکے ہین، انٹرنس کلاس تعلیم پانیکے علاوہ ورزشی کھیلون مین انکو کئی ایک امتیازی تمغے بھی ملے ہین۔ بتقریب وداع انکے احباب نے سید اقبال علی صاحب کی کوٹھی مین انکو ایک عظیم الشان ڈنر ۷ اپریل سنہ ۱۹۱۱ء کو دیا جسمین مسٹر عسکری کے نوواردعزیز سید مصطفی حسین صاحب ڈپٹی کلکٹر (علیگڈہ) نے متعلق سفر لندن ایک نہایت کارآمد اور دلچسپ تقریر فرمائی۔ دوسرے روز شام کی ٹرین سے مسٹر عسکری [illegible] اپنے ایک معقول مجمع خدا حافظ کہنے والے طلبا، عمال، معتقدان، احباب اور اعزا کا اسٹیشن رائے بریلی پر چھوڑ کر ولایت روانہ ہوئے۔ مسٹر ممتاز جونپوری نے جو وداعیہ قطعہ نظم کرکے اسٹیشن پر اوسوقت پڑھا تھا وہ بخیال دلچسپی کے ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔

قطعۂ تاریخ وداعیہ ہنگام رخصت سید محمد عسکری بسمت لندن

اس گھڑی وا ہا ہے عجب عالم / کہ خوشی میں بہل رہا ہے غم

عسکری جا رہے ہیں لندن کو / آ رہی ہے صدا یہی پیہم

کہہ رہے ہیں سبھی خدا حافظ / اقربا اور دوست آ کے بہم

اے گل باغ فاطمہ و علی / مورد لطف خالق عالم

اے سیادت پناہ و حق آگاہ / کوثر آشام و حصہ دار ارم

تمکو یہ سفر مبارک ہو / تمپہ اللہ کا ہو فضل و کرم

تم نہ گھبرائیو سفر سے عزیز / کہ ہیں ضامن امام دو عالم

وہی ہر حال میں نگہبان ہیں / ہو سفر یا حضر نہیں کچھ غم

سن چکے ہو جو رات تم لکچر / اسکو مونس بنائیو ہر دم

رکھ کے تم قول مصطفیٰ پہ نظر / اپنی دوری کا کیجیو نہ الم

جاؤ دیکھو سفر میں پورٹ عدن / کبھی اترے تھے جس جگہ آدم

سیر کرتے ہوئے سمندر کی / دیکھ لو آنکھ سے بہار ارم

چھوٹے چھوٹے جزائر بحری / خیر مقدم کو سب کھڑے ہیں بہم

جاؤ دیکھو فضائے مارسلیز / دیکھو رنگ نمونۂ عالم

پاس ہو آئے ہیں جو لندن تک / دیکھتے جاؤ انکے نقش قدم

اسطرح کامیاب ہوکے پھرو / محو حیرت ہو جس سے اک عالم

کرنا سب کچھ مگر خیال رہے / جادۂ شرع سے ہٹیں نہ قدم

اب کہاں تک کہیں بتا نہ دل / قصہ ہے طول اور وقت ہے کم

یوں تو کہنے کو تھیں بہت باتیں / پر اب اسکے سوا کہیں کیا ہم

بسفر رفتنت مبارک باد
بسلامت روی و باز آئی۔

(ممتاز جونپوری)

غزلیات

غزل

ہم گئے افعی گیسوے رسا کے منھ مین
لیگیا عشق جفا کار بلا کے منھ مین

آج ہی ناوک مژگان کا اشارہ ہمسے
بھیجدیتے ہین یہی تیر قضا کے منھ مین

لاکے بھرتے ہین ملائک چمن خلد کے پھول
روزا ئے مور مزار شہدا کے منھ مین

کوئی ظالم کوئی سفاک تمھین کہتا ہی
کون دے ہاتھ بھلا خلق خدا کے منھ مین

وہ تمھین ہو جو بدلتے ہو سخن کا پہلو
ایک ہوتی ہے زبان اہل وفا کے منھ مین

تیغ مین ہو ان آستے جہا کے یہان لگتا تھا
کیا زبان ہی نہ تھی حرف وفا کے منھ مین

پھول نغما مین لیتے ہی پھی آتش گل
چھپالے ہین بلبل نے برگ و غنچے کے منھ مین

جا کے ظالم ترا حال پریشان کہدے
مشک و عنبر مین جبروں ہے یک نسیم صبا کے منھ مین

غیرت چشمہ حیوان ہی دہان دلبر
دانت سب بھولے ہین آب بقا کے منھ مین

دیکھتے ہین جو کبھی آئینہ عارض یار
پانی بھر آتا ہی ارباب صفا کے منھ مین

بخت ناساز مصیبت مین پھنسا دیتا ہی
کوئی جاتا نہین خوش ہو کے بلا کے منھ مین

مرض ہجر سے مرنا ہی لکھا قسمت مین
ہو گئی رو مجھے رکھتے ہی دوا کے منھ مین

مجھکو چھیڑے قاتل ہے ہی تو کیا ابدل
کیون چلا ہی ہماری کمبخت قضا کے منھ مین

تیر ڈالے ہین بس مرگ نہ ہوئے ٹکڑے
کچھ نہ خاک ہے مین شاہ و گدا کے منھ مین

شیفتہ ابتو ہوے عشق مین بدنام
کہ لے آتا ہے جو جو خلق خدا کے منھ مین

شیفتہ کلکتوی

غزل

یہ حسن وہ نہیں سکتا نقاب میں روپوش
ہوئی ہے قدرت حق کب حجاب میں روپوش

قتیل تیغ نظر کر کے وہ چرا گئے آنکھ
چمک کے ہو گئی بجلی سحاب میں روپوش

مٹایا مجکو زمانے کی سرد مہری نے
ہوا ہے ولولۂ دل شباب میں روپوش

ترے فراق میں اے ماہ تیرہ اختر بخت
ہوئے ہیں حسرت و غم کے سحاب میں روپوش

بہت بلند تھا ہر چند ابر عصیان
ہوا ہے بارش چشم پر آب میں روپوش

نہاں ہے اہل نظر سے یوں ہیں وہ پردہ نشین
ہوں جس طرح سے معانی کتاب میں روپوش

خیال بنکے رہو میرے حجلۂ دل میں
نظر بنو جو ہو رہنا حجاب میں روپوش

جھلک دکھانے لگا نور عشق آنکھوں سے
یہ شمع کیا ہو زجاجی نقاب میں روپوش

کسی کے جلوہ سے یوں داغ دل چھپے جیسے
ہوں تارے روشنی آفتاب میں روپوش

یقین قدرت حق پھر کسے رہے **ضامن**
جو ہو نہ شاہد مقصد حجاب میں روپوش

ضامن کنتوری

غزل

محروم طرب ہے دل دلگیر ابھی تک
باقی ہے ترے عشق کی تاثیر ابھی تک

وصل اس بت بدخو کا میسر نہیں ہوتا
وابستۂ تقدیر ہے تدبیر ابھی تک

اکبار سنی تھی سو کہی دل میں ہے موجود
اے جان تمنا تری تقریر ابھی تک

سیکھی تھی جو آغاز محبت میں قلم نے
باقی ہے وہ رنگینی تحریر ابھی تک

اس درجہ نہ بیتاب ہوا شوق شہادت
ہے میان میں اس شوخ کے شمشیر ابھی تک

کہنے کو تو میں بھول گیا ہوں مگر اے یار
ہے خانۂ دل میں تری تصویر ابھی تک

بھولی نہین دلکو تری دزدیدہ نگاہی ۔ پہلو مین ہے کچھ کچھ خلش تیر ابھی تک
تھے حق پہ وہ بیشک کہ نہوتے تو نہوتا ۔ دنیا مین بپا ماتم شبیر ابھی تک
گذرے بہت استاد مگر رنگ اثر مین
بیمثل ہے حسرت سخن میر ابھی تک
حسرت موہانی

غزل

حکایت قیس کی نوک زبان ہے ۔ مری روداد اسکی داستان ہے
ادا اک ایک تیری جانستان ہے ۔ عجب ہے پھر کہ تو جانجہان ہے
بہار آخر ہے آغاز خزان ہے ۔ شکست گل مین انداز فغان ہے
امید دوستی اسنسے کہان ہے ۔ مداوت بھی نصیب دشمنان ہے
اکیلے خضر جنگل مین پڑے ہین ۔ یہ انجام حیات جاودان ہے
اسی پہ ہے مسیحائی کا دعوی ۔ نہ دیکھا تمنے کوئی نیمجان ہے
بڑھی اسدرجہ سفاکی تمھاری ۔ زبان تیغ پر بھی الامان ہے
ملے ہین حسرت وارمان ہزارون ۔ مرا دل بھی سرائے کاروان ہے
مٹے مدفون بھی اکثر نامیون کے ۔ زبان پر نام ہین اتنا نشان ہے
وفا کی ہوچکی امید پوری ۔ جفا مین یا تمھارا امتحان ہے
گیا مین جب وہان صورت بدلکر
کہا اسنے مدیل خستہ جان ہے
مدیل کنتوری

غزل

دل ہے داغ آرزو سے لالہ زار آرزو ۔ آؤ دکھلائین تمھین طرفہ بہار آرزو

کہہ گیا تھا ایک شب آنیکو وہ پیمان شکن
عمر بھر جھپکی نہ چشم انتظار آرزو

میرے اظہار تمنا پر وہ اترانے لگے
کیا کیا مین نے گھٹایا خود وقار آرزو

دل جگر دونون ہی جلکر ہوگئے خاک سیاہ
رحم کر للہ اب تو او شرار آرزو

وہ دل پر آرزو کا خون کرکے بول اٹھے
دیکھو ہمنے آج کھیلا ہے شکار آرزو

غیر ہین وہ گلبدن ہی اور سیر باغ ہی
بیکلی ہی مین ہون دل ہی اور خار آرزو

راتدن ہی مجکو اُنکی آرزو سے مشغلہ
جان ہی وقف آرزو دل صرف کار آرزو

کر رہا ہی اُنکی مژگان کا تصور بیقرار
راتدن دل مین کھٹکتا ہی یہ خار آرزو

عمر بھر جو پائمال یاس و حرمان ہی رہا
کشتۂ ناشاد ہی وہ دلفگار آرزو

کشتہ قاضی پوری

غزل

کیون نہ اُلجھن ہو وہی وحشت کا سامان ساتھ ہی
قبر مین بھی اپنے عشق زلف پیچان ساتھ ہی

ہر گھڑی سینہ پہ رہتی ہی مرے تصویر یار
درد دل کے واسطے کیا خوب درمان ساتھ ہی

پابگل کو لا رہی ہے تیری قامت کی کشش
تو بھی مڑکے دیکھ لے سرو گلستان ساتھ ہی

داور محشر سے اب اے دل شکایت کیا کرین
وہ ستمگر منفعل سر در گریبان ساتھ ہی

کسطرح گھبرائے اپنا وادی وحشت مین دل
آئنہ بن بن کے یاد روئے جانان ساتھ ہی

خیر کی توفیق دے شر سے بچا مجکو کریم
نفس امارہ نہین ہر وقت شیطان ساتھ ہی

جی بہل جاتا ہی اپنا وادی غربت مین بھی
داغ دل ہین یا پھلا پھولا گلستان ساتھ ہی

کٹ مرین ہم اختلاف مذہب و ملت پہ کیون
اپنی اپنی قبر ہی اور اپنا ایمان ساتھ ہے

جسطرف کو دیکھتا ہون حسرتین مدفون ہین
قلب مضطر ہی کہ اک گور غریبان ساتھ ہی

دل مین رہتا ہی تصور جاتے جاتے زلف کا
جسطرف جاتا ہون مین ہر وقت زندان ساتھ ہی

حسرتون کا غم کرون یا رووٴن ارمانونکو مین
یا الٰہی کیا کرون گنج شہیدان ساتھ ہے

کہہ رہا ہے دیکے کاندھا وہ مرے تابوت کو
کچھ خبر ہی کون با حال پریشان ساتھ ہے

سر سے جاتا ہی نہین سودا تمھاری زلف کا
بن کے مار آستین یہ دشمن جان ساتھ ہی

دلمین کچھ کھٹکا نہین ماہر فشار قبر کا
بو ترابی ہون مین حب شاہ مردان ساتھ ہی

ماہر کنتوری

قصیدہ نعتیہ

خلق کے افسر شافع محشر صلی اللہ علیہ وسلم
مرسلِ داور خاص پیمبر صلی اللہ علیہ وسلم

نورِ مجسم نیرِ اعظم سرورِ عالم مونسِ آدم
نوح کے ہمدم خضر کے رہبر صلی اللہ علیہ وسلم

فخرِ جہاں ہیں عرش مکاں ہیں شاہ شہاں ہیں سیف زباں ہیں
سب پہ عیاں ہیں آپ کے جوہر صلی اللہ علیہ وسلم

رہبرِ موسیٰ ہادیِ عیسیٰ تارکِ دنیا مالکِ عقبیٰ
ہاتھ کا تکیہ خاک کا بستر صلی اللہ علیہ وسلم

بحرِ سخاوت کانِ مروت آیۂ رحمت شافعِ امت
مالکِ جنت قاسمِ کوثر صلی اللہ علیہ وسلم

دولتِ دنیا خاک برابر ہاتھ کے خالی دل کے تونگر
مالکِ کشور تخت نہ افسر صلی اللہ علیہ وسلم

سروِ خراماں چہرہ گلستاں جبہ تاباں مہرِ درخشاں
سنبلِ پیچاں زلفِ معنبر صلی اللہ علیہ وسلم

چشمۂ جاری خاصۂ باری گرد سواری بادِ بہاری
آئینہ داریِ فخرِ سکندر صلی اللہ علیہ وسلم

نور سے مملو ریشہ ریشہ نعت امیر ہو اپنا پیشہ
وِرد ہمیشہ دن بھر شب بھر صلی اللہ علیہ وسلم

امیر مینائی

وحشت اور اونکی شاعری

جیمس رسل لوول - امریکہ کے مشہور و قبول شاعر کا دیباچہ نگار لکھتا ہے کہ:—

"مسٹر لوول حقیقی شاعر ہے بظاہر اشاعرانہ طرز بیان کے تقدس سے واقف معلوم ہوتا ہے" اور دل و جان سے اپنی تئین اسکے سنوارنے مین محو کر دیتا ہے، وہ کوشش کرتا ہے کہ اسکے دل و دماغ انتہائی مشغولیت کے ساتھ خیال کی ترتیب اور عبارت کی تہذیب مین مستغرق ہو جائین - اسکے اشعار کا لہجہ عدیم النظیر طریقہ سے عالی خیالی کو ظاہر کرتا ہے - پُر جوش اور بے تصنع ہے" اور اسمین کسی طرح کا کوئی مکروہ اور کمزور پہلو نہین پایا جاتا"

اس عبارت کے بغور پڑھنے سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ شعر کی کیا عظمت ہے اور شاعر کو کہانتک اسکا لحاظ رکھنا چاہئے - دو چیزین شعر کی اصلی بنیاد ہین، ترتیب خیال اور تہذیب الفاظ - اگر یہی دونون نہون تو کچھہ بھی نہین ہے - پھر ان دونون کی ترتیب اور تہذیب مین جسقدر محویت اور مشغولیت سے کام لیا جائگا - یعنی شعر جتنا ڈوب کے نکالا جائگا - اتنا ہی اسکا تقدس، اسکی عظمت اسکی دلکشی، اور اسکا اثر زیادہ اور گہرا ہوگا - شعر! ہائے رے شعر! کیا دنیا مین اس سے بڑھ کے کوئی چلتا ہوا جادو ہے - دیکھئے شعر کی با اثری کے ذکر پر ایک شعر یاد آہی گیا ؎

پچھڑا رے نکہت باد بہاری راہ لگ اپنی (انشا)
تجھے اٹکھیلیان سوجھی ہین ہم بیزار بیٹھے ہین

یہ لیجئے ایک اور شعر فارسی کا یاد آگیا ؎

درین وادی زبس فرش ست اجزا شکست من (در نسخہ دریا)
بہر جا میرسم چون موج بر خود می نہم پا را (بیدل)

پہلا شعر اردو کا ہے، اور وہ بھی اُس عہد کے شاعر کا جب اردو گو دیون
مین کہیل رہی تہی۔ آگر دیکہیئ کہ کہنے والے نے کیا کہا ہے اور کیسا کہا ہے اور
یہ ترتیب خیال اور تہذیب الفاظ ملکر دلون پر ۔ وہ دل نہین جو جیسی ہین یا
ہو گئے ہین ۔ کیا اثر ڈالتے ہین ۔ کیون؟ اگر آپ نے یہ دفعہ آزاد مرحوم
کی آب حیات مین میر انشاء اللہ خان کا حال دلچسپی کے ساتہہ پڑہا ہے تو آپ
خود ہی جانتے ہونگے کہ یہ غزل انشا نے کس حالت مین سرانجام دی ہے ۔
جبکہ اسکی صورت، اسکی حالت، اسکا قول، اسکا فعل، اسکی نشست اسکی برخاست
غرضکہ اسکی شبانہ روز کی زندگی حتی کہ اسکا وجود بجائے خود ایک مرثیہ بنا ہوا تہا
ایسی حالت مین لازمی ہے کہ شاعر جو شعر کہے گا ۔ جو موتی وہ نکالے گا خیال
کی انتہائی گہرائی مین ڈوب کر نکالے گا ۔ پہر ممکن ہے کہ ایسے شعر مین اثر نہو اور
اسکے ہر ہر لفظ سے تقدس کی شان نہ پائی جائے ۔

دوسرا فارسی شعر بیدل ۔ مرزا بیدل علیہ الرحمہ ۔ کا ہے، جسکا قول ہے کہ ؂

من بیدل حریف سعی بجا نیستم زاہد
تو و قطع منازل ہا من و یک لغزش پایے

اس دم دعوے کا آدمی، ایسا نازک خیال شاعر، اتنا بڑا حکیم، اس پایہ کا متصوف،
اور اسطرح کا خود بخود فراموش جسکا وظیفہ ہو ؂ تو زغنچہ کم ندمیدۂ در دل
کشا بچمن درا ۔ جب شعر کہے گا تو کتنا ڈوب کر کہے گا؟ پہر اسکے با اثر ہونے
کا پوچہنا ہی کیا ہے ۔ خود مجہپر اس شعر نے ایک وقت جو اثر کیا ہے وہ لفظون
مین بیان نہین ہو سکتا مگر مین صرف اُس واقعہ کو لکہدینا چاہتا ہون کہ ناظرین
تاثیر شعری کا اس سے اندازہ فرمالین ۔

ایک دفعہ میرا گزر رکہیہ دریسے ایک پر فضا بلندی پر ہوا جو کبہی قبرستان تہا ۔ اب ڈہہ ہے
پانی سے مٹی بہہ بہہ کے جابجا مردون کی ہڈیان اُبہر آئی ہین ہر قدم پہ کوئی نہ کوئی
...ن ساکنان عدم کا ٹہیکریون کے ساتہہ مخلوط ہے جو خدا جانے کسیوقت مین

کس شان و شوکت اور کس بزرگی و عظمت کے لوگ تھے۔ ہرچند چاہتا تھا کہ ان اوراق نسخۂ عبرت پر بے ادبانہ قدم نہ پڑے، مگر کہا تک۔ مجھے اسوقت یہ شعر یاد آیا ؎

درین دریا زبس فرش ست اجزائے شکست من :: بہر جا میروم چون موج برخود می نہم پا را

اسوقت مجھ پر جو اثر ہوا اُسے میرا ہی دل خوب جانتا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ خیال بھی دل مین آیا کہ حقیقی شاعر کسکو کہتے ہین اور اسکا کلام کیسا ہوتا ہے! اب خیال فرمائیے کہ ایسے کلام مین وہ "عالی خیالی، جوش اور بے تصنعی" کیونکر ہو اور وہ مکروہ اور رکیک زور بیان کہان سے آئے جسکی طرف امریکن شاعروں کا سوانح نگار اشارہ کرتا ہے۔ یہی مولف اسی شاعر کے اسی تذکرہ کے ضمن مین پھر لکھتا ہے کہ "سب سے پہلے جو بات ہم ایک شاعر کے کلام مین ڈھونڈتے ہین وہ یہ ہے کہ آیا اسکی نظم فی الحقیقت جان رکھتی ہے یا نہین"۔ جاندار کلام اور جاندار شعر کے الفاظ ہمنے بھی بارہا سنے ہین اور یہ الفاظ ہمارے محاورہ مین داخل بھی ہین۔ مگر شعر کی جان کیا چیز ہے؟ یہ سوال اسقدر پیچیدہ ہے کہ شاید مشکل سے حل ہو سکے لیکن پھر بھی مین یہ کہونگا کہ شعر کی جان۔ خیال ہے اور جسقدر خیال تازہ اور اچھوتا اور رنگین ہے اسیقدر شعر زیادہ جاندار ہے، ورنہ اسی کے برعکس لیکن مضمون یا خیال کی تازگی اور اچھوتے پن سے مراد یہ نہین ہے کہ پہلے معشوق کے دانتون کو موتی باندھا تو آپ چشمۂ کوثر کہے یا عالم شال سے موتی کہنے لگے مین کسی کی زلف کو عمر خضر کہون تو آپ شیطان کی آنت سے تشبیہ دینے لگا۔

خیال کی مثال میر تقی کے اس شعر مین ڈھونڈھیے ؎

اب کہتے ہین یہ کہتے وہ کہتے جو وہ آتا۔ سب کہنے کی باتین ہین کچھ بھی نہ کہا جاتا

غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ شاعر نے ان دو مصرعوں مین جو نہایت سادہ ہین انسانی فطرت کی کس حد تک موشگافی کی ہے۔ برخلاف اسکے اسی اردو کے خدائے سخن یا خدائے غزل کا یہ مشہور شعر ؎

ہاتھون یہ یہ چوڑیان نہین ہین :: میری جامہ کو چُن رہی ہے۔

اوپر والے شعر کے مقابلہ مین نہایت پرتکلف لطیفہ ہے جسمین لاجواب تشبیہ ایک قدرتی حالت کی نظم ہوگئی ہے۔ لیکن اسمین خیال نہین ہے مثال ہے؛ تصنع ہے، جوش نہین ہے، اور خطابت ہے اثر نہین ہے۔ اس تقریر سے معلوم ہوا کہ شعر کی جان صرف خیال ہے اور خیال شعری سے مراد میری نزدیک وہ نتائج ہین جو شاعر واقعات و حادثات عالم سے اخذ کرے یا وہ سبق جو ان نتائج سے اسکو حاصل ہو اور جس کلام مین یہ باتین پائی جائین حقیقت مین وہ کلام جاندار ہے۔ چاہے بری کی صورت مین ہو یا بھتنے کی۔ اور اگر جان اور حسن دونون ہین تو بیشک اوسکا قائل حقیقی شاعر اور تلمیذ رحمن ہونے کا مستحق ہے۔

یہ دعوے کوئی شاعر نہین کرسکتا کہ ہمیشہ اوسکا کلام جاندار ہی ہوگا

؎ گہے بر طارم اعلی نشینم ٭ گہے بر پشت پائے خود نہ بینم۔ اچھا بُرا ادب و یابس سبھی کچھ کہیگا مگر دیکھنا یہ چاہئے کہ زیادہ حصہ کلام کا کیسا ہے اور طبیعت کی اصلی رو کسطرف کو جاتی ہے۔ اسکا ذاتی کوئی خیال بھی ہے یا محض ریزہ چینی کرتا ہے۔ صرف معشوق کے دانتون کو موتی، رخسارونکو گل، زلف کو سنبل، چال کو محشر ہی کہنا جانتا ہے یا عشق کے سچے جذبات کو بھی ظاہر کرسکتا ہے۔ واعظ، زاہد قاضی مفتی کے ساتھہ پھاگ ہی کھیلنے پر فخر ہے، یا ریاکاری کبر و غرور اور صفائی باطنی، آزادہ منشی راستبازی کے فرق کو سمجھکر اور محسوس کرکے انکے حقیقی عیب و ثواب کو ظاہر کرتا ہے مناوٹ اور اصلیت چھپی نہین رہتی کلام خود ظاہر کردیتا ہے۔ مانگے کی چیز مانگے کی ہے اور اپنی اپنی۔ پس یہ دیکھہ لینا کہ ہماری تعریف شاعر کسپر منطبق ہوتی ہے کوئی دشوار بات نہین ہے۔ ہم شاعر اور اچھے شاعر مین اتنی باتین ڈھونڈھتے ہین۔

(۱) خود دیکھہ کہتا ہو ریزہ چین نہو یعنی کلام سے یہ بات پائی جاتی ہو کہ

فکر کے کہتا ہے صرف دوسرون کے اقوال کا قالب بدل کر نہین پیش کرتا۔
(۲) فکر صائب ہو یعنے جو خیالات کلام مین نظم ہون حقایق اور واقعات پر مبنی ہون۔ کلام جاندار ہو۔
(۳) پیرایہ کلام اور طرز بیان متین ہو اور عوام کے پیرایہ بیان کے مقابلہ مین خاص امتیاز رکھتا ہو یعنے شاعر وہی بات کہے تو دل پر وہ اثر پڑے جو ایک غیر شاعر کے کہنے سے نہ پڑتا۔
(۴) خیالات کمینہ پن کے اور سوقیانہ نہون۔

اسوقت ہمارے سامنے جو کلام ریویو کے لئے رکہا ہے ہم دیکہنا چاہتے ہین کہ اسمین ان چارون باتون کا عنصر کہانتک پایا جاتا ہے۔ مولوی رضا علی صاحب وحشت کا نام شاعری کی دنیا مین پوری پوری بلند آوازگی دکہا چکا ہے۔ اردو کے نامی گرامی رسالے اور گلدستون کو اکثر آپ کے کلام سے زینت حاصل ہوتی رہی ہے۔ اور سخن شناس حضرات بخوبی واقف ہین کہ آپ کیسے کہنے والون مین سے ہین مگر صرف یہ کہنے کے لئے کہ جناب وحشت کے کلام کی روش کیا ہے ہم انہین کا ایک مقطع پیش کئے دیتے ہین ؎

نکتہ پردازی مین وحشت پیرو غالب ہون مین
سرمہ کو کہتا ہون دود شعلہ آواز ہے۔

اس مقطع کو پڑھ کے ہمنے ایک بے لوث نکتہ چین کی نگاہ سے مولانا وحشت کے مختصر دیوان کے صفحات بغور پڑہنے کی کوشش کی اور پڑہا۔ معلوم کرنا یہ تہا کہ مولوی صاحب کہین سرمہ کو دود شعلہ آواز ہی کہنا غالب کی تقلید سمجھے ہین یا حقیقتاً اس شیر دعالم خیال کے قدم بہ قدم چلنا چاہتے ہین۔ مولوی صاحب ہمین معاف فرمائینگے کہ ہمنے ایسی بدگمانی کیون کی ہم معذور تہے اسلئے کہ ہمارے زمانہ مین جو علمی ترقی کا زمانہ ہے غالب

کی اور اسکے کلام کی واجبی عزت اور قدر ترقی پر دیکھ کے ایک گروہ کا گروہ ایسے شاعروں کا پیدا ہو گیا ہے جو متبع غالب ہونے کا مدعی ہے مگر بات وہی ہے کہ انمیں کے اکثر حضرات صرف دود شعلہ آواز نظم کر لیتے ہیں کو غالبیت کا اعلی ترین معیار سمجھے ہوئے ہیں، اور اس بات کو نہیں دیکھتے کہ غالب کے ہاں جو تخیل کو اپنی طرف کھینچ لینے والی ہے وہ اسکے اچھوتے خیالات و جذبات ہیں جنکو وہ عجیب و غریب پیرایہ نظم میں ادا کرتا ہے۔ افسوس ہے کہ اسوقت ہمارے سامنے اردو دیوان غالب نہیں ہے کہ ہم اپنے دعوے کو معہ ثبوت اظہار کر سکتے تاہم اپنی یاد پر بھروسہ کر کے ہم اتنا کہینگے کہ تعریف اسمیں نہیں کہ:-

شمار سبحہ مرغوب بت مشکل پسند آیا ※ کہ انداز بیک کف بردن صد دل پسند آیا
ہوائے سیر گل آئینہ بے مہری قاتل ※ تماشائے بخون غلطیدن قاتل پسند آیا

بلکہ جو چیز اسکو ایک بہت بڑا فلسفی اور عالی دماغ شاعر ظاہر کر رہی ہے وہ یہ ہے:-

بساط عجز میں تھا ایک دل ایک قطرہ خون وہ بھی ※ سو رہتا ہے بانداز چکیدن سرنگون وہ بھی

گھر ہمارا جو نہ روتے بھی تو ویران ہوتا ※ بحر گر بحر نہ ہوتا تو بیابان ہوتا
درد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہو جانا ※ عشرت قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا
موقوف ہے نمود صور پر وجود بحر ※ یان کیا دھرا ہے قطرہ و موج و حباب میں
قفس میں مجھسے روداد چمن کہتے نہ ڈر بلبل ※ گری ہے جسپہ کل بجلی وہ میرا آشیان کیوں ہو
فلک سے ہمکو کیا کیا عمر رفتہ کا تقاضا ہے ※ متاع بردہ کو سمجھے ہوئے ہیں قرض رہزن پر
گدا سمجھ کے وہ چپ تھا مری جو شامت آئی ※ اٹھا اور اٹھکے قدم میں نے پاسبان کے لئے

مدح میں یہ شعر:-

زمانہ عہد میں اسکے ہے محو آرائش ※ بنینگے اور ستارے اب آسمان کے لیے

پھر یہ کیا تھے ۵

فارسی ہین تا بہ بینی نقش ہاے رنگ رنگ * بگذر از مجموعۂ اردو کہ بیرنگ من است
غالب کو خدا نے شاعر بنایا، اسکا دل و دماغ، اسکی طرز و روش، اسکی طبیعت
و مزاج، اسکی وضع قطع، اسکی بات چیت، اسکا ایک ایک لطیفہ، اسکا ایک
ایک جملہ، اسکا ایک ایک حرف سبھی تو شاعرانہ تخیلات سے بھرے
ہوے تھے اسکی اقلید کوئی آسان کام نہین ہے اسکے لئے اسیکا دماغ
اور اسیکی طبیعت درکار ہے بقول حالی کے سو تکلف اور اسکی سیدھی
بات۔ پھر بھی مولوی رہنما علی صاحب نے اپنی اس آرزو مین کہ

وحشت ہین تتبع غالب ہے آرزو

بہت کچھ کامیابی حاصل کی اور ہمارے نزدیک انکی کامیابی کا گر اس بات
کا ان کے ذہن نشین ہو جانا ہے کہ تتبع غالب کا دشوار تو ہی ہے کہ
دشوار بھی نہین۔ چنانچہ اس موقع پر ہم چند اشعار مولانا وحشت کے
ایسے پیش کرتے ہین جنہین نمایان طور پر مماثلت پائی جاتی ہے:-

خستگی کلیم نے نکتۂ عجیب سمجھا دیا ۔۔۔ ورنہ حریف مین بھی تھا اس قدر دراز کا

اس شعر میرے دراز نے قافیہ نے جو معنویت پیدا کی ہے اسکا اندازہ اہل معنی
ہی خوب کر سکتے ہین

نہین آئین استغنا حریف عجز مشتاقی ۔۔۔ دل آئینہ محو بیقرار بہا جو ہر تہا

دیکھیے مشتاقی و محبوبیت کا نازک فرق استغنا کا پایۂ کس حد تک بلند کر رہا ہے
ان دو شعرون مین تغزل کی داد دی ہے مگر کس متانت اور حسن بیان کے ساتھ

دیر تک شور تبسم نمک افشان نہ رہا ۔۔۔ زخم کو دل سے ندامت ہے کہ خندان نہ رہا

کون جانے کہ یہ کافر نظری کسکی ہے ۔۔۔ خبر اتنی ہے کہ ثابت مرا ایمان نہ رہا

غالب کے مشہور شعر کی مرے بعد ستمگر نے جفا سے توبہ * ہاے اوس زود
پشیمان کا پشیمان ہونا سے استفادہ کیا ہے اور اہل نظر دونون کے فرق کو
بھی محسوس کر سکتے ہین مگر لحاظ ہو تازگی بیان۔

جان دینے سے ہین داد وفا ہی مطلوب :: بیوفا چار گھڑی بھی ہو تو پشیمان ہوا

ملاحظہ ہو یہ شعر اسکی نزاکت مضمون اور اسکی تازگی بیان:

ہے ارزان اسقدر و بلا رجانان ہم نہ مانینگے :: زلیخا کیا سناتی ہے خیال اسکا ہی خواب اسکا

اسی غزل کے مطلع مین خاص غالب والی اِت بھی دیکھ لیجیے

حریف دیدۂ دیدار جو کیا ہو حجاب اسکا :: نگاہ آشنا ہی بگیا ہے تنا نقاب اسکا۔

یہ کل غزلیات کے صفحون مین سے ایک مشت نمونہ ہی اور اسکے علاوہ ۳۴ صفحے مختلف اقسام نظم مین ہے انکا موازنہ بھی اسی ہو سکتا ہے اب ہم فارسی کلام کو دیکھتے ہین اور دیکھتے ہین کہ اسمین بھی باوصف اختصار وہی ترانہ ہے۔

سخن آموخت غالب از نظیری وحشت از غالب

کون کہیگا کہ یہ ہندی کا کلام ہے۔

بس آن آشنایہا رسید این بیوفایہا :: فغان از بیوفایہا دریغ از آشنایہا

روان فدائی تو ای زود جذبہ الفت :: یکے براہ وفا آر بیوفای را

نظرہا بیخود و لبہا ز اہنگ خاموشی :: درین حیرت سرا مپنو ہمین آئینہ حیرانش

مختصر یہ کہ حضرت وحشت کا یہ مختصر دیوان سلک مروارید کا حکم رکھتا ہی جو دیکھنی مین چہوٹی مگر قیمت مین بہت زیادہ ہے اسمین وہ ساری باتین پائی جاتی ہین جنکو اہل نظر اسا تذہ کے کلام مین ڈھونڈتے ہین۔ یہ ہم نہ کہینگے کہ شعر کی خوبی کے چار معیار جو ہمنے قرار دئے ہین۔ وحشت کا کلام اُن چارون کے اعتبار سے ایک ہی پایہ رکھتا ہے مگر یہ ضرور ہے کہ کم و بیش سب کچھ پایا جاتا ہے اور اختلاف طبائع کا مقتضا بھی یہی ہے۔ دیوان کی قیمت ان تمام محاسن کے ساتھ صرف عہ ہے اور کتاب مصنف سی ۱۴ کرایہ روڈ ڈاکخانہ بالی گنج شہر کلکتہ کے پتہ سے مل سکتی ہے۔

(اڈیٹر)

اشتہار

ہوم ڈیپارٹمنٹ

گورنمنٹ ہند

پبلک

نمبر ۱۶۹۲

مقام شملہ - مورخہ ۲۴ - مئی سنہ ۱۹۱۰ء

اعلیٰ حضرت اقدس بادشاہ انگلستان اور قیصر ہندوستان نے پیغام مندرجۂ ذیل ہندوستان کے مہاراجگان اور راجگان اور نوابان اور والیان ریاستہا اور روسا اور باشندگان ارسال کو فرمایا ہے

مہاراجگان اور راجگان اور نوابان اور والیان ریاستہا اور باشندگان ہندوستان

ہمارے عزیز والد ماجد کی پُر غم اور ناگہانی وفات کے باعث ہم بہ حیثیت ایک
عظیم الشان اور قدیمی خاندان کے وارث ہونے کے تخت نشین ہوتے ہین۔ بہ حیثیت
بادشاہ اور قیصر ہونے کے ہم مہاراجگان اور راجگان اور نوابان اور والیان
ریاستہا اور اپنی سلطنت ہندوستان کے تمام باشندگان کو سلام بھیجتے ہین۔ بعد
ازان ہم تمام اقوام اور طبقات اور مذاہب مختلفہ ہندوستان کا دلی شکریہ ادا کرتے
ہین اوس موثر اور کثیر وفاداری اور وابستگی کیلیئے جو اونہون نے اس موقعہ پر تاج سلطنت
اور رعایان تاج کی نسبت ظاہر کی ہے۔ علیا حضرت ملکہ وکٹوریا مرحومہ نے جب
۱۸۵۸ء مین زمام سلطنت ہندوستان کو اپنے دست مبارک مین لیا تھا تو اپنی رعایائے
ہندوستان اور والیان ریاستہا کو خطاب فرمایا تھا اور اونکے فرزند گرامی نے
جو ہمارے والد محترم اور محبوب تھے اوسکے پچاس سال بعد اوس واقعہ عظیم کی
یادگار مین دوبارہ آپ کو خطاب فرمایا تھا۔ یہہ خطابات سلطنت شاہنشاہی
کے مقاصد اور مراحم خسروانہ کے نشانات ہین اور اپنے تمام عہد سلطنت مین ہم
نہایت دیانت سے اونہین مقاصد کے پابند رہینگے۔ اعلی حضرت مرحوم کی فرمایش
سے اور انہین کی مثال پر عمل کر کے ہم پانچ سال قبل اپنی ملکہ محترمہ کے ساتھ
ہندوستان کو تشریف لے گئے تھے۔ اوس موقع پر ہمنے بڑی بڑی سلطنتون
سے جنکا تواریخ مین ذکر ہے اور اس تمدن کی یادگارون سے جو ہمارے تمدن سے
زیادہ قدیم ہے اور بود و باش قدیمی کے آداب اور رسوم سے اور والیان ریاستہای
ہندوستان اور اون ممالک وسیعہ کی شہرون اور قصبون اور دیہات اور باشندگان
سے ذاتی واقفیت حاصل کی تھی۔ اور اوس عجیب سفر کی نہایت موثر حیثیات اور
محبت آگین واقعات کبھی ہماری یاد سے کبھی فراموش نہین ہوسکتے۔ ان امور عظیمہ کو
یہہ مین جنکی انجام دہی ہمارے ذمہ ہوگی ہم آپ کی باوفا اور باہمت ہمراہی پر پورا
اعتماد ہے اور ہم کو یقین ہے کہ ہندوستان کی بہبودی مین جو ہمیشہ ہمارے مدنظر رہیگی

اسمین کوئی شبہہ نہین کہ یہ ٹیلے اسی تجارت پیشہ قوم کی یادگار ہین، اگر ایسا ہو
تو دو صورتون سے خالی نہین :- یا تو فونیشین قوم ابتدائً یہین کی رہنے والی
تھی اور یہین سے بحر مڈی ٹرینین (بحر متوسط) کے سواحل پر جاکر آباد ہوئی
تھی اور یہی وہ سر زمین پُنٹ تھی جسکے سبب سے ان کا نام پونی ہوا اور جسکو نخلستانون کی
کثرت کیوجہ سے سواحل شام سے مشابہت تھی، اور اسی لفظ پونی کو بگاڑ کر
یونانیون نے فونیشین بنا لیا یہ کہ یہ جزائر ان لوگون کے خیال مین ایسے مقدس
تھے کہ جسطرح ہندو گنگا مین اور ایرانی کربلا و مشہد مین اپنے مردون کو
بہانا اور دفن کرنا باعث نجات تصور کرتے ہین اسی طرح یہ بھی اپنے مردون کو
یہان لاکر دفن کرتے تھے، لیکن مین اپنی پہلی راے پر قائم ہون۔ اسلیے کہ
جب ان جزائر کی تجارتی ۔۔۔ پر اور اس بات پر غور کیا جاتا ہو کہ یہ لوگ اپنے
عہد مین ان اقوام کا نمونہ تھے جو دنیا کے مختلف حصون مین گھسنا چاہتی ہین
اور محض تجارتی اغراض سے بحر اٹلانٹک مین، اور سواحل برطانیہ تک
جہاز رانی کی ہمت رکھتے تھے اور نیز اگر تشریح الاسما کوئی چیز ہے تو یہی راے
قایم ہوتی ہو کہ وہ "ٹیرس" اور "اراد" یہ دونون نام ان ہی جزیرون کے
قدیم نام ہین -

ہمنے ان ٹیلون کے بیچ مین پڑاؤ ڈالا، یہانکی زمین اوپر سے سخت اور
اندر سے کھوکھلی تھی - اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اسکے اندر پانی ہو، وسط مین
ایک مناسب مقام پر ہمارا خاص خیمہ تھا اور اردگرد نوکرون کے خیمے نصب تھے
مگر ہر وقت یہ خوف رہتا تھا کہ آندھی سے اُڑ نہ جائین چنانچہ پہلی ہی شب
ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس سے سعید بن عمر نہایت پریشان ہوا
وہ اپنا متین شہری لباس چھوڑ کر صرف ایک شتری رنگ کی عبا پہن کر شیخ

تہبند باندھکر آیا تھا۔ ہمارا کیمپ قائم ہوتے ہی بلد العلی کے باشندے عبائین
پہنے اور عمامے باندھے مزدوری کی تلاش مین آکر جمع ہوگئے۔ ہمکو ان لوگون
سے اس وجہ سے سخت نفرت ہوگئی کہ انکی عورتون نے ہمارے کپڑے دھونے
سے یہ کہکر انکار کیا کہ ہم کافرون کے کپڑے دھوکر اپنے ہاتھ ناپاک نہ کرین گے
اور ہمکو اپنے کپڑے منما کو بھیجکر دھلوانے پڑے۔

ہمارے اس صحرائی کیمپ کا منظر نہایت دلفریب نظر آتا تھا بانس کے ٹٹر ڈالکر باورچی خانے بنائے گئے تھے جن مین ریت پر طرح طرح کے
قہوہ دان پیالیان اور ہانڈیان رکھی تھین جو یورپ کے عجائب خانون مین
رکھنے کے قابل تھین۔ پانی لادنے والا اونٹ اور بازار کا سودا سلف لادنیوالا
بڑا سفید خچر چرنے کے لیے آزاد چھوڑ دیا گیا تھا۔ ہمارے ایک ہفتہ کی مدت
قیام مین بحرین کے اکثر باشندے اس دلکش اور خوشنما کیمپ مین ہماری
ملاقات کو آیا کرتے تھے۔

دوسرے دن صبح کو ہمنے ایک ٹیلہ (دمس) جو سب سے بلند تھا
کھودنے کے لیئے منتخب کیا اور وہان گئے۔ اس ٹیلے کا دور ۱۵۲ قطر ۶۰ فٹ
اور بلندی ۳۵ فٹ تھی۔ ہمنے اسکو دوسرے ٹیلون پر جنکی چوٹیان اکثر
دب گئی تھین، اسلیئے ترجیح دی کہ اسکی چوٹی ابھی تک نہین دبی تھی اور
خیال تھا کہ اسکے اندر کوئی مورت وغیرہ ملیگی۔ اکثر ٹیلون کے گرد اصل دھس
سے چند فٹ کے فاصلہ پر کچی دیوارین بنی ہین۔ ایسی ہی دیوارین لیڈیا
کے مقابر کے اطراف بنی ہین، اور مقام تاولک ایرلینڈ مین بھی ایک
قبر کے ڈھیپ کے گرد ایسی ہی دیوار کا حصار دیکھا گیا ہے۔ ایسے حصار زمانہ مابعد
کے مقابر کے اطراف زیادہ پائے گئے ہین۔ بعض مقامات پر کئی کئی دھسون ٹیلون

کے گرد ایک ہی حصار دیکھا گیا ہے:

ہمنے ٹیلے کو کھودنا شروع کیا ۱۵ فٹ کھودنے کے بعد پتھرون کی سطح برآمد ہوئی جو اصل قبر کی سطح سے ۲ فٹ بلند تھی۔ ان پتھرون کے نیچے قبر کی چھت تھی جسپر کھجور کی شاخین بچھی ہوئی تھین جو امتداد زمانہ کی وجہ سے پھپھوندی لگ کر سفید ہو گئی تھین۔ انسے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اُسوقت بھی بحرین مین خرمے کے درخت موجود تھے، اور اُنکی لکڑی عمارت کے کام مین لائی جاتی تھی۔ قبر کے دہانے پر پہونچنے کے پتھر کی چھ ناتراشیدہ سلین رکھی ہوئی تھین جو چھت کی جگہ پر تھین۔ انمین سے ایک ۶ فٹ لمبی اور ۲ فٹ ۲ انچ موٹی تھی۔ اس قبر مین تلے اوپر دو منزلین تھین۔ اور ایک لمبا راستہ، جیسا یونانی قبرون مین ہوتا ہے، بنا ہوا تھا؛ اسمین چھوٹے چھوٹے پتھر اور مٹی پٹی ہوئی تھی۔ یہ راستہ بھی مثل دوسری قبرون کے مغرب کی جانب تھا، اور طول ٹیلے کی بیرونی حد سے لے کر قبر کے مُنھ تک ۵۲ فٹ تھا۔ بیرونی حلقے کے گرد بڑے بڑے پتھرون کی ایک دیوار کھچی تھی جو بظاہر قبر کے اوپر کی مٹی کا بوجھ اُٹھانے کے لیے بنائی گئی تھی۔ اور پتھر کی بھاری بھاری سلین کوٹھریون کے اندر جانیکے راستہ سے سرنگ کے دہانے تک رکھی ہوئی تھین۔

پہلے ہم اوپری درجے مین داخل ہوے جسکی زمین مٹی سے پٹی ہوئی تھی۔ اسکا طول ۳۰ فٹ کا تھا اور چارون کونون مین ۲ فٹ ۱۰ انچ اونچی زرد رنگ کی قبر بنی ہوئی تھی جسمین جربوا جانور کی ہڈیان بھی دفن تھین۔ یہ جانور چوہے کی شکل کا ہوتا ہے اور بحیرۂ فارس مین بکثرت پایا جاتا ہے۔ سوا چند ٹھوپریون کے اور کوئی علامت ایسی نہ تھی جس سے معلوم ہوتا کہ یہ زرد مٹی کس چیز کی ہے۔ ان غیر ضروری اشیا کو ہٹا کر ہمنے ڈھونڈھنا شروع کیا

کہ کوئی کار آمد چیز ہاتھ آئے۔ جو چیزین خاصکر دلچسپی کی ہمدست ہوئی اُن مین کچھ ٹکڑے ہاتھی دانت کے تھے جو گول صندوقچون کے معلوم ہوتے تھے ، اور کچھ نگن تھے جنمین سوراخ بنے تھے ، غالباً اس قسم کے نگن ابتدائی زمانے مین زیور کی طور پر استعمال ہوتے تھے۔ ایک ٹکڑا ہاتھی دانت کی کسی مورت کے حصۂ زیرین کا تھا ، ایک بیل کی مورت کا کھُر جو ہاتھی دانت کی ایک چوکی مین جڑا ہوا تھا ، ایک چوبی مورت کا پیر اور ایسی ہی اور بہت سے ہاتھی دانت کے ٹکڑے تھے جنمین سے اکثر منقش تھے ، کسی پر ترازو بنا ہوا تھا ، کسی پر گلاب کا پھول ، کسی پر زنجیر ، اور ایسے دو سیدھے خط تو سب پر تھے جیسے ہاتھی دانت کے اُن ٹکڑون پر ہین جو کیامیرس مین دستیاب ہوے تھے اور اب لندن کی برٹش میوزیم مین موجود ہین۔

اسمین کوئی شبہہ نہین کہ یہ منقش ہاتھی دانت کے ٹکڑے اُن ٹکڑون سے بہت مشابہت رکھتے ہین جو سواحل بحر متوسط پر اہل فونیشیا کے مقابر سے برآمد ہوے ہین ، اور اُن ہاتھی دانت کے ٹکڑون سے بھی ملتے جلتے ہین جو ملک شام کے مقام نمرود سے لاکر برٹش میوزیم مین رکھے گئے ہین اور جنکے بنانے والے فونیشیا کے صناع خیال کیے جاتے ہین جو مصری اور یونانی صنعت کے زمانہ ترقی سے قبل ہی دنیا مین پھیلے ہوے تھے ، اور جن سے سلیمان نے اپنا بتکدہ بنوایا تھا۔ یہ ہاتھی دانت کے ٹکڑے مسٹر اے ایس مری مہتمم برٹش میوزیم کے حوالے کیے گئے تھے جو اپنے خط مین مسٹر بنٹ (مری بنٹ) کو لکھتے ہین وہ جہانتک ان ٹکڑونکی نقاشی اور مصوری پر غور کیا گیا جو ایک بیل کی مورت کے ٹکڑے پر اور نیز دوسرے ٹکڑون پر کیگئی ہی ، اسکا یقین ہوتا ہی کہ یہ اہل فونیشیا کی صناعی کی یادگار ہین۔

اس قبر مین کا سہ گری کے متعلق جو چیزین دستیاب ہوئین وہ اسوجہ سے زیادہ اعتنائے لایق نہ تھین کہ اکثر بھدی اور بے رونق تھین۔ شتر مرغ کے انڈون کے بہت سے ٹوٹے ہوئے چھلکے پائے گئے، جنپر طرح طرح کی نقاشی اور رنگ آمیزی کی گئی تھی، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی اہل فونیشیا یا کسی اور بڑی تجارت پیشہ قوم کی صناعی کی یادگار ہین، لیکن اُس زمانے مین فقط اہل فونیشیا بعینہٖ شتر مرغ کے چھلکون کو ہاتھی دانت کی مصنوعات مین شریک رکھتے تھے۔ علاوہ اسکے ہمکو بہت سے فلزاتی ٹکڑے بھی دستیاب ہوئے جنکی نسبت یہ صاف نہوسکا کہ وہ تانبے کے تھے یا پیتل کے۔ اس اوپری کمرے مین انسان کی ہڈیان بالکل نہین پائی گئین، البتہ کسی بڑے جانور کی کچھ ہڈیان ملین جو غالبًا گھوڑے کی ہونگی۔ اسکے بعد کا جو دوسرا کمرہ تھا وہ نہایت ہوشیاری سے بنایا گیا تھا اور کسیقدر مرتفع بھی تھا یعنے ۶ فٹ ۔ انچ بلند تھا۔ اسکا راستہ بھی چوڑا تھا۔ سامنے کمرے مین ڈہری استرکاری کی ہوئی تھی جسکی اوپری تہ نہایت باریک تھی۔ چارون دیوارون مین دو دو فٹ کے فاصلے سے ڈھلوان سوراخ بنے تھے۔ ہمنے ایسی ہی ایک قبر اور کھودی تھی جسکے سوراخون مین کھونٹیون کے نشان پائے گئے جو غالبًا پردے لٹکانے کی غرض سے گاڑی گئی ہونگی۔ اس نیچے والے کمرے کی کل زمین بنفشی رنگ کی مٹی ایک فٹ گہری بچھی ہوئی تھی، غالبًا یہ پردے تھے جو گلکر خاک ہوگئے تھے۔ تابوت کا رواج ہونے سے پہلے اہل فونیشیا اپنے مردے کو کپڑے مین لپیٹ دیتے (کفن دیتے) تھے چنانچہ اب اسی حالت مین انکی ہڈیان ہمکو ملتی ہین۔

غالبًا اس قوم مین یہ دستور تھا کہ مردے کی کل استعمالی اشیا اور اُسکی

سواری کے جانور کو اوپر کے کمرے مین دفن کرتے تھے، اور نیچے خود اسکی لاش کو۔ بالائی کمرے کے استعمال کا طریقہ کل فونیشین اقوام مین ایک ہی ہے، مگر مسٹر پرٹ ایک جگہ لکھتے ہین کہ اُنھون نے ایسا ہی ایک دو درجہ کا مقبرہ فونیشیا کے قبرستان امرت مین دیکھا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہان بھی سنگی تابوت کا رواج ہونے سے پہلے لاش کو استرکاری کیے ہوے مقام مین رکھتے تھے کہ وہ خراب نہو۔ ایک اور تودہ جسمین تلے اوپر دو درجون کی قبر تھی ۱۸۸۵ء مین ڈی لا مار مودا نے سارڈی نیا مین دریافت کیا تھا، وہ اسکی اصلیت بھی فونیشین بتاتا ہے، مگر اس تودے (ٹیلے) کی شکل مخروطی تھی اور ہمارے ٹیلون کی طرح اسکی چوٹی مسطح نہ تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل فونیشیا کے آخری مقابر کی ساخت مین ترمیم ہوئی۔

اس زمانے مین جبکہ ہم بحرین مین تھے، یعنے ۱۸۸۹ء عیسوی مین کارتھیج (قرطاجنہ) مین بھی آثار قدیمہ کی تحقیقات کی گئی تھی۔ وہان بھی اہل فونیشیا کی دو منزلی قبرین برآمد ہوئین۔ مسٹر پرٹ کے اس دعوے کے جواب مین کہ قدیم زمانہ کے تمام فونیشین مقابر زمین کے اندر ہوتے تھے، ہم یہ کہین گے کہ چونکہ جزائر بحرین مین اس طریقہ کا اختیار کرنا خالی از دقت نہ تھا اس وجہ سے تودون کی آسان رسم اختیار کر لی گئی۔

اسکے بعد ہمنے ایک اور چھوٹا مقبرہ (ٹیلہ) کھودا جس سے ہمارے پچھلے خیالات پختہ ہوگئے۔ بلد العلی کے قریب ہمنے ایک اور بہت بڑا تودہ پتھرون کے لالچ مین کھودا، مگر اسمین بھی اُسی نمونے کی قبرین نکلین

فرق صرف اتنا تھا کہ اس قبر کے دونون درجونمین دو دو کوٹھریان برابر برابر تھین؛ اور دونون درجونمین استرکاری کی گئی تھی۔ سرایڈورڈ نے بھی ایک قبر کھودی تھی مگر بدقسمتی سے اسکی چھت بیٹھ گئی اور کوئی کارآمد بات نہ معلوم ہوسکی؛ اتنا تو معلوم ہوا کہ یہ قبر بھی اسی بڑی قبر کے نمونے کی تھی جو ہمنے اخیر مین کھودی تھی۔

تیسرا باب

رفاعہ

جبتک ہم بلد العلی مین رہے اکثر لوگ ہماری ملاقات کو آیا کیے۔ پہلے دن پانچ اونٹ آئے جنپر ایک ایک پر دو دو آدمی سوار تھے اور کچھ موتیون کے سوداگر خچرون پر سوار تھے۔ ان لوگون نے بے تکلف ہمارے ہان کی کافی پی اور بسکٹ کھائے دوسرے روز شیخ محمد ایک ۱۸ سالہ نوجوان ہماری ملاقات کو آیا جسکی شادی اپنے چچا شیخ عیسیٰ کی بیٹی کے ساتھ عنقریب ہونے والی تھی اور جسکی نسبت خیال تھا کہ وہی ولی عہد ہوگا۔ یہ کارچوبی کام کی سفید عبا پہنے اور سر مین سرخ رنگ کے کپڑے پر سنہری عقال لپیٹے تھا جو خاص شاہی خاندان کا بانا ہی وہ کچھ دیر تک نہایت تعجب کے ساتھ ہمارے ریوالور تپنچون سے کھیلتا رہا، اور پھر رئیس البحرین سے فتوی لیکر ہمارے پاس کے کچھ ٹریک کھائے اور پھر آنے کا وعدہ کر گیا۔

دوسرے دن شہزادہ محمد ایک خوبصورت گھوڑے پر سوار ہو کر آیا جس پر سُرخ جھول پڑی ہوئی تھی اور طلائی زیور پہنایا گیا تھا۔ آج اُسکے ہمراہ بہت سے مصاحب تھے اُسنے کہا کہ ہم آج کا دن تمہارے ساتھ بسر کرینگے، جس سے ہمکو ضرور خفیف ہونا تھا اگر ہمارے پاس وہ دنبہ موجود نہ ہوتا جو ایک شخص نے تحفہ دیا تھا۔ آج اُسنے ہمارے تپنچہ کو کل کی بہ نسبت زیادہ غور سے دیکھا اور اسقدر محظوظ ہوا کہ اپنے تپنچے کے کارچوبی میان کو جسمین چاندی کی جھلکین لگی ہوئی تھین ہمارے چمڑے کے میان سے بدل لیا۔

شیخ محمد کو اسبات کا بہت اشتیاق تھا کہ مجھے دالو سے نشانہ لگاتے ہوے دیکھے، چنانچہ ایک مٹی کے لوٹے مین پانی بھر کے ایک ٹیکری پر رکھا گیا کہ اُسپر آزمایش کیجاے۔ مجکو نہایت خوف تھا کہ اگر نشانہ خطا کر گیا تو بھرے مجمع مین میری ہنسی ہوگی اور لوگ خیال کرینگے کہ یہ صرف دکھانے کے لیئے تپنچہ باندھے رہتا تھا؛ مگر میرے شوہر نے مجکو جرأت دلا کر آمادہ کیا اور جب میں نے نشانے سے وہ لوٹا ٹوٹ گیا، تو دیکھنے والون سے زیادہ خود مجکو حیرت ہوئی اور مین نے خدا کا شکر کیا۔

اسی شام کو چند بہترن کے شکاری سوار ہماری ملاقات کو آئے انمین چار سردار تھے جنکے ہاتھون پہ بحریان تھین جنکی آنکھون پر ٹوپیان چڑھی تھین ایک چھوٹی نسل کا خوبصورت گھوڑے ہونٹد (تازی کتا) بھی اُنکے ساتھ تھا جسکی جلد کی دم بہت بھلی معلوم ہوتی تھی۔ یہ لوگ کرتے پہین جنپے لگائے، لمبی لمبی عبائین پہنے اور سر پر سفید کپڑے باندھے ہوے تھے جنپر سیاہ اونٹ کے بالون کی عقال بندھی ہوئی تھی۔ ان کے ہمراہ ایک اور نوجوان شخص خاندان خلیفہ کا تھا جو ایک سفید گھوڑے کو کداتا ہوا آ رہا تھا۔ اس نوجوان شہزادے کی وضع یہ تھی کہ اُسکے

مشورہ - یہ پندرہ روزہ رسالہ ۲۲-۲۹ کے ۱۶ صفحون پر نہایت آب و تاب کے ساتھ سید یعقوب الحسن صاحب حسن دائی پوری کی ایڈیٹری مین شہر جبلپور کو بھی صدر آعلی سے شائع ہوتا ہے کاغذ چکنا ولائتی اور لکھای چھپای نہایت اعلی درجہ کی - ملک کے لائق و فائق مضمون نگارون کے علمی اخلاقی اور پولیٹیکل مضامین رسالہ کی جان ہین باایں ہمہ قیمت صرف ۶؍

اخبار ہلال جونپور

قدیم دارالعلوم جونپور کا یہ مشہور ہفتہ وار علمی اور اخلاقی پرچہ ہے جسکی چھپای نہایت صاف خط اچھا کاغذ نفیس ہوتا ہے مضامین ہر قسم اور ہر مذاق کے ہوتے ہین اسکے ایڈیٹر مولوی نصیر الدین صاحب محمود اور نامہ نگار ملک کے قابل اصحاب ہین - تفریح کے لئے ستم ظریف کے نام سے ایک دلچسپ ضمیمہ بھی خریدارونکو ملتا ہے قیمت صرف ؏ درخواستین بنام ایڈیٹر ہلال جونپور بھیجی جائین -

قابل قدر کتابین

دیوان حبیب - حضرت حبیب کنتوری مرحوم کا پہلا دیوان قیمت معہ محصولڈاک ۶؍ **ارمغان فرنگ** - حضرت ضامن کنتوری کا تذکرہ شعرا انگریزی جسمین انگلستان کے نامی گرامی شعرا کے حالات کے ساتھ انکی چیدہ نظمون کے نظم ترجمہ بھی شامل ہین - یہ کتاب جسقدر مقبولیت ملک مین حاصل کر چکی ہے - اسکے لئے یہ کہنا کافی ہے کہ ڈاکٹر صاحب بہادر بمبئی نے اسکو کالج اور اسکول لائبریرون کی مقبولہ کتابون مین داخل کیا ہے اور پنجاب کی یونیورسٹی نے اسکی معتدبہ جلدین تقسیم انعام کیلئے خریدی ہین - قیمت مع محصول ۱۲؍ المشتہر منیجر استبصار

بدہضمی کے دست کی دوا

کھانا تحلیل کرنے والے عضو کے کم قوتی ہونے سے بدہضمی کی بیماری ہوتی ہے جسکی یہ علامتیں ہوا کرتی ہیں۔ کھانا کھانے کے بعد پیٹ کا بھاری معلوم ہونا۔ پیٹ میں ریاح ہونا۔ جی متلانا کھٹی ڈکار آنا۔ سینہ کا جلنا منھ میں پانی اوتر آنا۔ پیٹ میں میٹھا میٹھا درد ہونا سفرا بڑھنا۔ سستی وغیرہ کا ہونا جب تک کھانا معدہ کے تھیلی میں رہتا ہے اور ہضم کا فعل عمل ہوتا ہے یہی حالت ہوتی ہے جب یہ غیر ہضم کھانا انتڑیوں میں اوترجاتا ہے تب پیٹ میں گڑگڑاہٹ ہوتی ہے پیٹ بڑھ جاتا ہے اور دست کی حاجت ہوتی ہے دست پتلا پانی سا ہوتا ہے کبھی کبھی کھانا کھانے کے بعد ہی دست ہوجاتا ہے دست ہونے سے جسم کمزور ہوجاتا ہے۔ سب حالتیں کبھی زیادہ ہوتی رہتی ہیں اور بہت دنوں تک یہی میں مریض کا جسم دن بدن لاغر ہوتا جاتا ہے آخر کو لاعلاج [illegible] معمولی قوت کم ہوجانا اس مرض کا سبب ہے مزاج بدلنے والوں میں ایسا ہی ہوتا ہے۔

ضعیفی کے عالم میں [illegible] بیماری سے جو ضعف کا ہونا کم کھانا (دہینا) روزہ۔ فاقہ وغیرہ کرتے ہیں زندگی کے [illegible] فنا ہو سکتے۔ [illegible] محنت۔ فکر نیز دماغ [illegible] اور ان خرابیوں کی حالت جو [illegible] ان باتوں کو غور کرکے ڈاکٹر برمن نے بدہضمی کی دوا بنائی ہے جو کھانا ہضم کراتی اور بدہضمی کی خرابی کو دور کرتی ہے۔ یہ بہت اثر پذیر ہے یہ دوا چھوٹی چھوٹی ٹکیا سی بنائی گئی ہے۔ پندرہ روز کے استعمال کے لائق ۳۰ ٹکیاں ایک شیشی کی قیمت (عہ) محصول [illegible]

[illegible] ظاہری چیزوں سے بہتر [illegible] کے رنگ کی سی ہے اور خوشبو بھی تازی چیزوں کی سی آتی ہے یہ [illegible] کی علاج سے ولایت کے نامی دوافروش نے بنایا ہے [illegible] کے لیے یہ نہایت مفید دوا ہے پیٹ [illegible] کا رنا۔ پیٹ میں درد بدہضمی متلی۔ اشتہا کم ہونا وغیرہ ریاح کی علامت جلد دور ہوجاتی ہے۔ [illegible] اس سے بڑھکر کوئی دوا مفید نہیں ہے۔

پتہ۔ ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵-۶ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ۔